احکام شریعت
مکمل
مولانا شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

سوانح حیات امام مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ مجدد ماتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تیرھویں صدی کی واحد شخصیت تھی جو ختم صدی سے پہلے علم وفضل کا آفتاب فضل وکمال ہوکر اسلام کی تبلیغ میں عرب وعجم پر چھاگئی اور چوھویں صدی کے شروع ہی میں پورے عالم اسلام میں ان کو حق وصداقت کا منارۂ نور سمجھا جانے لگا۔ ملت اسلامیہ کو اس اعتراف ہے کہ اس فضل وکمال کی گہرائی اور اس علم راسخ کے کوہ بلند کو آج تک کوئی نہ پاسکا۔

پیدائش

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ ارشوال المکرّم ۱۲۷۲ھ، مطابق ۱۴رجون ۱۸۵۶ء ہفتہ کے روز ہندوستان کے مشہور شہر بریلی شریف میں پیدا ہوئے ۔اور آپ کا پیدائشی اسم مبارک محمد رکھا گیا۔

علمی بصیرت

مولانا سید سلمان اشرف صاحب بہاری مرحوم مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو لے کر جب اس لئے حاضر خدمت ہوئے کہ ایشیا بھر میں ڈاکٹر صاحب ریاضی وفلسفہ میں فرسٹ کلاس کی ڈگری رکھتے ہوئے ایک مسئلہ حل کرنے میں زندگی کے قیمتی سال لگا کر بھی حل نہ کر پائے تھے، اور فیثا غورثی فلسفہ کشش ان پر چھایا ہوا تھا۔تو اعلیٰ حضرت نے عصر ومغرب کی درمیانی مختصر مدت میں مسئلہ کا حل بھی قلم بند کرادیا فلسفہ کشش کی کھینچ تان کو بھی قلمبند فرمادیا جو رسالہ کی شکل میں چھپ چکا ہے۔اس وقت ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ ان کو یورپ کا کوئی تھیوریوں والا درس دے رہا ہے یا اس ملک کا کوئی حقیقت آشنا ان کو سبق پڑھا رہا ہے۔انہوں نے اس صحبت کے تاثرات کو اجمالاً ان الفاظ میں ظاہر کیا تھا کہ ”اپنے ملک میں جب معقولات کا ایسا ایکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ سیکھا اپنا وقت ضائع کیا۔“

اس ایک مثال سے آپ کے تبحر علم اور علمی بصیرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

علوم عقلیہ

یہ روز کا معمول تھا کہ فلکیات وارضیات کے ماہرین اپنی علمی مشکلات کو لے کر آتے اور دم بھر میں حل فرما کر ان کو شاد شاد رخصت فرمادیتے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ ماہرین فن نجوم آئے اور فنی دشواریوں کو پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے ہنستے ہوئے اس طرح جواب دے کر خوش کر دیا کہ گویا یہ دشواری اور اس کا حل پہلے سے فرمائے ہوئے تھے۔

محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ "ایک بار صدرا کہ مایہ ناز (مقامات) شکل حماری اور شکل عروسی کے بارے میں مجھ سے سوال فرما کر جب کتاب کی (وہی کیفیت؟) دیکھی تو اپنی تحقیق بیان فرمائی تو میں نے محسوس کیا کہ حماری کی حماریت بے پردہ ہوگئی اور عروسی کا عرس ختم ہوگیا۔ مسئلہ بخت واتفاق شمس بازغہ کا سرمایہ تفلف ہے۔ مگر اس بارے میں اعلیٰ حضرت کے ارشادات جب مجھ کو ملے تو اقرار کرنا پڑا کہ ملا محمود اگر آج ہوتے تو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس کرتے۔ اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریے کو بھی صحیح سلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے اگر آپ وجود فلک کو جاننا چاہتے ہوں اور زمین وآسمان دونوں کا سکون سمجھنا چاہتے ہوں اور سیاروں کے بارے میں **کل فی فلک یسبحون** کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں تو ان رسائل کا مطالعہ کریں جو اعلیٰ حضرت کے رشحات قلم ہیں اور یہ راز آپ پر ہر جگہ کھلتا جائے گا کہ منطق و فلسفہ وریاضی والے اپنی راہ کے کسی موڑ پر کج رفتار ہو جاتے ہیں۔

افتاء کی خداداد عظیم صلاحیت

عادت کریمہ تھی کہ استفتاء ایک ایک مفتی کو تقسیم فرمادیتے اور یہ صاحبان دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے۔ پھر عصر و مغرب کی درمیانی مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتاء پھر فتویٰ سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے۔ اسی وقت مصنفین بھی اپنی تصنیف دکھاتے اور زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا چاہیں کہیں اور جو سنانا ہو سنائیں۔ اتنی آوازوں میں اس قدر جداگانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو سب کی طرف توجہ فرمانا جوابات کی تصحیح وتصدیق اور اصلاح، مصنفین کی تائید و تصحیح اغلاط، زبانی سوالات کے تشفی بخش جوابات عطا ہو رہے ہیں اور فلسفیوں کی اس خبط **لا یصدر عن الواحد الا الواحد** (ایک ہستی سے ایک وقت میں ایک ہی چیز صادر ہوسکتی ہے) کی دھجیاں اڑ رہی ہیں۔ جس ہنگامہ سوالات وجوابات میں بڑے بڑے اکابر علم وفن سر تھام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کس کی سنیں اور کس کس کی نہ سنیں، وہاں سب کی شنوائی ہوتی تھی اور سب کی اصلاح فرمادی جاتی تھی، یہاں تک کہ ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی تھی اور اس کو درست فرمادیا کرتے تھے۔

حیرت انگیز قوت حافظہ

یہ چیز روز پیش آتی تھی کہ تکمیل جواب کے لئے جزئیات فقہ کی تلاش میں جولوگ تھک جاتے تو عرض کرتے۔ اسی وقت فرمادیتے کہ ردالمحتار جلد فلاں کے صفحہ فلاں کی سطر فلاں میں ان لفظوں کے ساتھ جزئیہ موجود ہے۔ درمختار کے فلاں صفحہ فلاں سطر پر یہ عبارت ہے۔ عالمگیری میں بقید جلد وصفحہ وسطر میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ ہندیہ میں خیریہ میں، مبسوط میں، ایک ایک کتاب فقہ کی اصل عبارت بقید صفحہ و سطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ ارشاد فرمادیتے۔ اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے ہیں تو صفحہ وسطر و عبارت وہی پاتے ہیں جو زبان اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔ اس کو آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھی۔ یہ چیز بھی اپنی جگہ پر حیرت ناک ہے۔

حافظ قرآن کریم نے سالہا سال قرآن عظیم کو پڑھ کر حفظ کیا، روزانہ دوہرایا ایک ایک دن میں سو سو بار دیکھا، حافظ ہوا محراب سنانے کی تیاری میں سارا دن کاٹ دیا اور صرف ایک کتاب سے واسطہ رکھا۔ حفظ کے بعد سالہا سال مشغلہ رہا ہوسکتا ہے کہ حافظ کو تراویح میں لقمے کی حاجت نہ پڑی ہو۔ گو ایسا دیکھا نہیں گیا اور ہوسکتا ہے کہ حافظ صاحب کسی آیت قرآنیہ کو سن کر اتنا یاد رکھیں کہ ان کے پاس جو قرآن کریم ہے اس میں یہ آیہ کریمہ داہنی جانب ہے یا بائیں جانب ہے۔ گو یہ بھی بہت نادر چیز ہے مگر یہ تو عادتاً محال اور بالکل محال ہے کہ آیت قرآنیہ کے صفحہ وسطر کو بتایا جاسکے۔ تو کوئی بتائے کہ تمام کتب متداولہ وغیر متداولہ کے جملہ کو بقید صفحہ وسطر بتانے والا اور پورے اسلامی کتب خانے کا صرف حافظ ہی ہے یا وہ اعلیٰ کرامت کا نمونہ ربانیہ ہے جس کے بلند مقام کو بیان کرنے کے لئے اب تک ارباب لغت واصطلاح الفاظ پانے سے عاجز رہے۔

علم قرآن

علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمے سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا۔ جو بظاہر ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں روح قرآن ہے۔ اس ترجمہ کی شرح حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین علیہ الرحمتہ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دوران شرح میں ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گذرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور بالآخر ملا تو ترجمہ کا لفظ اٹل ہی نکلا۔ اعلیٰ حضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے۔ لیکن اگر حضرت سعدیؒ اردو زبان کے اس ترجمہ کو دیکھ پاتے تو فرما ہی دیتے کہ:

ترجمہ قرآن شے دیگرست و علم القرآن شے دیگر علم الحدیث و علم الرجال

علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت از بر۔

علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔

اعلیٰ حضرت نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ بعض لوگوں کا ایمان بالرسل بایں معنی نہیں ہے کہ رسول پاک سید المرسلین ہیں، خاتم النبین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، اکرم الاولین والآخرین ہیں، اعلم الخلق اجمعین ہیں، محبوب رب العالمین ہیں۔ بلکہ صرف بایں معنی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی ہیں جو مر کر مٹی میں مل چکے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے بے اختیار اور عند اللہ بے وجاہت رہے۔ اگر ان کو بشر سے کم قرار دو تو تمہاری توحید زیادہ چمک دار ہو جائے گی۔ ان حقائق کو واضح کر دینے کا یہ مقدس نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی جمہوریت اسلامیہ کی بڑی اکثریت دامن رسول سے لپٹی ہوئی ہے اور دشمنان اسلام کے فریب سے بچ کر مجرموں کے منہ پر تھوک رہے ہیں۔

فجزاہ اللہ تعالی عنا و عن سائر اھل السنته و الجماعة خیر الجزاء

علم فقہ میں اعلیٰ حضرت کا مقام

آپ کے علم و فضل اور خاص کر علم فقہ میں تبحر کا اعتراف تو ان اہل علم نے بھی کیا ہے جنہیں مسلک و مشرب میں آپ سے اختلاف ہے۔ مثلاً: ملک غلام علی صاحب جو سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے معاون ہیں اپنے ایک بیان میں جسے ہفت روزہ ''شہاب'' لاہور نے ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں درج کیا ہے لکھتے ہیں: ''حقیقت یہ کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا اور سول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹ پڑتا ہے۔''

اسی طرح اعظم گڑھ یوپی سے شائع ہونے والا ماہنامہ مجلّہ ''معارف'' رقمطراز ہے: ''مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنف اور فقیہ تھے۔ انہوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن عزیز کا سلیس ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان علمی کارناموں کے ساتھ ساتھ ہزارہا فتووں کے جوابات بھی انہوں نے دیے ہیں۔''

یہ آراء ان لوگوں کی ہیں جن سے مسلکی اختلافات ہیں۔ اور جو مسلک میں متحد ہیں ان کی آراء کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم چند کلمات علمائے ربانیین وعظمائے حرمین طیبین کے اس موقع پر عرض کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اب تک تذکروں میں جن جن علماء کے نام پیش کئے گئے ہیں غالباً یہ نام ان سے جداگانہ ہیں:

(۱) شوافع کے مفتی اور امام، نقیب الاشراف اور شیخ السادۃ فی المدینۃ المنورہ سیدی السید علوی بن السید احمد بافقیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"افضل الفضلاء ابل النبلاء فخر السلف قدوة الخلف الشیخ احمد رضا۔"

(۲) احناف کے مفتی وامام السید اسماعیل بن خلیل مدنی فرماتے ہیں۔

"شیخنا العلامة المجرد شیخ الاساتذة علی الاطلاق الشیخ احمد رضا۔"

(۳) حنبلیوں کے امام ومفتی اور مسجد نبوی میں مدرس امام عبداللہ النابلسی الحنبلی ارشاد فرماتے ہیں۔

"العالم العامل الهمام الفاضل محرر المسائل و عویصات الا حکام و محکم بروج الادلة بمزید اتقان و زیادة اجکام سید الشیوخ و الفضلاء الکرام قاضی القاضاة الشیخ احمد رضا خاں۔"

(۴) مالکی حضرات کے امام ومفتی، مدینہ میں دارالافتاء کے اعلیٰ نگران وحاکم سیدی احمد الجزائری ابن السید احمد المدنی ارشاد فرماتے ہیں۔

" علامة الزمان و فرید الاوان و منبع العرفان و ملحظ النظار سید عدنان حضرت مولانا الشیخ احمد رضا خان۔"

یہ چار شہادتیں مفتیان مذاہب اربعہ، احناف، شوافع، حنابلہ اور مالکیین مدینہ منورہ کی ہیں۔ چار ہی مذاہب اربعہ کے مفتیان کرام، علمائے عظام ومدرسین بیت اللہ الحرام مکہ مکرمہ کی پیش خدمت ہیں۔

(۱) حنفیوں کے امام ومفتی، علامۃ الزمان مولانا سید عبداللہ بن مولانا السید عبدالرحمٰن السراج مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"العامة الفهامة الهمام والعمدة الدراکة الامام ملک العلماء الاعلام الشیخ احمد رضا خان۔"

(۲) مالکیین کے امام وقاضی ومفتی ومدرس مسجد حرام کے خاص الخاص مفتی حضرت سیدی امام محمد بن حسین المالکی مفتی ومدرس دیار حرمیہ ارقام فرماتے ہیں۔

" ونشرت اعلام الانتصار علی منبر الهدایه فی جامع الافتخار وقامت تشبت فضائل منشیها وتنص علی مناهل مصطفیها وکیف لا وهو احمد المهتدین رضا لازالت شموس تحقیقاته المرضیة طالعة فی سماء الشعریعة السمحة المحمدیة۔"

(۳) مفتی امام محدث علام مدرس بیت الحرام مکہ مکرمہ وامام شافعیہ سیدی محمد صالح مدرس مسجد حرام وامام شافعیہ ارقام فرماتے ہیں۔

"فنقول ابقاه سامیاذری مجد مخدوم العزو السبعدر افلا علل الحبور واردا موارد السرور ماترنم بمدحه مادح صدح بشکره صاده۔"

(۴) مکہ مکرمہ کے حنابلہ کے مفتی وامام اور مدرس حضرت علامہ مولانا عبداللہ بن حمید مفتی حنابلہ بمکۃ المشرفہ فرماتے ہیں۔

"العالم المتحقق المدقق لا زالت شجرة علمه نامية علی ممر الزمان و ثمر علمه مقبولة لدی الملک الدیان الشیخ احمد رضا خان۔"

حرمین شریفین کے صرف چار چار علمائے کرام کی آراء یہاں پر درج کی گئی ہیں اور اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ ان کے علاوہ مصر وشام، عراق ویمن، الجزائر ونابلس، طرابلس واردون وغیرہا ممالک عربیہ اسلامیہ کے فضلاء وعلماء کے ایسے ہی خیالات متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔ جب ہم آپ کی تحریرات وفتاوی کو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ کام اس تعمق اور اس تیز رفتاری کے ساتھ کسی شخص واحد سے ممکن ہے؟

مثال کے طور پر ۱۳۲۳ھ کا واقعہ ہے مکہ مکرمہ برائے حج تشریف لے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ حج پر جانے والا اپنے ساتھ کتب فقہ و حدیث کا ذخیرہ تو نہیں لے جاتا فراغت حج کے ساتھ ہی ایک استفتاء جو پانچ سوالوں پر مشتمل تھا دیا جاتا ہے اور تقاضا یہ ہے کہ دو دن میں جواب مل جائے۔ جس کی مختصر کیفیت یہ تھی جو خود مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی۔

"میرے پاس بعض ہندیوں کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۲۵/ ذی الحجہ کو ایک سوال آیا --- میرے پاس کتابیں نہ تھیں اور مفتی حنفیہ سیدی صالح بن کمال کا کہنا یہ تھا کہ دو دن منگل وبدھ میں جواب مکمل ہو جائے۔ میں نے رب تبارک وتعالی کی امداد و اعانت پر جواب صرف دو مجلسوں میں مکمل کیا جس میں سے مجلس اول تقریباً سات گھنٹے کی تھی اور دوسری مجلس ایک گھنٹے کی۔"

(ترجمہ الدولتہ المکیتہ)

اس استفتاء جو پانچ سوالوں پر مشتمل تھا اور جس کا جواب دو نشستوں میں جو تقریباً آٹھ گھنٹے پر حاوی تھیں تحریر کیا گیا یہ عربی زبان میں چار سو صفحات کی کتاب تھی جسے بنام تاریخی "الدولة المکیة بالمادة الغیبیة" ۱۳۲۳ سے موسوم فرمایا۔

اس مبارک کتاب میں جب کہ آپ کے پاس کوئی کتاب موجود نہ تھی متعدد کتب وفتاوی کے حوالہ جات صفحہ وار بتاتے ہیں اور محض اپنی یادداشت پر بتاتے ہیں۔ یہ محض رب کریم کی وہ عنایت تھی جو وہ اپنے مقبول بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

تصنیفات و افتاء

امام اہلسنت قدس سرہ نے اپنی عمر کے آٹھویں سال میں بزبان عربی "ہدایت النحو" کی شرح تحریر فرمائی اور چودہ سال کی عمر سے مسلسل فقہ پر کام کیا جو اڑسٹھ سال کی عمر تک جاری رہا۔ ایک ہزار کے قریب ضخیم کتابیں اور رسائل یادگار چھوڑے، جو موضوع کے اعتبار سے پچاس مختلف علوم وفنون پر محیط ہیں۔ یہ پچپن سال کا دور پوری تصانیف پر منقسم کیا جائے تو روزانہ کی اوسط تحریر ساڑھے تین جزو ہوتے ہیں جن کے چھپن صفحات بنتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ ۱۲ جلدوں میں ہے جن میں سے چار جلدیں (کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک) طبع ہو چکی ہیں۔ آٹھ ابھی شائع نہیں ہو سکیں۔ پانچویں چھپ رہی ہے۔ فتاویٰ دیکھئے تو آپ کو ایک فقیہ کی فقاہت اور ایک مفتی کی شان افتاء کا اندازہ ہوگا۔

امام بریلوی کی شعر گوئی

کتنی عجیب بات ہے کہ ایسے امام الوقت مسند العصر کے پاس جس کو رات دن کے کم سے کم بیس گھنٹے میں صرف علم دین سے واسطہ ہو جس کے ایوان علم میں اپنے قلم دوات اور دینی کتابوں کے سوا کچھ نہ ہو، جو عرب وعجم کا رہنما ہو، اس کو شعر کہنے کو کیا کہا جائے کسی سے شعر سننے کی فرصت کہاں سے ملتی ہے۔ مگر شان جامعیت میں کمی کیسے ہو اور مملکت شاعری میں برکت کہاں سے آئے اگر اعلیٰ حضرت کے قدم اس کو نہ نوازیں۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس رشک جناں سے سرفراز تھے اس کی طلب تو ہر عاشق کے لئے سرمایہ حیات ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حمد ونعت کا ایک مجموعہ کئی حصوں میں شائع ہو چکا ہے جس کا ایک ایک لفظ پڑھنے والوں اور سننے والوں کو مستی عطا کرتا رہتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا کالغزشوں سے محفوظ رہنا

علمائے دین کے اعلیٰ کارنامے چودہ صدیوں سے چلے آرہے ہیں مگر لغزش علم وفلتت لسان سے بھی محفوظ رہنا یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ زور قلم میں بکثرت تفرد پسندی میں آگئے بعض تجدد پسندی پر اتر آئے۔ تصانیف میں خود آرائیاں بھی ملتی ہیں۔ لفظوں کے استعمال میں بھی بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ قول حق کے لہجہ میں بھی بوئے حق نہیں ہے۔ حوالہ جات میں اصل کے بغیر نقل پر ہی قناعت کر لی گئی ہے لیکن ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علمائے عرب و عجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ محقق مولانا محمد عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی، یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان و قلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرما دیا۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اس عنوان پر غور کرنا ہو تو فتاویٰ رضویہ کا گہرا مطالعہ کر ڈالئے۔

فقیہ اعظم کا ایک عظیم و جلیل حاشیہ جن چار مجلدات پر مشتمل ہے وہ حاشیہ امام ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ "ردالمحتار" پر ہے۔ جسے آپ نے بنام "جدالممتار" موسوم فرمایا ہے۔ لیکن یہ بیش قیمت حاشیہ اسی ذخیرے میں پڑا ہے جو ابھی محروم اشاعت ہے۔

مولیٰ تعالیٰ کسی ایسے مرد جلیل کو پیدا فرما دے جو جملہ تصانیف مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے "مرکز اشاعت علوم امام احمد رضا" قائم کرے اور آپ کے جواہر علمی کو جلوۂ طباعت دے۔ آمین!

وصال مبارک

آپ ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء جمعتہ المبارک کے دن عین اذان جمعہ کے وقت اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین

مسئلہ ۱ ۲ر ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھانا جھینگا کا درست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟ مع دستخط ومہر کے جواب تحریر فرمائیے۔

الجواب ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں۔ تو جن بعض کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہونا ہی چاہئے۔ مگر فقیر نے کتب لغت وکتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی ہے قاموس میں ہے۔

الا ربیان بالکسر سمک کالدود

اربیان ہمزہ مکسورہ کے ساتھ ایک مچھلی ہے مکوڑے کی طرح۔

صحاح وتاج العروس میں ہے۔

الا ربیان بعض من السمک کالدود ویکون بالبصرۃ

اربیان مکوڑے کی طرح سفید مچھلی ہوتی ہے ہے اور بصرہ میں پائی جاتی ہے۔

صراح میں ہے۔

اربیان نوعے از ماہی ست ''اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے۔'' منتہی الارب میں ہے۔ اربیان نوعے از ماہی ست کہ آنرا بہندی جھینگا می گویند ''اربیان مچھلی کی ایک قسم ہے جس کو ہندی میں جھینگا کہتے ہیں۔'' مخزن میں ہے۔ وبیان واربیان نیز آمدہ بفارسی ماہی روبیاں وماہی میک وہندی جھینگا مچھلی نامند ''روبیان اور اربیان بھی کہتے ہیں فارسی میں روبیاں مچھلی اور میک مچھلی اور ہندی میں جھینگا مچھلی کہتے ہیں۔'' تحفۃ المومنین میں ہے۔ بفارسی ماہی روبیاں نامند تذکرۃ داؤد وانطا کی میں ہے۔

روبیان اسم نصرب من السمک یکثر ببحر العراق و القام احمر کثیر الارجل نحو السرطان لکنہ اکثر لحما ''روبیان مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے جو عراق اور قام کے سمندر میں بہت ہوتی ہے۔ سرخی مائل کیکڑے کی طرح بہت پاؤں والی لیکن اس میں گوشت زیادہ ہوتا ہے۔'' حیاۃ الحیوان الکبریٰ میں ہے۔ الروبیان ھو سمک صغیر جدا احمر ''روبیان وسرخی مائل بہت چھوٹی سی مچھلی ہے۔''

تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون وتصریح معراج الدرایۃ مطلقاً حلال ہونا چاہیے کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے۔ والطافی لیس نوعا براسه بل وصف یعتری کل نوع ''اور طافی کوئی مستقل نوع نہیں بلکہ ایک وصف ہے جس کی طرف ہر نوع کی نسبت ہوتی ہے۔'' اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں۔ ردالمحتار میں ہے وفی معراج الدرایہ

ولو وجدت سمکة فی حوصلة طائر توکل و عندالشافعی لا توکل لانه کالرجیع و رجیع الطائر عنده نجس و قلنا انما یعبر رجیعا اذا تغیر و فی السمک الصغار التی تقلی من غیر ان یشتق جوفه فقال اصحابه لا یحل اکله لان رجیعه نجس و عند سائر الائمه یحل ''اگر پرندہ کی پوٹ میں مچھلی پائی جائے تو کھائی جائے گی اور امام شافعی کے نزدیک نہ کھائی جائے گی کیونکہ وہ بیٹھ کی طرح ہے اور ان کے نزدیک پرندہ کی بیٹھ ناپاک ہے اور ہم کہتے ہیں بیٹھ اس وقت ہوگی جب کہ متغیر ہوگئی ہو اور وہ چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک کیے بغیر انہیں بھونا جاتا ہے، شوافع کہتے ہیں ان کا کھانا حلال نہیں کیونکہ پرندہ کی بیٹھ نجس ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک حلال ہے۔''

مگر فقیر نے جواہر اخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔

حیث قال السمک الصغار کلها مکروهة کراهة التحریم هو الاصح ''جب کہ کہا ہے چھوٹی مچھلیاں تمام کی تمام مکروہ تحریمی ہیں۔ یہی بات زیادہ صحیح ہے۔''

جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جدا اور گنگچے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بولا جاتا ہے۔ جیسے ماہی سقنقور۔ حالانکہ وہ ناکے کا بچہ ہے کہ سواحل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے۔ اور ہمارے ائمہ سے حلت رو بیان میں کوئی نص معلوم نہیں۔ اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جواہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی۔ بہر حال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲ ۳ر ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے فحول ومفتیان ذوی العقول اس مسئلہ میں کہ کہنا "یارسول اللہ" "یاولی اللہ" کا جائز ہے یانہیں؟ اور مدد چاہنا پیغمبران اور ولی اللہ سے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کو "یامشکل کشاعلی" وقت مصیبت کے کہنا جائز ہے یانہیں؟ اس کا جواب مع دستخط کے مرحمت فرمایئے تاکہ میں صاف صاف لوگوں کو سمجھا دوں۔ اور عربی آیت وحدیث جہاں آئے اس کا ترجمہ بزبان اردو تحریر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب جائز ہے جب کہ انہیں بندۂ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذن الٰہی والمدبرات امراسے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرہ نہیں ہل سکتا۔ اور اللہ عزوجل کے دیئے بغیر کوئی ایک حبہ نہیں دے سکتا۔ ایک حرف نہیں سن سکتا۔ پلک نہیں ہلاسکتا۔ اور بیشک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی وحرام ہے اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ ندا کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا تلقین فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہیں۔

یامحمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی هذه لیقضی لی

"یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں منہ کرتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو۔"

اور بعض روایات میں ہے۔

لتقضی لی یارسول اللّٰہ "تاکہ حضور میری یہ حاجت پوری فرمائیں۔"

ان نابینا نے بعد نماز یہ دعا کی فوراً آنکھیں کھل گئیں۔

طبرانی وغیرہ کی حدیث میں ہے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا ایک صحابی یا تابعی کو بتائی۔ انہوں نے بعد نماز یوں ہی ندا کی کہ یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے اس حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ ان کی حاجت بھی پوری ہوئی۔ پھر علماء ہمیشہ اسے قضائے حاجات کے لئے لکھتے آئے۔ نیز حدیث میں ہے۔

اذا اراد عونا فلینا داعینونی یا عباد اللّٰہ

جب استعانت کرنا اور مدد لینا چاہے تو یوں پکارے میری مدد کرو اے اللہ کے بندو۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے۔

قولهم یا شیخ عبدالقادر نداء فلما الموجب لرحرمته

یا شیخ عبدالقادر کہنا ندا ہے۔ اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

فقیر نے اس بارے میں ایک مختصر رسالہ ''انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ'' لکھا۔ وہاں دیکھئے کہ زمانہ رسالت سے ہر قرن وزمانہ کے ائمہ وعلماوصلحا میں وقت مصیبت محبوبان خدا کو پکارنا کیسا شائع ذائع رہا ہے۔ وہابیہ کے طور پر معاذ اللہ صحابہ سے آج تک وہ سب بزگان دین مشرک ٹھہرتے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳ ۴/ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف، رحم کرے اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے ہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہ تحریمی؟ بینوا توجروا۔

الجواب وہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے۔ خصوصاً جب کہ سجدہ بروجہ مسنون سے مانع ہو۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے۔

الاسکاف اوالخیاط اذا استوجر علی خیاط شئی من زی الفساق ویعطی لہ فی ذلک کثیرا جرلا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ

''موچی اور درزی جب کسی ایسی چیز کے سینے کا اجارہ کرے جو فساق کا پہناوا ہے۔ اور اس کے لئے اسے بہت اجرت بھی ملے اسے وہ کام نہ کرنا مستحب ہے کیونکہ اس کام کا کرنا گناہ پر مدد کرنا ہے۔''

اور دھوتی باندھ کر بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھرسنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لئے بس ہے۔

لنھیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن کف ثوب اوشعر

بوجہ منع کرنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اور بال سمیٹنے سے۔

ہاں پیچھے نہ گھرسیں تو وہ دھوتی نہیں تہہ بند ہے۔ اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے۔

واللہ تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ٤ ٦ ربیع الآخر شریف ١٣٢٠ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت کہ جھوٹا کافر کا پاک ہے یا ناپاک؟ اگر کوئی کافر سہواً یا قصداً حقہ یا پانی پی لے کیا حکم ہے؟ ترجمہ بزبان اردو ضرور بالضرور ہر مسئلہ میں تحریر فرماتے جایئے تاکہ عام لوگ بخوبی سمجھ لیا کریں۔ **بینوا توجروا کثیرا.**

الجواب کافر ناپاک ہیں۔ قال اللّٰہ تعالی

انما المشرکون نجس ''کافر نرے ناپاک ہیں۔''

یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے۔ پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر ان کے منہ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ضرور ناپاک ہے اور حقہ وغیرہ جس چیز کو ان کا لعاب لگ جائے گا ناپاک ہو جائے گی۔ تنویر الابصار میں ہے۔

سور شارب خمر فور شربھا وھرۃ فور اکل فارۃ نجس

''شراب پینے کے بعد کا شرابی کا جھوٹا اور چوہا کھانے کے بعد بلی کا جھوٹا نجس ہے۔''

یونہی اگر کافر شراب خور کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کو لگ گئی۔ تو جب تک مونچھ دھل نہ جائے گی پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی ناپاک کردے گی۔ درمختار میں ہے۔

لو شاربہ طویلا لا یستوعبہ اللسان فنجس ولو بعد زمان

''اگر اس کی مونچھیں اتنی لمبی ہوں کہ انہیں زبان نہ گھیر سکے تو نجس ہے۔''

اگر چہ کچھ دیر کے بعد ہی پئے۔

اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جدا ہو تو اس کے جھوٹے کو اگر چہ کتے کے جھوٹے کی طرح ناپاک نہ کہا جائے گا۔

فی التنویر الدرر سور ادمی مطلقا ولو جنبا او کافرا طاھر الفم طاھر اہ

''تنویر اور درر میں ہے آدمی کا جھوٹا مطلقاً پاک ہے اگر چہ جنبی ہو یا کافر بشرطیکہ اس کا منہ پاک ہو۔''

مختصراً اگر چہ ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو طیب و بے دغدغہ ہونا ضروری نہیں۔ رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں، پھر کون عاقل اسے اپنے لب وزبان سے لگانے کو گوارا کرے گا؟ کافر کے جھوٹے سے بھی بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے۔ اور یہ نفرت ان کے ایمان سے ناشی ہے۔

وفی دفعه عن قلوبهم سقاط شناعة الکفرة عن اعینهم اوتخفیفها و ذلک غش بالمسلمین وقد صرح العلماء کما فی العقود الدریة وغیرها ان المفتی انمایفتی بما یقع عنده من المصلحة و مصلحة المسلمین فی ابقاء النفرة عن الکفر ة لا فی القائها

''اوران کے دلوں سے اس کے اٹھانے میں ان کی آنکھوں سے کفار کی برائی دور کرنا ہے یا کم کرنا اور یہ مسلمانوں کے ساتھ دھوکا ہے اور تحقیق علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ عقود دریہ وغیرہ میں سے بے شک مفتی وہ فتویٰ دے جس میں اس کے نزدیک مسلمانوں کا بھلا ہو۔اور مسلمانوں کا بھلا کافروں سے نفرت باقی رکھنے میں ہے نہ اس کے ختم کرنے میں۔''

ولہٰذا جو شخص دانستہ اس کا جھوٹا کھائے پئے مسلمان اس سے بھی نفرت کرتے ہیں۔وہ مطعون ہوتا ہے۔اس پر محبت کفار کا گمان ہو جاتا ہے۔اور حدیث میں ہے:

من کان یومن باللّٰہ والیوم الاخر فلا یقف مواقف التھم

''جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔''

متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاک و مایسوء الاذن ''اس بات سے بچ جو کان کو بری لگے۔''

رواہ الامام احمد عن ابی الغادیة والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی طبقات والعسکری فی الامثال وابن مندة فی المعرفة والخطیب فی الموتلف کلھم عن ام الغادیة عمة العاص بن عمرو الطفاوی و عبداللّٰہ بن احمد الامام فی زوائد المسند و ابو نعیم و ابن مندة کلاھما فی العرفة عن العاص المذکور مرسلا وابونعیم فیھا عن حبیب بن الحارث رضی اللّٰہ تعالی عنھم

نیز بہت حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاک و کل امریعتذرمنہ ''ہر اس بات سے بچ جس میں عذر کرنا پڑے۔''

رواہ الضیاء فی المختار ة والدیلمی کلاھما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابن بنیع ومن طریقة العسکری فی امثالہ و القضاعی فی مسندہ معا والبغوی ومن طریقة الطبرانی فی اوسطہ والمخلص فی السادس من فوائدہ وابو محمد الابراھیمی فی کتاب الصلوة و ابن النجار فی تاریخہ کلھم عن ابن عمرو الحاکم فی صحیحہ والبیھقی فی الزھد و العسکری فی الامثال و و ابونعیم فی المعرفة عن سعد ابی وقاص و احمد و ابن ماجة بسند احسن و ابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری

کلھم رافعیه الی النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم و البخاری فی تاریخه و الطبرانی فی الکبیر و ابن مندة عن سعد بن عمارة من قوله رضی اللّٰہ تعالی عنھم اجمعین

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا ولا تنفروا رواہ الائمة احمد والبخاری و مسلم والنسائی عن انس رضی اللّٰہ تعالی عنه

''بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔''

پھر اس میں بلاوجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام (فما ادی الیه فلا اقل ان یکون مکرھا) تو دلائل شرعیہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جھوٹے سے احتراز ضرور ہے۔

وکم من حکم یختلف باختلاف الزمان بل والمکان کماتشھد به فروع جمعه فی کتب الائمة ھذا ماعندی و به افتیت مرارا واللّٰہ ربی علیه معتمدی والیه مستندی واللّٰہ سبحانه و تعالی اعلم

''اور بہت سے احکام اختلاف زمانہ کے ساتھ بلکہ اختلاف مکان کے ساتھ مختلف ہو جاتے ہیں۔اس کی شہادت وہ فروع ہیں جو کتب ائمہ میں جمع ہیں۔یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور میں نے اس کے ساتھ کئی بار فتویٰ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری سند ہے۔اور اللہ پاک و بلند خوب جانتا ہے۔''

کتبه

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیه وسلم

مسئلہ ۵ ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک شخص نماز ظہر کی پڑھنے کھڑا ہوا اور اس نے بعد چار سنت پڑھنے کے سہواً پھر چار سنت کی نیت باندھ لی اور اس کو چار فرض پڑھنا چاہیے تھے۔جس وقت کہ وہ دو رکعت نماز ادا کر چکا اس کو خیال ہوا کہ اب مجھ کو فرض پڑھنا تھے۔ پس اس نے اپنے دل میں فرضوں کی نیت باندھ لی کہ میں فرض پڑھتا ہوں اور اس نے دو رکعت پیشتر کی بہ نیت سہواً سنت ادا کی اور دو رکعت آخر کی بہ نیت فرض کے خالی الحمد کے ساتھ پڑھی۔دریں صورت کہ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت بینوا توجروا؟

الجواب یہ نماز فرض ہوئی نہ سنت۔فرض تو یوں نہ ہوئے کہ پہلی دو رکعتوں میں نیت فرض کی نہ کی تھی اور فعل کے بعد نیت کا اعتبار نہیں۔ فی الدر المختار لاعبرة بنیة متاخرة عنھا علی المذھب اور دو رکعت اخیر میں اگر فرض کی نیت اس نے تیسری رکعت کی پہلی تکبیر کے وقت بحال قیام نہ کی، جب تو یہ نیت ہی لغو ہے۔اور اس وقت کی تو اب وہ پہلی نیت سے نماز فرض کی

طرف منتقل ہوگیا۔ اگر چار پوری پڑھ لیتا فرض ہوجاتے۔ مگر اس نے دو پر قطع کر دی لہٰذا یہ بھی فرض نہ ہوئے۔

فی الدر المختار یفسدھا انتقالہ من صلوۃ الی مغایر تھا فی ردالحتار ربان ینوی بقلبہ مع التکبیرات الانتقال المذکور قال فی النھربان صلی رکعۃ من الظھر مثلاثم افتح العصر اوالتطوع بتکبیرۃ فان کان صاحب ترتیب کان شارعا فی التطوع عندھما خلافا لمحمد اولم یکن بان سقط للضیق اوللکثرت صح شروعہ فی العصر لانہ نوی تحصیل مالیس بحاصل فخرج عن الاول فمناط الخروج عن الاول صحۃ لشروع فی المغایر ولو من وجہ الخ

"درمختار میں ہے فاسد کرتا ہے نماز کو انتقال اس کا ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف جو پہلی نماز کے مغائر ہو۔ شامی میں ہے جیسے آدمی اپنے دل کے ساتھ نیت کرے تکبیرات کے ساتھ انتقال مذکور کی مصنف نہر نے کہا ہے جیسے نمازی نے ظہر کی مثلاً ایک رکعت پڑھی پھر عصر شروع کر دی یا نفل تکبیر کے ساتھ شروع کر دیئے پس اگر وہ صاحب ترتیب ہے شیخین کے نزدیک وہ نفل شروع کرنے والا ہے۔ امام محمد کا اختلاف ہے یا نہیں ہوا ساقط ہوئی بوجہ تنگی وقت کے یا واسطے کثرت کے درست ہے شروع ہونا اس کا عصر میں کیونکہ اس نے ایسی چیز کے حاصل کرنے کی نیت کی ہے جو اسے حاصل نہیں پس پہلی نماز سے نکل گیا پس پہلی نماز سے نکلنے کا دارومدار صحت شروع ہے پہلی نماز سے مغائر نماز میں اگرچہ تغائر من وجہ ہو۔"

اور سنت نہ ہونا ظاہر ہے کہ سنتیں تو پڑھ چکا ہے بلکہ اگر سنتیں نہ پڑھی ہوتیں اور تیسری یا کسی رکعت کی تکبیر اول کے وقت نیت فرض کی کر لیتا جب بھی سنتیں نہ ہوتیں کہ وہ اس نیت کے سبب فرض کی طرف منتقل ہوگیا۔ بہرحال یہ رکعتیں نفل ہوئیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۶ ۸/ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی۔ بعدہ، سلام پھیرا۔ اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ جیسا ہو ویسا ہی معہ دستخط مہر کے ارقام فرمایئے۔ اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو اس کی نماز فرض ہوجاتی یا نہیں؟

الجواب فرض ہوئے اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا۔ اس پر سجدۂ سہو تھا۔ بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورۃ ملا

لے تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے۔ امام کے لئے ضرور مکروہ ہے۔ بلکہ مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام۔ درمختار میں ہے:

ضم سورة فی الاولین من الفرض وھل یکرہ فی الاخریین المختار لا

''فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ کا ملانا فرض ہے۔ اور کیا پچھلی دو رکعتوں میں مکروہ ہے؟ مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔''

ردالمحتار میں ہے:

ای لا یکرہ تحریما بل تنزیھا لانہ خلاف السنة قال فی الملیة وشرحھا فان ضم السورة الی الفاتحة ساھیا تجب علیہ سجدتا السھو فی قول ابی یوسف لتاخیر الرکوع عن محلہ و فی اظھر الروایات لا تجب لان القراء ة فیھما مشروعة من غیر تقدیر والانتصار علی الفاتحة مسنون لا واجب اہ فی البحر عن فخر الاسلام ان السورة مشروعة فی الاخریین نفلا و فی الذخیرة انہ المختار و فی المحیط ھو الاصح اہ والظاھر ان المراد بقولہ نفلا بجواز المشروعیة بمعنی عدم الحرمة فلاینا فی کونہ خلاف الاولی کما افادہ فی الحلیة اہ ما فی ردالمحتار . اقول لفظ الحیلة ثم الظاھر اباحتھا کیف لا وقد تقدم من حدیث ابی سعید الخدری فی صحیح المسلم وغیرہ انہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم کان یقرا فی صلوة الظھر فی الرکعتین الاولین قدر ثلثین اية وفی الاخریین قدر خمسة عشرایة او قال نصف ذلک. فلا جرم ان قال فخر الاسلام فی شرح جامع الصغیر واماالسورة فانھا مشروعة نفلا فے الاخریین حتی قلنا فیمن قرء فی الاخریین لم یلزمہ سجدة السھو انتھی. ثم یمکن ان یقال الاولی عدم الزیادة و یحمل علی الخروج مخرج البیان لذلک الحدیث ابی قتادة رضی اللّٰہ تعالی عنہ (یرید ما تقدم بروایة الصحیحین) ان النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ و سلم کان یقرو فی الظھر فی الاولیین بام القران و سورتین، وفی الرکعتین الاخریین بام الکتب الحدیث قول المصنف المذکور (ای ولا یزید علیھماشینا) و قول غیر واحد من المشائخ کما فی الکا فی وغیرہ و یقرو فیھما بعد الاولیین الفاتحة فقط و یحمل علی بیان مجرد الجواز حدیث ابی سعید رضی اللّٰہ تعالی علیہ قول فخرالاسلام فان النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ و سلم یفعل الجائز فقط فی بعض الاحیان تعلیما للجواز وغیرہ من غیر کراھة فی حقہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ و سلم کما یفعل الجائز الا ولی فی غالب الاحوال والنفل لا ینافی عدم الاولویة فیندفع بھذا ماعساہ یخال من المخالفة بین الحدیثین المذکورین و بین اقوال المشائخ واللّٰہ سبحانہ اعلم اہ و لعلک لا یخفی علیک

ان حمل المشروع نفلا على المكروه تنزيها مستبعد جدا و قراء ة السور ة فى الاخرين ليست فعلا مستحبا مستقلا يعتبر به عدم الاولوية لعارض كصلوة نافلة مع بعض المكروهات وانما المستفاد من النفلية ههنا فيما يظهر هو استحباب فعلها فكيف يجامع عدم والالوية ولذى يظهر للعبدا لضعيف ان سنه الاقتصاد على الفاتحة انما تثبت عن المصطفى صلى اللّٰه تعالى عليه و سلم فى الامامة فانه لم يعهد منه صلى اللّٰه تعالى عليه و سلم صلوة مكتوبة الا اما ما ال نادرا فى غاية الندرة فيكره للامام الزيادة عليها لا طالة على المقتدين فوق السنة. بل لو اطال الى حد الاستثقال كره تحريما اما المنفرد فقال فيه النبى صلى اللّٰه تعالى عليه و سلم فليطول ماشاء. وزيادة القراء زياده خير ولم يعرضه مايعارض خيريته فلا يبعدان يكون نفلا فى حقه. فان حملنا كلام اكثر المشائخ على الامة و كلام الامام فخر الاسلام و تصحيح الذخيرة المحيط على المنفرد حصل التوفيق. وباللّٰه التوفيق. هذا ما عندى. واللّٰه سبحانه، وتعالى اعلم

''یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ خلاف سنت ہے۔ یہ منیہ اوراس کی شرح میں کہا ہے۔ پس اگر ملایا اس نے سورۃ کو ساتھ فاتحہ کے بھول کر، واجب ہوگا اس پر سجدہ سہوابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قول میں رکوع میں تاخیر کی بناپر، اوراظہر روایات میں سجدہ سہوواجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ قراءت توان دونوں رکعتوں میں مشروع ہے بغیر کسی خاص اندازہ کے۔ رہا فاتحہ پر اقتصار، تو یہ سنت ہے، واجب نہیں۔ بحر میں فخر الاسلام سے روایت ہے کہ فاتحہ کے ساتھ سورۃ کا ملانا پچھلی دو رکعتوں میں نفلا جائز ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے وہی مختار ہے۔ اور محیط میں سے وہی زیادہ صحیح ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فخر الاسلام کے قول میں نفلا قراءت کے جائز ہونے سے مراد عدم حرمت ہے۔ پس یہ قول قرات فی الاخریین کے خلاف اولیٰ ہونے کے مخالف نہیں جیسا کہ حلیہ میں یہ بیان کیا ہے۔ ردالمختار کی عبادت تمام ہوئی۔ میں کہتا ہوں لفظ حلیہ کا پھر ظاہر قراءت کا جواز ہے جواز کیسے نہ ہو جب کہ پہلے گزر چکا ہے ابی سعید خدریؓ کی حدیث سے صحیح مسلم وغیرہ میں بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے صلوۃ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کا اندازہ، اور پچھلی دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کا قدر یا کہا نصف اس کا پس اس لئے فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ سورۃ تو وہ نفلا پچھلی دو رکعتوں میں میں نفلا جائز ہے۔ اور ذخیرہ میں ے وہی مختار ہے۔ اور محیط میں سے وہی زیادہ صحیح ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فخر الاسلام کے قول میں نفلا قراءت کے جائز ہونے سے مراد عدم حرمت ہے۔ پس یہ قول قراءت فی الاخریین کے خلاف اولیٰ ہونے کے مخالف نہیں جیسا کہ حلیہ میں یہ بیان کیا ہے۔ ردالمختار کی عبارت تمام ہوئی۔ میں کہتا ہوں لفظ حلیہ کا پھر ظاہر قراءت کا جواز ہے جواز کیسے نہ ہو جب کہ پہلے گزر چکا ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صحیح مسلم وغیرہ میں بے شک نبی

صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے صلوٰۃ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تین آیتوں کا اندازہ، اور پچھلی دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کا قدر یا کہا نصف اس کا پس اس لئے فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے کہ سورۃ تو وہ نفلاً پچھلی دو رکعتوں میں جائز ہے۔ یہاں تک کہ ہم نے اس آدمی کے بارہ میں کہا ہے جو پچھلی دو رکعتوں میں سورت پڑھے کہ اس پر سجدہ سہو لازم نہیں انتہی ۔ پھر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے اولی عدم زیادت ہے اور حمل کیا جائے مخرج بیان پر واسطے حدیث قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ (اس سے مراد وہ حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے صحیحین کی روایت کے ساتھ) کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں اور ظہر کی پچھلی دو رکعتوں میں فاتحۃ الحدیث۔ قول مصنف مذکور کا (یعنی نہ زیادہ کرے اوپر ان دونوں کے کوئی شے) اور قول بہت سے مشائخ کا جیسا کہ کافی وغیرہ میں ہے اور پڑھے ان دونوں میں پیچھے پہلی دو رکعتوں کے سورۃ فاتحہ صرف اور حمل کی جائے اوپر بیان صرف جواز کے حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ اور قول فخر الاسلام کا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات صرف جائز کام کرتے ہیں تعلیم جواز وغیرہ کے لئے بغیر کراہت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جیسا کہ غالب احوال میں جائز اولیٰ کو کرتے اور نفل عدم اولویت کے منافی نہیں۔ پس اس توجیہ سے وہ اعتراض مندفع ہو جاتا ہے جو خیال کیا جا سکتا تھا یعنی مخالفت درمیان حدیثوں کے اور اقوال مشائخ کے واللہ سبحانہ، اعلم اھ۔ شاید تجھ پر یہ بات پوشیدہ نہ ہو کہ مشروع نفلاً کو مکروہ تنزیہی پر حمل کرنا بہت بعید ہے اور پچھلی دو رکعتوں میں سورت کا پڑھنا ایسا فعل مستحب مستقل نہیں جس کے ساتھ کسی عارض کی وجہ سے عدم اولویت کا اعتبار کیا جائے جیسا کہ نفل نماز بعض مکروہات کے ساتھ ظاہر فہم میں یہاں نفلیۃ کا معنی ہے کہ اس کا کرنا مستحب ہے پس اس معنی کے اعتبار سے نفلیۃ خلاف اولیٰ کے ساتھ کس طرح جمع ہو سکتی ہے اور اس ضعیف بندہ کے لئے جو بات ظاہر ہوئی ہے یہ ہے کہ پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پر اقتصار یہ سنت ہے جو کہ حالت امامت میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرض نماز حالت امامت کے بغیر معلوم نہیں ہوئی مگر بہت ہی کم۔ پس امام کے لئے اخریین میں فاتحہ پر زیادت مکروہ ہے بوجہ لمبا کرنے نماز کے مقتدیوں پر قدر سنت سے زیادہ۔ بلکہ اگر اتنی لمبی کی کہ مقتدیوں کو بھاری معلوم ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ رہا اکیلے نماز پڑھنے والا، پس اس کے بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے پس وہ قراءت لمبی کرے جتنی چاہے۔ اور زیادہ قراءۃ زیادہ خیر ہے۔ اور یہاں کوئی عاض نہیں جو اس کی خیریت کو عارض ہو پس بعید نہیں کہ اس کے حق میں نفل ہو۔ پس اگر ہم حمل کریں کلام اکثر مشائخ کو امامت پر اور کلام فخر الاسلام اور تصحیح ذخیرہ و محیط کو منفرد پر، تو دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور توفیق اللہ کے ساتھ ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور اللہ سبحانہ، وتعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۷ ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے بسم اللہ کہہ کر ایک شکار کے اوپر بندوق چلائی پس جس وقت اس کو جا کر دیکھا تو کوئی آثار اس میں زندگی کے نہ تھے اور نہ جنبش تھی۔ جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون نکلا اچھی طرح سے پس وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو ذبح نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور درصورت نہ نکلنے خون کے بھی جواب تحریر فرمائیے۔ بینوا و توجروا

الجواب اگر ذبح کرلیا اور ثابت ہوا کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی۔ مثلاً پھڑک رہا تھا یا ذبح کرتے وقت تڑپا، اگر چہ خون نہ نکلا یا خون ایسا نکلا جیسا مذبوح سے نکلا کرتا ہے اگر چہ جنبش نہ کی، یا اور کسی علامت سے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے۔ اور اگر بندوق سے مار کر چھوڑ دیا۔ ذبح نہ کیا۔ یا کیا مگر اس میں وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا۔ تو حرام ہے۔ غرض مدار کار اس پر ہے کہ ذبح کرلیا جائے اور وقت ذبح اس میں رمق باقی ہو اگر چہ نہ جنبش کرے نہ خون دے حلال ہو جائے گا ورنہ حرام۔ درمختار میں ہے۔

ذبح شاة مريضة فتحركت اوخرج الدم حلت والا لا ان لم تدرحياته عند الذبح و ان علم حياته حلت مطلقا وان لم تحرك ولم يخرج الدم و هذا يتاتى في منخنقة و متردية و نطيحة والتي فقر الذئب بطنهافزكاة هذه الاشياء تحلل وان كانت حياتها خفيفة وعليه الفتوى لقوله تعالى الا ما ذكيتم من غيره فصل اه و في رد المحتار عن البزازى عن الاسبيحابى عن الامام الاعظم رضى الله تعالى عنه خروج الدم لا يدل على الحيوة الا اذا كان يخرج كما يخرج من الحى قال و هو ظاهر الرواية

"ذبح کیا اس نے بیمار بکری کو پس اس نے حرکت کی یا اس سے خون نکلا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں اگر وقت ذبح اس کی زندگی معلوم نہ ہو۔ وقت ذبح زندگی معلوم ہوئی تو مطلقاً حلال ہے اگر چہ حرکت بھی نہ کرے اور خون بھی نہ نکلے۔ اور یہی حکم ہے گلا گھونٹی اور بلندی سے گرنے والی اور سینگ سے زخمی ہونے والی اور جس کا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ دیا ہو۔ پس بحالت مذکورہ ان کا ذبح کرنا انہیں حلال کردے گا اگر چہ ان میں خفیف سی زندگی ہو اور اسی پر فتویٰ ہے بوجہ فرمان اللہ تعالیٰ کے مگر جسے ذبح کرلیا تم نے بغیر فصل کے اھ۔ اور ردالمحتار میں روایت ہے بزازی سے انہوں نے اسبیجابی سے انہوں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ محض خون نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا ہاں جس وقت کہ اس طرح سے نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے کہا کہ یہ ظاہر روایت ہے۔"

اسی کتاب الصید میں ہے:

المعتبر في المتردية واخواتها كنطيحة و موقوذة وما اكل السبع و المريضة مطلق الحياة وان قلت

کمااشرنا الیه علیه الفتوی

''بلندی سے گر کر قریب المرگ اور اس کے ساتھ مذکور فی القرآن باقی اشیاء نطیحہ، موقوذہ وغیرہ میں مطلق زندگی معتبر ہے اگر چہ کم ہی ہو جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔''

مدارک التنزیل میں ہے:

الموقذة التی اسخنوها ضربا بالعصا اوحجر ''موقوذہ وہ ہے جسے وہ لاٹھی یا پتھر سے زخمی کرتے تھے۔''

معالم میں ہے:

قال قتادہ ۃ کانوایضربونها بالعصا فاذاماتت اکلوها اہ قلت فظهر ان المضروب بکل مثقل کالبندقة ولو بندقة الرصاص کله من الموقوذ ۃ فیحل بالذکا ۃ وان قلت الحیاۃ

''قتادہ نے کہا کفار جانور کو یہاں تک مارتے تھے کہ وہ مرجاتا تھا اسے کھاتے تھے۔ میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوا کہ ہر بھاری چیز کا مضروب جانور جیسے بندوق اگر چہ سکہ کی گولی والی ہو یہ سب موقوذہ میں شامل ہیں پس یہ ذبح کرنے سے حلال ہو جاتی ہیں اگر چہ وقت ذبح ان میں قلیل زندگی ہو۔''

ردالمحتار میں ہے:

لا یخفی ان الجرح بالرصاص انما هوبا لاحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنیف اذلیس له حدفلا یحل وبه افتی ابن نجیم واللّٰه تعالی اعلم

''پوشیدہ نہیں کہ سکہ کی گولی کا زخم بوجہ جلنے اور بوجھ کے ہے بواسطہ اس کے زور سے پھینکنے کے کیونکہ گولی میں دھار نہیں پس حلال نہیں۔ اسی کے ساتھ ابن نجیم نے فتویٰ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔''

کتبه

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰه علیه وسلم

مسئلہ ۸ ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوقیہ کھیلتا ہے۔ پس بحکم شرع شریف کے کس قدر شکار کھیلنا چاہیے اور کس وقت میں؟ اور وہ شکاری ہر روز شکار کھیلنے میں گنہگار رہتا ہے یا نہیں؟ بینوا مفصلا توجروا کثیرا

الجواب شکار کے محض شوقیہ بغرض تفریح ہو جس ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے ولہٰذا شکار کھیلنا کہتے ہیں۔ بندوق کا خواہ مچھلی

کا، روزانہ ہوخواہ گاہ گاہ مطلقاً بالاتفاق حرام ہے۔ حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو۔

آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کی کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسرشان سمجھیں، یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں وہ گرم دوپہر، گرم لو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے، اور دوپہر دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں، کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں؟ حاشا وکلا بلکہ وہی لہو ولعب ہے اور بالاتفاق حرام۔

ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کہئے مثلاً مچھلی بازار میں بھی ملے گی، وہاں سے لے لیجئے، ہرگز قبول نہ کریں گے۔ یا کہئے کہ ہم اپنے پاس سے لائے دیتے ہیں، کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی غرض نہیں رکھتے، بانٹ دیتے ہیں۔ تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح وحرام ہے۔ درمختار میں ہے **الصید مباح الاللتلھی کماھو ظاھر** اسی طرح اشباہ وبزازیہ ومجمع الفتاویٰ وغنیہ ذوی الاحکام وتاتارخانیہ وردالمحتار وغیرہا عامہ اسفار میں ہے۔ **واللّٰہ سبحنہ و تعالٰی اعلم**

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۹ ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شعر کا مطلب جو شرع محمدی فصل اٹھائیسویں بیان مکروہات وضو میں ہے۔

تیسرے تانبے کے برتن سے اگر ہے وضو ناقص کرے گا جو بشر

یہ نہ معلوم ہوا کہ تانبے کے برتن سے کیوں وضو ناقص ہے؟ آج کل بہت شخص تانبے کے برتن لوٹے سے وضو کرتے ہیں۔ کیا ان سب کا وضو ناقص ہوتا ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب تانبے کے برتن سے وضو کرنا اس میں کھانا پینا سب بلاکراہت جائز ہے۔ وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ ہاں قلعی کے بعد چاہیے۔ بے قلعی میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہوتا ہے۔ اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔ علماء نے وضو کے آداب ومستحباب سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو۔ اور اس میں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے۔

ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

منھا (ای من اداب الوضوء) کون انیۃ من خزف

”اس سے (یعنی آداب وضو سے) ہونا اس کے برتنوں کا پختہ مٹی سے۔“

اسی میں اختیار شرح مختار ہے:

اتخاذھا (ای اوانی الاکل والشرب) من الخزف افضل اذلاصرف فیہ ولامخیلۃ وفی الحدیث من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکتہ ویجوز اتخاذھا من نحاس اورصاص

"پکڑنا ان کا (یعنی کھانے پینے کے برتن) پختہ مٹی سے افضل ہیں کیونکہ اس میں کچھ خرچ بھی نہیں اور تکبر بھی نہیں اور حدیث میں ہے جو شخص گھر کے برتن مٹی کے رکھے فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں۔ تانبے اور قلعی کے برتن بھی جائز ہیں۔" اسی میں ہے۔

یکرہ الاکل فی النحاس الغیر المطلی بالرصاص لانہ یدخل الصداء فی الطعام فیورث ضرر اعظیما وما بعدہ فلا اھ ملخصا واللہ تعالی اعلم

"مکروہ ہے کھانا کھانا بغیر قلعی شدہ تانبے کے کیونکہ وہ کھانے میں اپنا برا اثر ڈالتا ہے جس سے صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور قلعی کرنے کے بعد وہ اثر زائل ہو جاتا ہے۔"

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۰ ۱۳ / ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس صورت میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں، اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں۔ اور اس درخت اور اس طاق کے پاس جا کر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں۔ ہار لٹکاتے ہیں لوبان سلگاتے ہیں، مرادیں مانگتے ہیں۔ اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ واقع ہے۔ کیا شہید مردان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں؟ اور یہ اشخاص حق پر ہیں یا باطل پر؟ جواب عام فہم مع دستخط کے تحریر فرمائیے۔ **بینوا بالکتاب توجروا بالثواب**

الجواب یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں۔ ان کا ازالہ لازم

ماانزال اللہ بہا من سلطن۔ ولا حول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ وللہ سبحانہ و تعالی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۱ ۱۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالی اندریں مسئلہ کہ بعد فوت ہوجانے والدین کے اولاد کے اوپر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب

الجواب

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازہ کی تجہیز غسل، کفن، نماز، دفن ہے۔ اور ان کاموں میں ایسے سنن و مستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی و برکت و رحمت وسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لئے دعا و استغفار ہمیشہ کرتے رہنا۔ اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ و خیرات و اعمال صالحات کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا۔ بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا۔ آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کے ادا میں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی قرض رہ گیا ہو تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا۔ حج نہ کیا ہو تو خود ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا ہو تو اسے ادا کرنا۔ نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا، وعلی ھذا القیاس ہر طرح ان کی براءت ذمہ میں جدوجہد کرنا۔

(٦) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو۔ مثلاً وہ نصف جائیداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی شخص کیلئے کرگئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ بے اجازت وارثان نافذ نہیں۔ مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشی پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں یا باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب تو وہ ہیں نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسا ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو۔ اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح کے امور جائز میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لئے جانا، وہاں قرآن شریف ایسی آواز سے کہ وہ سنیں پڑھنا اور اس کا ثواب ان کی روح

کو پہنچانا۔ راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام وفاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کیے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں یاباپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) اور سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں رنج نہ پہنچانا۔ اس کے سب اعمال کی ماں باپ کو خبر پہنچتی ہے۔ نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے دمکنے لگتا ہے اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں ان کے قلب پر صدمہ پہنچتا ہے۔ ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ قبر میں بھی انہیں رنج دیا جائے۔ اللہ غفور رحیم، عزیز کریم جل جلالہ صدقہ اپنے حبیب رؤف ورحیم علیه و علی آله افضل الصلوة و التسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے گناہوں سے بچائے۔ ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور وسرور پہنچائے کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز۔ وہ غنی ہے اور ہم محتاج۔

حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر. ولاحول ولاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم. وصلی اللّٰہ تعالی علی الشفیع الرفیع الغفور الکریم الروف الرحیم سیدنا محمد واله وصحبه اجمیعین. امین الحمد للّٰہ رب العالمین

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حق استخراج کیے ان میں سے بعض بقدر کفایت ذکر کروں۔

حدیث ۱ کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی کوئی طریقہ ان کے ساتھ نیکی کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں؟ فرمایا۔

نعم اربعة الصلاة علیهما والا ستغفار لهما وانفاذ عهد هما من بعد هما واکرام صدیقهما و صلته الرحم التی لا رحم لک الا من قبلهما فهذا الذی بقی من برهما بعد موتهما

"ہاں چار باتیں ہیں ان پر نماز اور ان کے لئے دعائے مغفرت اور ان کی وصیت نافذ کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت اور جو رشتہ صرف انہی کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا۔ یہ وہ نیکی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے۔"

رواه ابن النجار عن ابی اسید الساعدی رضی اللّٰہ تعالی عنه مع القصة و رواه البیهقی فی سننه رضی اللّٰہ تعالی عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم لا یبقی للولد من برالوالد الاربع، الصلوة علیه والدعاء له وانفاذ عهده من بعده و صلة رحمه واکرام صدیقه

حدیث ۲ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

استغفار الولد لابیه بعد الموت من البر

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

رواہ ابن النجار عن ابی اسید مالک بن زرارۃ رضی اللہ تعالی عنه

حدیث ۳ کہ فرماتے ہے،

اذا ترک العبد الدعاء للوالدین فانه ینقطع عنه الرزق

''آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔''

رواہ الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنه

حدیث ٤، ٥ کہ فرماتے ہیں۔

اذا تصدق احدکم بصدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها والا ینقص من اجره شیئا

''جب تم میں کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے ثواب سے کچھ نہ گھٹے گا۔''

رواہ الطبرانی فی اوسطه وابن عساکر عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنهما۔ ونحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن ماویة بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالی عنهما

حدیث ٦ کہ صحابی ایک رضی اللہ تعالی عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے باپ کی زندگی میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔ اب وہ مر گئے۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا۔

ان من البر بعد الموت ان تصلی لهما مع صلوتک و تصوم لهما مع صیامک. (رواہ الدارقطنی)

''بعد مرگ نیک سلوک یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے۔''

یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفل نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز روزے ان کی طرف سے انہیں ثواب پہنچانے کو بھی بجا لا یا نماز روزہ جو عمل نیک کرے ساتھ ہی انہیں بھی ثواب پہنچانے کی بھی نیت کر لے کہ انہیں بھی ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا۔

کما مر ولفظ مع یحتمل الوجهین بل هذا الصدقة بالمیته محیط. پھر تا تارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے۔ الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجرہ شئی

حدیث ۷ کہ فرماتے ہیں۔

من حج عن ولدیه اوقضی عنهما مغرما بعثه اللّٰه یوم القیمة مع الابرار

”جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روز قیامت نیکوں کے ساتھ اٹھے۔“

رواه الطبرانی فی الاوسط والدار قطنی فی السنن عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالی عنه

حدیث ۸ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسی ہزار قرض تھے۔ وقت وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر فرمایا۔

بع فیها اموال عمر فان وفت والافسل بنی عدی فان وفت والافسل قریشا ولاتعدعنهم

میرے دین میں اول میرا مال بیچنا اگر کافی ہو جائے فبہا ورنہ میری قوم بنی عدی سے مانگنا اگر یوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا۔

پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا اضمنها تم میرے قرض کی ضمانت کرلو۔ وہ ضامن ہوگئے اور امیر المومنین کے دفن سے پہلے اکابر انصار و مہاجرین کو گواہ کرلیا کہ وہ اسی ہزار مجھ پر ہیں۔ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سارا قرض ادا فرما دیا۔

رواه ابن سعد فی الطبقات عن عثمان بن عروة

حدیث ۹ قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ عنہا نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کرسکیں اور ان کا انتقال ہوگیا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ فرمایا۔

نعم حجی عنها ارایت لو کان علی امک دین اکنت قاضیة اقضوا اللّٰه فاللّٰه احق بالوفاء. رواه البخاری عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالی عنه

”ہاں اس کی طرف سے حج کر۔ بھلا دیکھ تو اگر تیری ماں پر کوئی دین ہوتا تو تُو ادا کرتی یا نہیں یوں ہی خدا کا دین ادا کرو کہ وہ زیادہ ادا کا حق رکھتا ہے۔“

حدیث ۱۰ کہ فرماتے ہیں ۔

اذا حج الرجل عن والدیه تقبل منه ومنهما وابتشر به ارواحهما فی السماء وکتب عند اللّٰه برا

رواه الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللّٰه تعالی عنه

”انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے وہ حج اس کی طرف سے اور ان سب کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی

روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔"

حدیث ١١ کہ فرماتے ہیں ۔

من حج عن ابیه اوعن امه فقد قضی عنه حجة و کان له فضل عشر بحج

"جو اپنی ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے اس کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔"

رواہ الدار قطنی عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالی عنهما

حدیث ١٢ کہ فرماتے ہیں ۔

من حج عن والدیه بعد وفاتهما کتب اللّٰہ اعتقا من النارو کان للمحجوج عنهما اجر حجة تامة من غیر ان ینقص من اجورهما شئی. رواہ الاصبهانی فی الترغیب والبیهقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنه

"جو اپنے والدین کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلا کمی نہ ہو۔"

حدیث ١٣ کہ فرماتے ہیں ۔

من برقسمهما وقضی دینهما ولم یستسب لهما کتب بارا و ان کان عاقا فی حیاته ومن لم یبرقسمهما ویقض دینهما واستسب لهما کتب عاقا وان کان بارا فی حیاته. رواہ الطبرانی فی الاوسط عن عبد الرحمن بن سمرة رضی اللّٰہ عنه

"جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم سچی کرے اور ان کا قرض اتارے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انہیں برا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نیکوکار لکھا جائے اگرچہ ان کی زندگی میں نافرمان تھا اور جو ان کی قسم پوری نہ کرے اور ان قرض نہ اتارے اور ان کے والدین کو برا کہہ کر انہیں برا کہلوائے وہ عاق لکھا جائے اگرچہ ان کی حیات میں نیکوکار تھا۔"

حدیث ١٤ کہ فرماتے ہیں ۔

من زار قبر ابویه اواحدهما فی کل یوم جمعة مرة غفر اللّٰہ له و کتب برا. رواہ الامام الترمذی العارف باللّٰہ الحکیم فی نوادر الاصول عن ابی هریرة رضی اللّٰہ تعالی عنه

"جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے۔"

حدیث ۱۵ کہ فرماتے ہیں۔

من زار قبر والدیہ او احدھما یوم الجمعۃ فقرء عندہ یس غفر لہ

رواہ ابن عدی عن الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے اور اس کے پاس یٰسین پڑھے بخش دیا جائے۔''

وفی لفظ من زار قبر والدیہ او احدھما فی کل جمعۃ فقرء عندہ یس غفر اللہ لہ بعدد کل حرف منھا

''جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے وہاں یٰسین پڑھے یٰسین شریف میں جتنے حرف ہیں ان سب کی گنتی کی برابر اللہ اس کے لئے مغفرتیں فرمائیں۔''

رواہ ھو الخلیلی و ابو شیخ والدیلمی و بن النجار والرفعی وغیرھم عن ام المومنین الصدیقۃ عن ابیھا الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حدیث ۱۶ کہ فرماتے ہیں۔

من زار قبر ابویہ او احدھما احتسابہ کان کعدل حجۃ مبرورۃ ومن کان زوار الھما زارت الملئکۃ قبرہ

''جو بہ نیت ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارت قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے۔ اور جو بکثرت ان کی زیارت قبر کیا کرتا ہو، فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں۔''

رواہ الامام الترمذی الحکیم و ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما

امام ابن الجوزی محدث کتاب عیون الحکایات میں بسند خود محمد ابن العباس وراق سے روایت فرماتے ہیں۔ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا۔ راہ میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ وہ جنگل درختاں مقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا۔ ان کے نیچے دفن کر کے بیٹا جہاں جاتا تھا چلا گیا۔ جب پلٹ کر آیا، اس منزل میں رات کو پہنچا۔ باپ کی قبر پر نہ گیا ناگاہ سنا کہ کوئی کہنے والا یہ اشعار کہہ رہا ہے۔

رائتک تطوی الدوم لیلا ولاتری　　علیک اھل الدوم تتکلما

و بالدوم ثاولو ثویت مکانہ　　و مر باھل الدوم عاد فسلما

میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جن ان پیڑوں میں ہے اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا۔ حالانکہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر تو اس کی جگہ ہوتا اور یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔

حدیث ۱۷ کہ فرماتے ہیں ۔

من احب ان یصل اباہ فی قبرہ فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ

رواہ ابو یعلی وابن حبان عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما

''جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے۔''

حدیث ۱۸ کہ فرماتے ہیں ۔

من البران تصل صدیق ابیک. رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالی عنہ

''باپ کے ساتھ نیکوکاری سے یہ ہے کہ تو اس کے دوست سے اچھا برتاؤ رکھے۔''

حدیث ۱۹ کہ فرماتے ہیں ۔

ان ابر البران یصل الرجل اہل ذی ابیہ بعد ان یولی الاب رواہ الائمۃ احمد والبخاری فی ادب المفرد و مسلم فی صحیحہ وابوداود والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ

''بے شک باپ کے ساتھ نیکوکاریوں سے بڑھ کر یہ نیکوکاری ہے کہ آدمی باپ کے پیٹھ دینے کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر رہتا ہے۔''

حدیث ۲۰ کہ فرماتے ہیں ۔

احفظ ودابیک لا تقطعہ فیطفئی اللہ نورک ''اپنے باپ کی دوستی نگاہ رکھا سے قطع نہ کرنا کہ اللہ تیرا نور بجھا دے گا۔''

رواہ البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

حدیث ۲۱ کہ فرماتے ہیں ۔

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالی و تعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامہات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتہم و تزدادو جوہہم بیاضا واشراقا فاتقوا اللہ ولاتوذوا امواتکم. رواہ الامام الحکیم عن والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ

ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو۔ وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی وتابش بڑھ جاتے ہے تو اللہ سے ڈرو اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ۔

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں۔ تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیوی

پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت وکمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے، تو صرف ماں یا باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہوسکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش ہونے، ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں، خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ جل وعلی ورسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت ورحمت کے مظہر ہیں۔ لہٰذا قرآن عظیم میں جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ۔

ان اشکرلی ولوالدیک ''حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔''

حدیث میں ہے ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت کا ٹکڑا ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں۔ کیا اب میں اس کے حق سے ادا ہو گیا ہوں؟

رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔

لعلہ ان یکون بطلقة واحدة رواہ الطبرانی فی الاوسط عن بریدة رضی اللہ تعالی عنہ

''تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید یہ ان میں ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔''

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالی علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین امین والحمد للہ رب العلمین

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۲ ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک دعا قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد وقل کے تکبیر کہہ کر دعا قنوت اس کو نہیں آتی ہے۔ پس اس کی نماز وتر صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور وہ اگر ہر روز سجدہ سہو کر لیا کرے تو تمام وتر اس کی صحیح ہو جایا کرے گی؟ جواب عام فہم عطا فرمائیے۔ بینوا مفصلا توجروا کثیرا

الجواب نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا۔ دعا قنوت اگر یاد نہیں تو یاد نہیں تو یاد کرنی چاہئے کہ خاص اس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار

"اے ہمارے رب! دے ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے۔"

پڑھ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ ہو تو **اللھم اغفرلی** تین بار کہہ لیا کرے۔ یہ بھی نہ آئے تو صرف یارب تین بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا۔ رہا یہ کہ **قل ھو اللّٰہ شریف** پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا یا نہیں کہ اتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا کہ وہ ثنا ہے، اور ہر ثنا دعا ہے۔

بل قال العلامة القاری فغیرہ من العلماء کل دعاء ذکرو کل ذکر دعاء وقد قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الدعاء الحمدللّٰہ رواۃ الترمذی وحسنہ النسائی وابن ماجة ابن حبان الحاکم وصححہ عن جابر بن عبداللّٰہ رضی تعالٰی عنھما ھذا ولیحرر واللّٰہ تعالٰی اعلم

"بلکہ کہا علامہ قادری وغیرہ نے علماء میں سے ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے۔ اور تحقیق فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل دعا الحمدللہ ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے اور حسن کہا یہ اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ اسے یاد رکھا اور محفوظ رکھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۳ ۱۹ ربیع الاخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ کن کیا اڑانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی ڈور لوٹنا درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کی ڈور لوٹی سے کپڑا سلوا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب کن کیا اڑانا لہو لعب ہے اور لہو ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے۔

کل لھو المسلم حرام الافی ثلث "مسلم کے لئے کھیل کی چیزیں سوائے تین چیزوں کے سب حرام ہیں۔"

ڈور لوٹنا نہبیٰ ہے اور نہبیٰ حرام ہے۔

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عن النھبی

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے سے منع فرمایا۔"

لوٹی ہوئی ڈور کا مالک اگر معلوم ہو تو فرض ہے اسے دے دی جائے۔ اگر نہ دی اور بغیر اس کی اجازت کے اس سے کپڑا سیا تو اس کپڑے کا پہننا حرام ہے۔ اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا پھیرنا واجب ہے۔

للاشتمال علی المحرم کالصلوۃ فی الراض مغصوبۃ

"بوجہ شامل ہونے کے حرام پر جیسے ارض مغصوبہ پر نماز۔"

اور اگر مالک نہ ہو تو وہ لقطہ ہے یعنی پڑی پائی چیز۔ واجب ہے کہ اسے مشہور کیا جائے یہاں تک کہ مالک کہ مالک کے ملنے کی امید قطع ہو۔ اس وقت اگر یہ شخص غنی ہے تو فقیر کو دے دے۔ اور فقیر ہے تو اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔ پھر جب مالک ظاہر ہو اور فقیر کے صرف میں آنے پر راضی نہ ہو تو اپنے پاس سے اس کا تاوان دینا ہوگا۔

کما هو معروف فی الفقه من حکم اللقطة واللّٰہ سبحنه وتعالی اعلم

کتبه

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰه علیه وسلم

مسئلہ ۱۴ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ کتا پالنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کبوتر پالنا بلا اڑانے کے و بٹیر بازی و مرغ بازی و شکرا باز پالنا اوران کا شکار پکڑوانا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب شکرا و باز پالنا درست ہے اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے لقولہ تعالیٰ وما علمتم من الجوارح الایته یہ ضرور ہے کہ شکار غذا یا دوا یا کسی نفع کی غرض سے ہو۔ محض تفریح ولہو ولعب نہ ہو۔ ورنہ حرام ہے۔ یہ گنہگار ہوگا۔ اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جب کہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللّٰہ کہہ کر چھوڑا ہوا حلال ہو جائے گا۔

فان حرمته الارسال بنیة الاهو لا ینافی کونه ذکاۃ شرعیة کمن سمی اللّٰہ تعالی و ضرب الغنم من قفاه حرم الفعل و حل الاکل

"پس تحقیق کھیل کی نیت سے چھوڑنے کی حرمت اس کے ذبح شرعی ہونے کے منافی نہیں۔ جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کا نام لے اور بھیڑ کو اس کی گدی کی طرف سے مارا۔ فعل حرام ہے اور کھانا حلال ہے۔"

بٹیر بازی، مرغ بازی اوراسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں، لال لڑاتے ہیں، یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں، ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلاوجہ بے زبانوں کی ایذا ہے۔

حدیث میں ہے۔

نھی رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم اخرجہ ابو داود والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما وقال الترمذی حسن صحیح

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے لڑانے سے منع فرمایا۔''

کبوتر پالنا جب کہ خالی دل بہلانے کے لئے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مودی نہ ہو جائز ہے۔ اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمان عورات پر نگاہ پڑے، یا ان کے اڑانے کو کنکریا پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑیں کسی کی آنکھ پھوڑیں۔ یا پرائے کبوتر پکڑے یا ان کا دم بڑھانے اور اپنا تماشا ہونے کے لئے دن دن بھر انہیں بھوکا اڑائے۔ جب اترنا چاہیں نہ اترنے دے تو ایسا پالنا حرام ہے۔

درمختار میں ہے۔

ویکرہ (یکرہ امسک الحمامات) ولوفی بجھا (ان کان یضربا لناس) بنظر اوجلب (فان کان یطیرھا فوق السطح مطلقا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیۃ تلک الحمامات عزرو منع اشد المنع فان لم یمتنع ذبحھا المحتسب) واما للاستئناس فمباح باختصار

''اور مکروہ ہے (مکروہ ہے بند رکھنا کبوتروں کا) اگرچہ ان کے برجوں میں ہو (اگر لوگوں کو ضرر رہتا ہو) اگر یہ ضرر بوجہ نظر کے ہو، یا دوسروں کے کبوتر کھینچنے سے۔ پس اگر چھت پر اڑاتا ہو جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہو اور کبوتروں کی کنکریوں سے لوگوں کے شیشے ٹوٹتے ہوں تو اڑانے والے پر تعزیر کی جائے گی اور سختی سے منع کیا جائے گا۔ اگر نہ رکے تو کوتوال انہیں ذبح کردے اگر اڑانے کے لئے نہ ہوں بلکہ صرف کبوتروں کے ساتھ انس کی وجہ سے تو یہ مباح ہے۔ اھ باختصار۔''

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

دخلت النار امراۃ فی ھرۃ ربطھا فلم تطعمھا تاکل من خشاش الارض

''ایک عورت دوزخ میں گئی ایک بلی کے سبب کہ اسے باندھ رکھا تھا نہ آپ کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کے چوہے وغیرہ کھالیتی۔''

ابن حبان کی حدیث میں ہے فھی تنھشر قبلھا ودبرھا (وہ بلی دوزخ میں اس عورت پر مسلط کی گئی ہے کہ اس کا آگا پیچھا دانتوں سے نوچ رہی ہے)۔

ایک حدیث میں حکم ہے کہ جو جانور پالو دن میں ستر بار اسے دانہ پانی دکھاؤ۔ نہ کہ گھنٹوں پہروں بھوکا پیاسا رکھو اور نیچے آنا چاہے تو آنے نہ دو۔ علماء فرماتے ہیں جانور پر ظلم کافر ذمی پر ظلم سے سخت تر ہے اور کافر ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے کما فی در المختار وغیرہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الظلم ظلمات یوم القیمة ظلم ظلمتیں ہوگا قیامت کے دن۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الالعنة اللہ علی الظلمین سن لو! اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔

کتا پالنا حرام ہے جس گھر میں کتا ہو اس میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لاتدخل المالئکة بیتا فیه کلب ولا صورة رواہ احمد والشیخان الترمذی والنسائی و ابن ماجة عن ابی طلحه رضی اللہ تعالی عنه

''فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔''

اور فرماتے ہیں۔

من اقتنی کلبا الاکلب مشیة اوضار یا نقص من عمله کل یوم قیراطان رواہ احمد والشیخان والترمذی النسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنهما

''جو کتا پالے مگر گلے کا کتا یا شکار۔ روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ و رسول جانیں ﷺ)''

تو صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے۔ ایک شکار جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیح کے لئے شکار کی حاجت ہو نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے جہاں حفاظت کی سچی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں۔ یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں۔ غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں۔ آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر نے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلے نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔

واللہ تعالی اعلم

کتبه

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیه وسلم

مسئلہ ۱۵ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ ہو گئے ہیں اور بہت سا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے۔ ابھی جان باقی ہے۔ پس اس کو ذبح کر کے کھا سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب اگر مسلمان یا کتابی عاقل نے کہ احرام میں نہ ہو، بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کے لئے چھوڑ دیا کرے، خود نہ کھانے لگے، غیر حرم کے حلال جانور وحشی پر جو اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنے بچاؤ پر قادر تھا چھوڑا۔ اور کتا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا۔ یا اس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہوا بیچ میں اور طرف مشغول یا غافل نہ ہو گیا اور اس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا ایسا مجروح کر دیا کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبوح میں ہوتی ہے کہ کچھ دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور کتے کے چھوڑنے میں کوئی کافر، مجوسی یا بت پرست یا ملحد یا مرتد جیسے آج کا کے اکثر نصاریٰ اور رافضی اور عام نیچری وغیرہ ہم خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتابی کے سوا کوئی شریک نہ تھا۔ نہ شکار کے قتل میں کتے کی شرکت کسی دوسرے کتے ناتعلیم یافتہ یا سگ نیچری یا اور کسی نئے جانور کے جس کا شکار ناجائز ہوا اور چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پانے تک اسی طرف متوجہ رہا بیچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا تو وہ جانور بے ذبح حلال ہو گیا۔ اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مر جائے تو حرام ہو جائے گا۔ ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہو جائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے۔

(الصید مبح بخمسة عشر شرطا) خمسة فی الصائدو هو ان یکون من اهل الذکاة وان یوجد منه الارسال وان لایشارکه فی الارسال من لایحل صیده وان لایترک التسمیة عامد او ان لا یشتغل بین الارسال والاخذبعمل اخرو خمسة فی الکلب ان یکون معلما وان یذهب علی سنن الارسال وان لایشارکه فی الاخذ مالاعحل صیده وان یقتله جرحا وان لا یاکل منه و خمسة فی الصید ان لا یکون من الحشرات وان لایکون عن نبات الماء الا السمک وان یمنع نفسه بجناحیه اوقوائمه وان لایکون متقوتا بنابه اوبمخلبه و ان یموت بهذا قبل ان یصل الی ذبحه اه. قلت و معنی قوله ان یموت ای حقیقة اوحکما بان لا یبقی فیه حیاة فوق المذبوح کما نص علیه فی الدرو صححه المحشی

شکار پندرہ شرطوں کے ساتھ مباح ہے پانچ شرطیں شکار میں ہوں گی وہ یہ ہیں کہ (۱) شکار ذبح کا اہل ہو (۲) شکاری جانور اسی نے چھوڑا ہو (۳) اور اس کے اس فعل میں کوئی ایسا آدمی شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہ ہو (۴) جان بوجھ کر بسم اللہ ترک نہ کی ہو (۵) شکاری جانور چھوڑنے اور پکڑنے کے درمیان کسی اور فعل میں مشغول نہ ہوا ہو۔ اور پانچ شرطیں کتے میں ہیں۔

(۱) کتا سیکھا ہوا ہو (۲) اور چھوڑنے کے بعد سیدھا شکار ہی کی طرف گیا ہو۔ (۳) شکار پکڑنے میں کوئی ایسا کتا شریک نہ

ہوا ہو جس کا شکار حلال نہ ہو (۴) شکار کو زخمی کر کے قتل کرے (۵) اس سے کتا خود نہ کھائے۔ پانچ شرطیں شکار میں ہیں۔
(۱) حشرات الارض میں سے نہ ہو (۲) مچھلی کے علاوہ کوئی آبی جانور نہ ہو (۳) وہ جانور اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہو (۴) وہ جانور اپنے پنجے یا ڈاڑھ کے ساتھ غذا نہ حاصل کرتا ہو (۵) اور شکاری کے ذبح کرنے سے پہلے ہی مر گیا ہو۔ میں نے کہا ہے قول اس کا کہ مر جائے یعنی حقیقتاً مر جائے یا حکماً یعنی اس میں اتنی ہی زندگی باقی ہو جتنی مذبوح جانور میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ در میں اس کی تصریح ہے محشی نے اسے ترجیح دی ہے۔ انہیں میں ہے:

شرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صید ا فصید الحرم لا تحله الذکاة مطلقا (او کتابیا ولومجنونا) اه در ملخلصا المرادبه المعتوه کما فی العنایة عن النهایة لان المجنون لا قصدله ولا نیة لان التسمیة شرط بالنص وهی بالقصد وصحة القصد بما ذکرنا یعنی قوله اذا کان یعقل التسمیة الذبیحة و یضبط اه

"شرط ہونے ذابح کی مسلم، غیر محرم، خارج حرم اگر ہو شکار۔ پس حرم کے شکار کا ذبح کرنا جائز نہیں مطلقاً (ذابح یا کتابی ہو اگرچہ مجنون ہو) ھ۔ در ملخصا۔ مجنون سے مراد ضعیف العقل ہے۔ جیسا کہ عنایہ میں ہے نہایہ سے۔ کیونکہ مجنون کا تو قصد اور نیت ہی نہیں ہوتی۔ چونکہ بسم اللہ شرط ذبح ہے نص کے ساتھ اور وہ قصد کے ساتھ ہو سکتی ہے اور صحت قصد ساتھ اس کے ہے جس کا ہم ذکر کیا ہے۔ یعنی قول اس کا جس وقت سمجھتا ہو بسم اللہ اور ذبح کو اور یاد رکھتا ہو۔"

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے۔ اور اگر ہنوز مذبوح سے زیادہ زندگی باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے۔ اس کے دانت جسم میں پیوستہ ہو جانا وجہ ممانعت نہیں ہو سکتا۔ قرآن عظیم نے اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کیسے نہ ہو گا اور زخمی جبھی ہو گا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کر کے اندر داخل ہوں اور یہ خیال کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے، شکار کے بدن کو نجس کرے گا دو وجہ سے غلط ہے۔ اولاً شکار حالت غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہو جاتا ہے۔

والذا فرق جمع من العلماء فی اخذه طرف الثوب ملاطفا فینجس اوغضبان فلا

اور اسی لئے علماء کی ایک جماعت نے فرق کیا بیچ پکڑنے کتے کے کنارہ کپڑے کا پیار سے اور غضب سے بصورت اول کپڑا نجس ہو گا۔ ثانی صورت میں پاک رہے گا۔ ثانیاً اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا، وہ کب پاک ہے جب اس سے طہارت حاصل ہو گی اس سے بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالی اعلم

کتبه

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیه وسلم

مسئلہ ۱۶ ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صورت میں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا؟ اور نمازی کے آگے سے کس قدر دور تک گزر کرنا نہ چاہئے؟

الجواب نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ نکلنے والا گناہگار ہوتا ہے۔ نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار تک قبلہ نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر یعنی جہاں سجدہ میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جما ہے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے۔ جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجود ہے۔ اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز درمختار میں ہے۔

مرور مار فی الصحراء اوفی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اومرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت مسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ

"گزرنا گزرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد میں اس کے سجدہ کی جگہ سے بیچ اصح روایت کے یا گزرنا اس کا اس کے آگے سے قبلہ کی سمت والی دیوار تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کیونکہ وہ ایک جگہ کی طرح ہے۔"

ردالمحتار میں ہے۔

قولہ بمضع سجودہ ای من موضع قدمہ الی موضع سجودہ کما فی الدر روھذا مع القیود التی بعدہ انما ھو للاثم والافالفساد منتف مطلقا قولہ فی الاصح صححہ التمرتاشی وصاحب البدائع واختارہ فخرالاسلام ورجحہ فی النھاھۃ والفتح انہ قدر ما یقع بصرہ علی الماء لوصلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجودہ اہ مختصرا

"اس کا کہنا بموضع سجودہ یعنی اس کے قدموں کی جگہ سے لے کر سجدہ کی جگہ تک جیسا کہ درر میں ہے یہ اور اس کے بعد والی قیود صرف گزرنے والے کا گناہ ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ رہی نماز تو وہ مطلقاً فاسد نہیں ہوتی اس کا قول فی لاصح صحیح کہا ہے اس کو تمرتاشی اور صاحب بدائع نے اور پسند کیا اس کو فخر اسلام نے اور ترجیح دی اس کو نہایہ اور فتح میں تحقیق اس کا اندازہ یہ ہے کہ جہاں تک اس کی نگاہ گزرنے والے پر پڑے۔ اگر خشوع کے ساتھ نماز پڑھے یعنی اپنی نگاہ جائے سجدہ پر رکھنے والا ہو۔ مختصراً"

منحۃ الخالق میں تجنیس سے ہے۔

الصحیح مقدار منتھی بصرہ وھو موضع سجودہ قال ابونصر مقدار مابین الصف الاول و بین مقام الام و ھذا عین الاول ولکن لعبارۃ اخری اوفیما قرانا علی شیخنا منھاج الائمۃ رحمہ اللّٰہ تعالی ان یمربحیث یقع بصرہ وھو یصلی صلوۃ الخاشعین وھذہ العبارۃ اوضح

’’صحیح مقدار حد نگاہ اس کی اور وہ اس کی جائے سجدہ ہے۔ ابو نصر نے کہا ہے اس کی مقدار اتنی مسافت جتنی امام صف اول کے درمیان ہوتی ہے۔ اور یہ بعینہ پہلی بات ہے عبارت اور ہے۔ یا بیچ اس کے جو پڑھی ہم نے اپنے شیخ منہاج الائمہ رحمتہ اللہ علیہ پر یہ کہ گزرے جہاں کہ نمازی کر نگاہ پڑتی ہو جب کہ وہ خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو۔ یہ عبادت پہلی سے زیادہ واضح ہے۔‘‘

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

فانظر کیف جعل الکل قولا واحد او انما الاختلاف فی العبارۃ لا فی المعنی

’’پس دیکھ کس طرح کیا ہے اس نے تمام کو ایک قول اور اختلاف صرف عبارت میں ہے معنی میں نہیں ہے۔‘‘

نیز ردالمختار میں ہے۔

(قولہ فی بیت) ظاھرہ ولو کبیرا فی القھستانی وینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار والبیت

’’(اس کا یہ کہنا کہ گھر میں) اس کا ظاہر تو یہ ہے کہ گھر اگرچہ بڑا ہو۔ قہستانی میں ہے اور لائق ہے کہ داخل ہوں چھوٹی مسجد میں حویلی اور گھر۔‘‘ رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے؟ فاضل قہستانی نے لکھا کہ چھوٹی مسجد کہ چالیس گز مکسر سے کم ہو۔

فی ردالحتار مسجد صغیر ھو اقل من ستین ذرا عاوقیل من اربعین وھو المختار کما اشار الیہ فی الجواھر

’’ردالمختار میں ہے چھوٹی مسجد وہ ہے جو ساٹھ گز سے کم ہو اور کہا گیا ہے چالیس سے اور یہی مختار ہے جیسا کہ اشارہ کیا اس کی طرف جواہر میں۔‘‘

اقول یہاں گز سے گز مساحت مراد ہونا چاہئے۔

لانہ الالیق بالممسوحات کما قال الامام قاضی خان فی الماء فھھنا ھو المتعین باولی

’’کیونکہ وہی زیادہ لائق ہے پیمائش کردہ چیزوں کے ساتھ جیسا کہ کہا ہے قاضی خاں نے پانی کے بارہ میں۔ پس یہاں بطریق اولی وہی متعین ہے۔‘‘

اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور وہ تہائی گرہ ہے کما بیناہ فی بعض فتاونا تو اس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چوون (۵۴) گز سات گرہ اور گرہ کا نواں حصہ ہوا۔ کما لایخفی علی المحاسب تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چوون (۵۴) گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوئی۔ اور ساڑھے چون گز مسکر مسجد کبیر۔ یہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے ان کا اتباع کیا۔

اقول مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا۔ عبارت جواہر الفتاوٰی دربارہ دار ہے، نہ دربارہ مسجد۔ مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے۔ جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے۔ باقی تمام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز۔ **کما بیناہ فی فتاونا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم**

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۷ ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھے ہیں اور ایک شخص نے آ کر کہا السلام علیکم۔ اس کے جواب میں انہوں نے جواب دیا۔ ''آداب عرض'' یا ''تسلیمات'' یا ''بندگی'' یا ایک شخص نے اپنا ہاتھ ماتھے تک اٹھا دیا اور منہ سے کچھ جواب نہ دیا۔ پس فرض کفایہ اشخاص مذکورہ کے ذمہ سے اس صورت میں اٹھ گیا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب نہ۔ اور سب گناہگار ہے۔ جب تک ان میں کوئی وعلیکم السلام یا علیک یا السلام علیکم نہ کہے۔ کہ الفاظ مذکورہ بندگی، آداب، تسلیمات وغیرہ الفاظ سلام سے نہیں۔ اور صرف ہاتھ اٹھا دینا کوئی چیز نہیں جب تک اس ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔ ردالمحتار میں ظہیریہ سے ہے۔

لفظ السلام فی المواضع کلھا السلام علیکم و بالتنوین و بدون کما ھذین یقول الجھال لایکون سلاما اہ اقول فلا یکون جوابا لان جواب السلام لیس الابالسلام اما وحدہ اوبزیادۃ الرحمۃ والبرکات لقولہ تعالی اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا و معلوم ان ماختر عوامن الالفاظ او الاجتزاء بالایماء اما ان یکون تحیۃ اولا علی الثانی عین الثانی عدم براء ۃ الذمۃ ظاھر لان الموربہ التحیۃ و علی الاول لیس عین الثانی عدم براء ۃ الذمۃ ظاھر لان المامور بہ التحیۃ و علی الاول لیس عین السلام وھو ظاھر ولا احسن منہ فان المخترع لایمکن ان یکون احسن من الموارد فخرج عن کلا الوجھین وبقی الواجب الکفائی علی کل عین

''سلام کا لفظ تمام مواضع میں السلام علیکم یا ساتھ تنوین کے اور ان دونوں کے علاوہ جیسے جاہل کہتے ہیں سلام نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں پس نہ ہوگا جواب کیونکہ جواب سلام کا یا تو اکیلے سلام کے ساتھ ہوگا یا ساتھ زیادتی رحمت اور برکات کے بوجہ فرمان اللہ تعالٰی کے اور جب سلام دیئے جاؤ تم ساتھ سلام کے پس سلام دو تم ساتھ اچھے سلام کے اس سے یا وہی لوٹا دو۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جو ان لوگوں نے اختراع کئے ہیں الفاظ ہوں یا اشارات یا تو یہ سلام ہوں گے یا نہ ہوں گے۔ بصورت ثانی بری الذمہ نہ ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ مامور بہ سلام ہے اور بصورت اول یہ اختراعات نہ تو عین سلام ہیں اور نہ اس سے اچھے کیونکہ مخترعات وارد فی الشرع سے

اچھے نہیں ہو سکتے پس دونوں وجہوں سے خارج ہو گیا اور واجب کفائی ہر ایک کے ذمہ میں باقی رہا۔"

مرقاۃ شریف میں ہے۔

قد صح بالاحادیث المتواترۃ معنی ان السلام باللفظ سنۃ وجوابہ واجب کذلک

"احادیث متواترہ معنی کے ساتھ صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ سلام ساتھ لفظ کے سنت ہے اور جواب اس کا واجب ہے اسی طرح۔"

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے۔

لیس منامن تشبہ بغیرنا لاتشبھوا بالیھو و ولا بالنصاری فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالا صابع و تسلیم النصاری الاشارۃ بالاکف رواہ الترمذی عن عبداللّٰہ ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنھما وقال اسنادہ ضعیف. قال العلمۃ القاری لعل وجھہ انہ عن عمر و بن شعیب عن ابیہ عن جدہ و قد تقدم الخلاف فیہ و ان المعتمد ان سندہ حسن لاسیما و قد اسندہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابن عمر و فارتفع النزاع و زال الاشکال اہ

"ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے غیروں کی شکل بنے۔ نہ یہود سے مشابہت پیدا کرو نہ نصاری سے کہ یہود کا سلام انگلی سے اشارہ ہے اور نصاری کا سلام ہتھیلی سے اشارہ روایت کیا اس کو ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور کہا ہے اسناد اس کی ضعیف ہے۔ کہا ہے علامہ علی قاری نے شاید وجہ اس کی تحقیق وہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے اور تحقیق اس بارہ میں اختلاف پہلے گزر چکا ہے اور اس بارہ میں قابل اعتماد بات یہ ہے کہ یہ سند حسن ہے۔ خصوصاً جب کہ سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث ابن عمرو کی سند سے بیان کی ہے۔ پس نزاع اٹھ گئی اور اشکال زائل ہو گیا اھ"

اقول رحم اللّٰہ مولانا القاری انما احالہ الامام السیوطی علی ت یعنی الترمذی فیضم یرتفع النزاع و یزول الاشکال ثم لیس تضعیف الترمذی لماظن فان الجمھور و منھم الترمذی علی الاحتجاج بعمرو بن شعیب و بروایۃ عن ابیہ عن جدہ بل الوجہ انہ من روایۃ ابن لھیعۃ انہ یقول الترمذی حدثنا قتیبۃ ابن لھیعۃ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ و سلم قال فذکرہ قال الترمذی ھذا حدیث اسنادہ ضعیف و روی ابن المبارک ھذا الحدیث عن ابن لھیعۃ فلم یرفعہ اہ وقد قال فی کتاب النکاح باب ماجاء فی من یتزوج المراۃ ثم یطلقھا قبل ان یدخل بھا لحدیث رواہ بعین السند ھذا حدیث لایصح ابن لھیعۃ یضعف فی الحدیث اہ مختصرا و کذا ضعفہ فی غیر ھذا المحل فالیہ یشیر ھھنا نعم الاظھر عندی ان حدیث ابن لھیعۃ لا ینزل عن الحسن و قد صرح المناوی فی التیسیران حدیثہ حسن

"میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم کرے سیوطی نے تو اس حدیث کا حوالہ ت یعنی ترمذی دیا ہے۔ پس ضم کیا یرتفع النزاع و یزول الاشکال۔ پھر نہیں تضعیف ترمذی کی جیسا گمان کیا اس نے کیونکہ جمہور علماء جن میں ترمذی بھی شامل ہیں اس نات پر ہیں کہ

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتجاج جائز ہے بلکہ وجہ ضعف یہ ہے وہ روایت ابن لہیعہ سے ہے۔ ترمذی فرماتے ہیں ہیں حدیث بیان کی ہم سے قتیبہ بن امیہ نے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بے شک فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس ذکر کیا اس کو۔ کہا ہے ترمذی نے اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور روایت کیا ابن مبارک نے اس حدیث کو ابن لہیعہ سے پس اس کا رفع نہیں کیا اھ اور تحقیق کہا ہے کتاب النکاح میں باب اس کا جو آیا بیچ اس کے جو نکاح کرے عورت سے پھر طلاق دے اس کو پہلے اس کے کہ دخول کرے ساتھ اس کے واسطے حدیث کے جو عین اسی سند سے روایت کی ہے۔ یہ حدیث صحیح نہیں ابن لھیعہ حدیث میں ضعیف کیا گیا ہے اور اسی طرح اسے کئی جگہوں پر اس کے علاوہ بھی ضعیف کیا ہے پس اسی کی طرف یہاں اشارہ کرتے ہیں۔ ہاں اظہر میرے نزدیک یہ ہے کہ ابن لھیعہ کی حدیث حسن سے کم درجہ نہیں اور مناوی نے تیسیر میں تصریح کی ہے اس کے حسن کے ساتھ۔ ہاں لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی ہو تو مضائقہ نہیں۔

اخرج لاترمذی قال حدثنا سوید نا عبداللّٰہ بن المبارک نا عبد الحمید بهرام انه سمع شهر ابن خوشب یقول سمعت اسماء بنت یذید تحدث ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه و سلم مرفی المسجد یوما و عصبة من النساء قعود فالوی بیده بالتسلیم و اشار عبدالحمید بیده هذا حدیث حسن الخ قال الامام النووی و هو محمول علی انه صلی اللّٰه تعالی علیه و سلم جمع بین اللفظ والاشار ة و یدل علی هذا ان ابا داود روی هذا الحدیث و قال فی روایة فسلم علینا اه قال العلامة القاری بعد نقله قلت علی تقدیر عدم تلفظه علیه الصلوة والسلام بالسلام لامخدور فیه لانه ماشرع السلام علی من مرعلی جماعة من النسوان و ان ما عنه علیه الصلوة والسلام مما تقدم من اسلام المصرح فهومن خصوصیاته علیه الصلوة والسلام فله ان یسلم و ان لا یسلم وان یشیر ولا یشیر علی انه قدیر ادبالاشارة مجرد التواضع من غیر قصد السلام الخ

”حدیث بیان کی ترمذی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سوید نے ان سے عبداللہ بن مبارک نے ان سے عبدالحمید بہرام نے تحقیق انہوں نے سنا شہر بن خوشب سے وہ فرماتے ہیں میں نے اسماء بنت یزید کو یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد سے گزرے اور عورتوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا اور عبدالحمید نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ الخ۔ امام نووی نے کہا یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کیا درمیان لفظ اور اشارہ کے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی اس میں یہ بھی ہے پس سلام کیا جناب نبی علیہ السلام پر اھ۔ علامہ ملا علی قاری نے اس کے نقل کرنے کے بعد کہا ہے میں نے کہا ہے برتقدیر عدم تلفظ با السلام کے بھی کوئی اعتراض نہیں یونکہ عورتوں کی جماعت پر گزرنے والے پر عورتوں کا سلام کرنا مشروع ہی نہیں باقی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سلام کرنا۔ تو یہ جناب کے خصوصیات میں سے ہے پس آپ کو اختیار تھا کہ سلام کرتے یا نہ کرتے اشارہ کرتے یا نہ کرتے۔ علاوہ ازیں بعض دفعہ اشارہ سے

ارادہ سلام کا نہیں ہوتا بلکہ محض تواضع مراد ہوتی ہے آخر تک "

اقول مبنی کلہ علی انہ لم یرد السلام ولا یظہر فرق بین ما ذکرا ولا وما زاد فی العلاوۃ سوی انہ ذکر فیھا للاشارۃ محملا وھو التواضع وھذہ شاھدۃ الواقعۃ سیدتنا اسماء رضی اللّٰہ تعالی عنھا شاھدۃ بانہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فان لم یحمل علی التلفظ لزم ان تکون نفس الاشارۃ تسلیما وھو معلوم الانتفاء من الشرع فوجب الحمل علی الجمع تامل لعل لکلامہ محملا لست احصہ واللّٰہ سبحنہ و تعالی اعلم و علمہ وجل مجدہ اتم و احکم

میں کہتا ہو اس تمام تقریر کا مدار اس بات پر ہے کہ سلام وارد نہیں ہوا اور ان کے پہلے بیان میں لفظ علاوہ کے بعد کے بیان میں کوئی خاص فرق نہیں سوائے اس کے کہ اس میں اشارہ کا ایک محل بیان کر دیا ہے یعنی تواضع اور اس واقعہ کی گواہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا گواہی دیتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کیا ہے۔ پس اگر اس کو تلفظ سلام پر حمل نہ کریں تو پھر اشارہ کو سلام ماننا پڑے گا۔ اور اشارہ کا سلام نہ ہونا شروع میں ثابت ہو چکا ہے۔ پس واجب ہے حمل کرنا اس کا او پر جمع بین الاشارہ والتلفظ کے۔ غور کر شاید ان کے کلام کا ایسا محمل ہے جسے میں نہیں سمجھ سکا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۸ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

بعالی خدمت امام اہل سنت مجدد دین وملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا۔ بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے۔ میں چلا گیا۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیرانِ پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔ یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں۔ کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے؟ اور یہ حاضرین جلسہ گناہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

الجواب ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گناہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں کا ہے۔ اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کے گناہ جانے سے قوالوں پر سے

گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو۔ نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا ان کیلئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا تو نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔

كما قالوا في سائل قوي مرة سوى ان الاخذ والمعطي اثمان لانهم لولم يعطوا لما فعلوا فكان العطاء هو الباعث لهم على الاهستر سال في التكدى و السوال و هذا كله ظاهر على من عرف القواعد الكريمة الشرعية و بالله التوفيق

''جسے کہا ہے فقہا نے اس سائل کے بارے میں جو طاقتور تندرست ہو کہ ایسا خیرات لینے والا اور ایسے کو دینے والا دونوں گناہگار ہیں۔ کیونکہ دینے والے اگر نہ دیں تو وہ بھی یہ گداگری کا مذموم کاروبار نہ کریں۔ پس ان کی عطا ان کی گداگری کا باعث بنی۔ اور یہ سب قواعد شرعیہ جاننے والے پر ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے توفیق۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلك من اجورهم شيئا ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل اثام من تابعه لا ينقص ذالك من اثامهم شيئا

''جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں ان سب کے برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف راہ نہ پائے۔''

رواه الائمة احمد و مسلم و الاربعة عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه

باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے۔

ليكونن فى امتى اقوام يستحلون الحر اولحرير و الخمر والمعازف. حديث صحيح جليل متصل و قدا خرجه ايضا احمد و ابوداود و ابن ماجة والا سمعيلى و ابونعيم باسانيد صحيحة لا مطعن فيها و صححه جماعة اخرون من الائمة كما قاله بعض الحفاظ قاله الامام ابن حجر فى كف الرعاع

ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور

باجوں کو۔

بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادبدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے۔ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے۔ یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں۔ اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبانِ خدا اکابر سلسلہ عالیہ چشت قدست اسرارھم کے سر دھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔ حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ وعنہم وعنا بہم فوائد الفواد شریف فرماتے ہیں۔

"مزامیر حرام است"

مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کے زمانہ مبارکہ میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ "کشف القناع عن اصول السماع" تحریر فرمایا۔ اس میں صاف ارشاد فرمادیا کہ:

اما سماع مشائخنا رضی اللّٰہ تعالی عنھم فبری عن ھذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللّٰہ تعالی

"ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔"

للہ انصاف! اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا یا آج کل کے مدعیان خامکار کی تہمت بے بنیاد ظاہرۃ الفساد۔

لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم

سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پرنور شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر و خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ قدس اللّٰہ سرہ العزیز می فرمود کہ چند ایں چیز می بایدتا سماع مباح می شود. مسمع و مستمع و مسموع آلہ سماع مسمع یعنی گوئندہ مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد مستمع آنکہ می شنود ازیاد حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلہ سماع مزامیرست چوں چنگ و رباب و مثل آں می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست.

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ چند شرائط ہوں تو سماع مباح ہوگا۔ کچھ شرطیں سنانے والے میں کچھ

سننے والے میں کچھ اس کلام میں جو سنائی جائے۔ کچھ آلہ سماع میں یعنی سنانے والا کامل مرد ہو چھوٹا لڑکا نہ ہو اور عورت نہ ہو۔ سننے والا یادِ خدا سے غافل نہ ہو اور جو کلام پڑھی جائے فحش اور تمسخرانہ انداز کی نہ ہو۔ اور آلات سماع یعنی مزامیر جیسے سارنگی اور رباب وغیرہ۔ چاہئے کہ ان چیزوں میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ اس طرح کا سماع حلال ہے۔

مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرورِ سردار سلسلہ عالیہ چشت حضرت سلطان اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے؟

نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے۔

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت که دریں روزها بعضے از درویشان آستانه دار در مجمعے که چنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند. فرمود نیکو نکرده اندآنچه نامشروع ست ناپشندیده بایشان گفتند که شماچه کر دید در آن مجمع مزامیر بود سماع چگونه شنیدید و رقص کردید ایشان جواب دادند که ماچنان مستغرق سماع بودیم که ندانستیم که اینجا مزامیر است یانه. حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب هم چیزے نیست ایں سخن درهمه معصیتهابیاید

''ایک آدمی نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی کہ ان ایام میں بعض آستانہ دار درویشوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب اور دیگر مزامیر تھے رقص کیا۔ فرمایا انہوں نے اچھا کام نہیں کیا جو چیز شرع میں ناجائز ہے ناپسندیدہ ہے اس کے بعد ایک نے کہا۔ جب یہ جماعت اس مقام سے باہر آئی لوگوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا۔ وہاں تو مزامیر تھے تم نے سماع کس طرح سنا اور رقص کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس طرح سماع میں مستغرق تھے کہ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں سلطان المشائخ نے فرمایا یہ جواب کچھ نہیں اس طرح تو تمام گناہوں کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔''

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہیں اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی۔ کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے۔ شراب پئے اور کہہ دے شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبہ حال کے سبب ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی اسی میں ہے۔

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کرده ام که مزامیر ومحرمات درمیان نباشد و دریں باب بسیار غلو کردتا بحدیکه گفت اگر امام راسهو افتد مرد تسبیح اعلام کند وزن سبحان اللّٰہ نگوید زیرا که نشاید آواز آن شنودن پس پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست نزند که آن بلهومی ماندتا ایں غایت ازملاهی و امثال آن پرهیز آمده است. پس در سماع بطریق اولی که ازیں بابت نباشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمده است پس در سماع مزامیر بطریق اولی منع است اه باختصار

"حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے منع کر رکھا ہے کہ مزامیر اور دیگر محرمات درمیان نہ ہوں اور اس بات میں آپ نے بہت مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ فرمایا اگر امام نماز میں بھول جائے مرد تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کرے اور عورت سبحان اللہ نہ کہے کیونکہ اس کو اپنی آواز سنانا نہ چاہئے۔ پس ایک ہاتھ ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر نہ مارے کہ اس طرح یہ کھیل ہوگا۔ بلکہ ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے جب یہاں تک لہو ولعب کی چیزوں اور ان کی طرح چیزوں سے پرہیز آئی ہے تو سماع میں مزامیر بطریق اولی منع ہیں۔"

مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت للہ انصاف کیسا خبط بے ربط ہے۔ اللہ اتباع شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین الہ الحق آمین۔ بجاہہم عندک آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔ کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی ہے۔ واللہ الھادی

واللہ تعالی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۹ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چومنا ناخنوں کا وقت لینے نام پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسے کہ اذان یا خطبہ میں جس وقت نام پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آتا ہے چومتے ہیں از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب اذان میں نام اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سن کر ناخن چوم کر آنکھوں سے لگانے کو علماء نے مستحب فرمایا۔

ردالمحتار میں ہے۔

یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشھادۃ صلی اللّٰہ علیک یا رسول اللّٰہ و عند الثانیۃ منھا قرت عینی بک یا رسول اللّٰہ ثم یقول اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین. فانہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم یکون قائد الہ الی الجنۃ. کذافی کنز العباد اہ قھستانی و نحوہ فی الفتاوی الصوفیہ

"یعنی مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمد رسول اللّٰہ سُنے صلی اللّٰہ علیک یا رسول اللّٰہ کہ اور جب دوبارہ سنے قُرت عینی بک یا رسول اللّٰہ یعنی میری آنکھ حضور سے ٹھنڈی ہوئی یارسول اللہ۔ پھر کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر الٰہی مجھے شنوائی اور بینائی سے بہرہ مند فرما۔ اور یہ کہنا انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رکاب اقدس میں اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے۔ یہ مضمون جامع الرموز علامہ قہستانی کا ہے اور اسی کے مانند فتاوی صوفیہ میں ہے۔

فقیر نے اس مسئلہ میں ایک مبسوط کتاب "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" لکھی جس نے مانعین کے تمام شبہات بحمد للہ تعالیٰ رفع کئے اور علوم حدیث کے متعلق بکثرت افادے دیئے مگر خطبے میں نہ چاہئے کہ وہاں محض خاموشی کا حکم ہے۔

کما بیناہ فی فتاونا واللّٰہ سبحنہ و تعالی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چراغ جلانا مزارات اولیاء کرام پر اور روشنی کرنا بزرگان دین کی قبور پر جائز ہے یا نہیں؟ اور چادریں چڑھانا بزرگوں کی زیارتوں پر مع باجہ کے جیسا کہ آج کل فی زمانہ دستور ہے کہ ہر جمعرات کو چراغ جلاتے ہیں چادریں رنگین سبز سرخ مع باجہ کے لاتے اور چڑھاتے ہیں۔اور جو اشیاء کہ شیرینی یا چاول وغیرہ لاتے ہیں ان کی قبروں پر رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں پس یہ از روئے قرآن وحدیث درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: اقول و باللہ التوفیق اصل یہ ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے انما الاعمال بنیات اور جو کام دینی فائدے اور دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو عبث ہے۔اور عبث خود مکروہ ہے۔اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔قال اللہ تعالیٰ و لاتسروفونا ان اللّٰہ لا یحب المسرفین اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا بلاشبہ محبوب شارع ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ (رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ عنہ)

”تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچائے تو پہنچائے۔“

اور معظمات دینی کی تعظیم قطعاً مطلوب ہے۔قال اللہ تعالیٰ۔

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب

”جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہیں۔“

وقال اللہ تعالیٰ

و من یعظم حرمت اللّٰہ فھولک خیر لہ عندربہ

”جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اس کے رب کے پاس۔“

اور قبور اولیائے کرام وعباد اللہ الصالحین بلکہ عام مقابر مومنین ضرور مستحق ادب وتکریم ہیں ولہٰذا ان پر بیٹھنا ممنوع، چلنا ممنوع، پاؤں رکھنا ممنوع، یہاں تک کہ ان سے تکیہ لگانا ممنوع۔امام احمد وحاکم طبرانی مسند مستدرک کبیر میں عمارہ بن خرم رضی اللہ عنہ بسند حسن راوی

رانی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم **جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزال من القبر لاتوذی صاحب القبر ولا یوذیک**

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا۔فرمایا او قبر والے! قبر پر سے اتر آ۔نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔“

امام احمد کی روایت یوں ہے۔

لان امشی علی جمرۃ اوسیف او اخصف نعلی بر جلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم

رواہ ابن ماجۃ عن عتبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ بسند جید

"یہ کہ میں آگ یا تلوار پر چلوں یا اپنا جوتا اپنے پاؤں سے گانٹھوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔"

یہ پانچ اصول شرعیہ ہیں۔ مسائل مسئولہ کی صور مختلفہ کے احکام انہیں اصول پر مبنی ہیں۔ قبر پر چراغ جلانے سے اگر اس کے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا تو مطلقاً ممنوع ہے اور اولیاء کرام کے مزارات میں اور زیادہ ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی و گستاخی اور حق میت میں تصرف ودست اندازی ہے۔ قینہ وغیرہا میں امام علا ترجمانی سے ہے۔ یاثم بوط القبور لان سقف القبر حق المیت حدیث والمتخذین علیھا المساجد و السرج کی حقیقت یہی ہے۔ علی القبر کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ خاص قبر پر ہو۔ ولہٰذا کنارہ قبر میں مسجد بنانا ہرگز ممنوع نہیں بلکہ مزار بندہ صالح سے تبرک مقصود ہو تو محمود ہے مجمع بحاالانوار میں ہے۔

من اتخد مسجد فی جوار صالح اوصلی فی مقبرۃ قاصدابہ الاستظھا ربر وحہ او وصول اثر من اثار اوتہ الیہ لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج وفیہ الایری ان مرقد اسمعیل علیہ الصلوۃ والسلام فی الحجر المسجد الحرام والصلوۃ فیہ افضل

"یعنی جو کسی نیک بندے کے قریب مزار میں مسجد بنائے یا مقبرہ میں اس ارادہ سے نماز پڑھے کہ میت کی روح سے استمداد کرے یا اپنی عبادت کا اثر برکات اس تک پہنچانا چاہے نہ یہ کہ نماز میں اس کی طرف منہ کرے یا نماز سے اس کی تعظیم کا قصد رکھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کیا نہیں دیکھتے کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک خود مسجد الحرام شریف میں حطیم مبارک ہے پھر اس میں نماز تمام مساجد سے افضل ہے۔"

یہ اس تقدیر پر ہے کہ حدیث مذکور کی صحت مان لی جائے۔ والافیہ باذام ضعیف وان حسنہ الترمذی فقد عرف رحمہ اللہ تعالی بالتساھل فیہ کما بیناہ فی مدارج طبقات الحدیث

اور اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے بیٹھا ہے نہ وہ قبر سرراہ واقع ہے نہ کسی معظم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے۔ غرض کسی منفعت و مصلحت کی امید نہیں تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے کہ جب مطلقاً فائدے سے خالی ہوا اسراف ہوا اور بحکم اصل دوم ناجائز ٹھہرا۔ خصوصاً جب کہ اس کے ساتھ یہ جاہلانہ زعم ہو کہ میت کو اس چراغ سے روشنی پہنچے گی ورنہ اندھیرے میں رہے گا۔ کہ اب اسراف کے ساتھ اعتقاد بھی فاسد ہوا۔ والعیاذ باللہ تعالی۔ اور اگر وہاں

مسجد ہے یا تلیان قرآن یا ذاکران رحمٰن کے لئے روشن کریں یا قبر سرراہ ہو اور نیت یہ کی جائے کہ گزرنے والے دیکھیں اور سلام و الیصال ثواب سے خود بھی نفع پائیں اور میت کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ یا وہ مزار ولی یا عالم دین کا ہے روشنی سے نگاہ عوام میں اس کا ادب وجلال پیدا کرنا مقصود ہے تو ہرگز ممنوع نہیں۔ بلکہ بحکم چار اصول باقیہ مذکورہ مستحب ومندوب ہے۔ بشرطیکہ حد افراط پر نہ ہو۔ مجمع البحار میں ہے۔

ان کان ثم مسجد اوغیرہ ینتفع فیه للتلاوۃ والذکر فلاباس بالسراج فیه

''اگر وہاں مسجد وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اس چراغ سے نفع ہوتا ہو تلاوت اور ذکر کیلئے تو چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں۔''

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں۔

ھذا کله اذا خلامن فائدۃ و اما اذا کان موضع القبور مسجدا اوعلی طریق اوکان ھناک احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من محققین تعظیما لروحه المشرقة علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انه ولی لیتبرکوا به یدعوا اللّٰہ تعالی عندہ فیستجاب لھم فھو امر جائز لامنع منه والاعمال بالنیات

''یعنی قبور میں شمعیں روشن کرنے کی ممانعت صرف اس حالت میں ہے کہ نفع سے بالکل خالی ہو ورنہ اگر موضع قبور میں مسجد ہو یا قبر راہگذر پر ہے یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہے اس کی روح مبارک اس کی خاک بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر اس کی تعظیم کے لئے شمعیں روشن کیں تا کہ لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ جائز بات ہے جس سے اصلاً ممانعت نہیں اور کام نیتوں پر ہے۔''

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ طوالع النور فی حکم السرج علی القبور میں اس مسئلہ اللہ کو روشن تر لکھا و باللہ التوفیق۔

انہیں اصول سے مزارات اولیائے کرام پر چادر ڈالنے کا بھی جواز ثابت ہے۔ عوام میں قبور عامہ مسلمین کی حرمت باقی نہ رہی۔ آنکھوں دیکھا ہے کہ بے تکلف ناپاک جوتے پہنے قبور مسلمین پر دوڑے پھرتے ہیں اور دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ یہ کسی عزیز کی خاک عزیز زیر پا ہے۔ یا کبھی ہمیں بھی یونہی خاک میں سونا ہے۔ اور بارہا دیکھا کہ جہاں قبروں میں بیٹھ کر جوا کھیلتے، فحش بکتے، قہقہے لگاتے ہیں۔ اور بعض کی یہ جرات کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ فانا للّٰہ وانا الیه راجعون

لہٰذا دردمندان دین نے ادھر مزارات اولیائے کرام کو ان جراتوں سے محفوظ رکھنے ادھر جاہلوں کو ان کے ساتھ گستاخی کی آفت عظیم سے بچانے کے لئے مصلحت وحاجت شرعیہ سمجھی کہ مزارات طیبہ عام قبور سے ممتاز رہیں تا کہ عوام کی نظر میں ہیبت وعظمت پیدا ہو اور بے باکانہ برتاؤ کر کے ہلاکت میں پڑنے سے باز رہیں۔ اس سے کم حاجت کے باعث علماء نے مصحف شریف کو سونے وغیرہ سے مزین کرنا مستحسن سمجھا ہے کہ ظاہر بین اسی ظاہری زینت سے جھکتے ہیں اور غور کیجئے تو پوشش کعبہ معظمہ میں بھی ایک بڑی حکمت یہی ہے تو یہاں کہ نہ فقط قلت تعظیم بلکہ معاذ اللہ شدید بے حرمتیوں کا اندیشہ تھا۔ چادر ڈالنے روشنی کرنے امتیاز دینے قلوب عوام

میں وقعت لانے کی سخت حاجت ہوئی۔ اب اس سے منع کرنے والے یا تو سخت کج فہم وجاہل اور حالت زمانہ سے نرے غافل ہیں یا وہی بے ادب محروم ہیں جن کے قلوب میں عظمت اولیاء سے خار ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین. فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ مذکورہ میں ان مسائل کو آیت کریمہ ذلک ادنی ان یعرفن فلایوذین سے استنباط کیا ہے وللہ الحمد۔

سیدی علامہ محمد ابن عابدین شامی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں کشف النور عن اصحاب القبور تصنیف امام علامہ سیدی نابلسی قدس سرہ و نفعنا اللہ ببرکاتہ سے نقل فرماتے ہیں۔

لکن نحن الان نقول ان کان القصد بذالک التعظیم فی اعین العامه حتی لایحتقرو اصحاب هذا القبر الذی وضعت علیه الثیاب والعمائم لجلب الخشوع والادب ولقلوب الغافلین الزائرین لان قلوبهم نافرة عند الحضور فی التادب بین یدی اولیاء اللّٰه تعالی المدفونین فی تلک القبور کما ذکرنا من حضور روحانیتهم المبارکة عند قبورهم فهو امر جائز لا ینبغی النهی عنه لان الاعمال بالنیات ولکل امری مانوی

لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہوتا کہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں اور تاکہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع وادب آئے کہ مزارات اولیاء کے حضور حاضری میں ان کے دل ادب کے لئے نرم نہیں ہوتے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے جس سے ممانعت نہ چاہئے اس لئے کہ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔''

چادروں کے سبز وسرخ ہونے میں بھی حرج نہیں بلکہ ریشمی ہونا بھی روا کہ وہ پہننا نہیں البتہ باجے ناجائز ہیں۔ اور جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔ بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو، خدام، مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہو گیا۔

فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا تو ویسا ہی منع ہے جیسا چراغ پر رکھ کر جلانا۔ اور اگر قبر سے جدا رکھیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۱ ۶ جمادی الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض شخص اس طرح نام رکھتے ہیں۔ تاج الدین، محی الدین، نظام الدین، علی جان، نبی جان، محمد جان، محمد نبی، محمد یاسین، محمد طہٰ، غفورالدین، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی، ہدایت علی۔ پس اس طرح کے نام رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں ہدایت علی نام رکھنا ناجائز بتایا ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درودیں۔ یہ الفاظ کریمہ حضور ہی پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں افضل صلوات اللّٰہ واجل تسلیمات اللّٰہ علیہ و علی الہ دوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں کہ ان میں حقیقتاً ادعائے نبوت نہ ہونا مسلم ورنہ خالص کفر ہوتا۔ مگر صورت ادعا ضرور ہے اور وہ بھی یقیناً حرام محظور ہے اور یہ زعم کہ اعلام میں معنی اول ملحوظ نہیں ہوتے نہ شرعاً مسلم نہ عرفاً مقبول۔

معنی اول مراد نہ ہونے میں شک نہیں مگر نظر سے محض ساقط ہونا بھی غلط ہے۔ احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت اسماء جن کے معنی اصلی کے لحاظ سے کوئی برائی تھی تبدیل فرمادیئے۔ جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔

ان النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ برے نام کو بدل دیتے۔"

سنن ابوداؤد میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصی وعزیز وعتلہ وشیطان وحکم وغراب وحباب وشہاب نام تبدیل فرمادیئے۔ قال ترکت اسنیدھا للاختصار احرم کا نام بدل کر زرعہ رکھا۔ رواہ عن اسامۃ بن اخدری رضی اللّٰہ تعالی عنہ۔

عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا۔ رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنہما

برہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا۔

لاتزکوا انفسکم اللّٰہ اعلم باھل البرمنکم. رواہ مسلم عن زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہما

اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ بتاؤ۔ خدا خوب جانتا ہے کہ تم میں نیکوکار کون ہے۔

(برہ کے معنی تھے زن نیکوکار۔اسے خودستائی بتا کر تبدیل فرمایا) اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

انکم تدعون یوم القیمه باسمائکم و اسماء ابائکم فاحسنوا اسماء کم رواہ احمد و ابو داود عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ تعالی عنه بسند جید

''بے شک تم روز قیامت اپنے اور اپنے والدوں کے نام سے پکارے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے رکھو۔''

اگر اصلی معنی بالکل ساقط النظر ہیں تر تو فلانا نام اچھا فلاں برا ہونے کے کیا معنی اور تبدیل کی کیا وجہ اور خودستائی کہاں مسمی پر دلالت کرنے میں سب یکساں۔معہذا انہیں لوگوں سے پوچھ دیکھے کیا اپنی اولاد کا نام شیطان ملعون، رافضی، خبیث، خوک وغیرہ رکھنا گوارا کریں گے؟ ہرگز نہیں۔تو قطعاً معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے پھر کس منہ سے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو نبی کہتے کہلواتے ہیں کیا کوئی مسلمان اپنا یا اپنے بیٹے کا رسول اللہ، خاتم النبین یا سید المرسلین نام رکھنا روا رکھے گا؟ حاشا وکلا۔پھر محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد کیونکر روا ہوگیا؟ یہاں تک کہ بعض خدانا ترسوں کا نام نبی اللہ سنا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم. کیا رسالت و ختم نبوت کا ادعا حرام ہے اور نری نبوت کا حلال؟ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ناموں کو تبدیل کردیں۔

ہیچ پسند خرد جاں فروز تاج شے برسر کفش دوز

عجیب نہیں کہ ایسی علیل تاویل، ذلیل تخیل والے شدہ شدہ اللہ رب العالمین نام رکھنے لگیں کہ آخر علم میں اصلی معنی تو ملحوظ نہیں۔ والعیاذ باللّٰہ رب العالمین

یونہی نبی جان نام رکھنا نامناسب ہے۔اگر جان ایک کلمہ جداگانہ بنظر محبت زیادہ کیا ہوا جانیں جیسا کہ غالب یہی ہے جب تو ظاہر کہ ظاہر ادعائے نبوت ہوا۔اور اگر ترکیب مقلوب سمجھیں یعنی جان نبی تو یہ تزکیہ وخودستائی میں برہ سے ہزار درجہ زائد ہوا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا کیونکر پسند ہوسکتا ہے؟ یہاں تبدیل میں کچھ بہت حرج بھی نہیں۔ایک ہ بڑھانے میں گناہ سے بچ جائے گا اور اچھا خاصہ جائز نام پائے گا۔محمد نبیہ، احمد نبیہ، نبیہ احمد۔نبیہ جان کہا اور لکھا کیجئے۔نبیہ بمعنی بیدار و ہوشیار ہے۔

یونہی یٰسین وطٰہٰ نام رکھنا منع ہے کہ وہ اسمائے الٰہیہ و اسمائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں۔کیا عجب کہ ان کے معنی وہ ہوں جو غیر خدا ورسول میں صادق نہ آسکیں، تو ان سے احتراز لازم۔جس طرح نامعلوم المعنی رقیہ منتر جائز نہیں ہوتا کہ مبادا کسی شرک وضلال پر مشتمل ہو۔امام ابوبکر ابن العربی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔

روی اشھب عن مالک لا یتسمی احدیسین لانه اسم اللّٰہ تعالی وھو کلام بدیع و ذلک ان العبد یجوزله ان یسمی باسم الرب اذاکان فیه معنی منه کعالم و قادر وانمامنع مالک من التسمیة بھذا الاسم لانه من الاسماء التی لا یدری مامعناھا فربما کان ذلک معنی ینفردبه الرب تعالی فلا ینبغی ان یقدم علیه من لا یعرف لما فیه من الخطرفا قتضی النظر المنع منه

”اشہب نے مالک سے روایت کیا کوئی ایک یٰسین نام نہ رکھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور وہ بدیع کلام ہے۔ اور یہ بات یوں ہے کہ بندہ کیلئے جائز ہے کہ نام رکھے ساتھ نام رب تعالیٰ کے جب کہ اس میں سے معنی اس کے اندر پائے جائیں۔ جیسے عالم قادر۔ اور مالک نے اس نام سے منع اس لئے کیا ہے کہ یہ ایسے ناموں سے ہے جن کے معانی معلوم نہیں ہیں۔ غالباً اس کا معنی ایسا ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں۔ پس جسے پہچانتا نہ ہو اس کو اس پر اقدام نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہ اس میں خطرہ ہے پس اس کے نظری ہونے کا تقاضا منع ہے۔“

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں۔ وہی کلام نفیس فقیر نے اس کے ہامش پر لکھا ہے۔

قد کان ظھر لی المنع عنه لعین ھذا المعنی لکن نظرا الی انه اسم النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم ولا ندری معناه فلعل له معنی لا یصح فی غیره صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم الخ ولعل ھذا اولی وما تقدم لان کونه اسم النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم اظھر و اشھر فلا یکون له معنی ینفرد به الرب عزوجل واللّٰہ تعالی اعلم

بعینہ یہی حال اسم طٰہٰ کا ہے۔ والبیان البیان والدلیل الدلیل لفظ پاک محمد ان میں شامل کردینا ممانعت کی تلافی نہ کرے گا۔ کہ یٰسین وطٰہٰ اب بھی نامعلوم المعنی ہی رہے اگر وہ معنی مخصوص بذات اقدس ہوئے تو محمد ملانا ایسا ہوگا کہ کسی کا نام رسول اللہ نہ رکھا محمد رسول اللہ رکھا۔ یہ کب حلال ہوسکتا ہے؟ و ھذا کله ظاھر جدا

یونہی غفور الدین بھی سخت قبیح وشنیع ہے۔ غفور کے معنی مٹانے والا، چھپانے والا۔ اللہ عزوجل غفور ذنوب ہے۔ یعنی اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے ذنوب مٹاتا عیوب چھپاتا ہے۔ تو غفور الدین کے معنی ہوئے دین کا مٹانے والا۔ یہ ایسا ہوا جیسے شیطان نام رکھتا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما دیا۔ ہاں دین پوش، تقیہ کوش۔ یہ ایسا ہوا جیسے رافضی نام رکھنا۔ بہر حال شدید شناعت پر مشتمل ہے۔ اس سے تو عاصیہ نام بہت ہلکا تھا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تغیر فرمایا کہ معاصی کا عرفاً اطلاق اعمال تک ہے اور دین پوشی کی بلا ملت وعقائد پر۔ والعیاذ باللّٰہ رب العالمین حدیث میں ہے الفال موکل بالمنطق بعض برے ناموں کی تبدیل کا یہی منشا تھا کما ارشد الیه غیر ما حدیث ملا علی قاری مرقاۃ میں نقل فرماتے ہیں۔

ان الاسماء تنزل من السماء ”نام آسمان سے اترتے ہیں۔“

یعنی غالباً۔ اسم ومسمی میں کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے۔ اہل تجربہ نے کہا ہے۔

منزن فال بد کا رد وحال بد

اللھم احفظنا و ارحمنا ۔فقیر نے بچشم خود ایسے قبیح ناموں کو سخت برا اثر پڑتے دیکھا ہے۔بھلے چنگے سنی صورت کو آخر عمر میں دین پوش، ناحق کوش ہوتے پایا ہے۔

نسال اللّٰہ العفو والعافیۃ. اللھم یا قدیر یا رحمن یا رحیم یا عزیز یا غفور صل و سلم و بارک علی سیدنا و مولانا محمد والہ و صحبہ و ثبتنا علی دینک الحق الذی ارتضیتہ لا نبیائک و رسلک و ملائکتک حتی نلقاک بہ سو عافنا من البلاء والبلوی والفتن ظھر منھا وما بطن وصل وسلم و بارک علی سیدنا محمد والہ اجمعین وارحم عجزنا وفاقتنابھم یا ارحم الراحمین امین. والصلوٰۃ والسلام علی اشفیع الکریم والہ و صحبہ اجمعین والحمدللّٰہ رب العلمین ۔ امین

اور ایک سخت آفت یہ ہوتی ہے کہ ایسے قبیح نام والے اپنے نام کے ساتھ حسب رواج نام پاک محمد ملا کر لکھتے کہتے اور اسی کی اوروں سے طمع رکھتے ہیں۔اگر کوئی خالی ان کا نام بے نام اقدس لکھے تو گویا اپنی حقارت جانتے اور آدھا نام لینا سمجھتے ہیں۔حالانکہ ایسے برے معنی کے ساتھ اس نام پاک کا ملانا خود اس نام کریم کے ساتھ گستاخی ہے۔یہ نکتہ ہمیشہ یاد رہے کہ ان امور کی طرف اسی کو التفات وتنبہ عطا فرماتے ہیں جسے ایمان وادب سے حصہ وافیہ بخشتے ہیں وللہ الحمد۔

اس بنا پر فقیر کبھی جائز نہیں رکھتا کہ کلب علی، کلب حسن، کلب حسین، غلام حسن، غلام حسین، غلام جیلانی وامثال ذلک اسماء کے ساتھ نام پاک ملا کر کہا جائے۔ اللھم ار زقنا حسن الادب ونجنا من مورثات الغضب، امین۔

نظام الدین، محی الدین، تاج الدین، اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمّٰی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین، نور الدین، فخر الدین، شمس الاسلام، محی الاسلام، بدر الاسلام، وغیرہ ذالک۔سب کو علماء کرام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ ممنوع رکھا۔اکابر دین قدست اسرارہم کہ امثال اسلامی سے مشہور ہیں یہ ان کے نام نہیں القاب ہیں کہ ان مقامات رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے توصیفا انہیں ان لقبوں سے یاد کیا۔جیسے شمس الائمہ حلوائی فخر الاسلام بزودی، تاج الشریعۃ، صدر الشریعۃ۔ یونہی محی الحق والدین حضور پر نور سیدنا غوث اعظم۔معین الحق والدین حضرت خواجہ غریب نواز۔وارث النبی سلطان الہند حسن سنجری۔شہاب الحق والدین عمر سہروردی۔ بہاؤ الحق والدین نقشبند، قطب الحق والدین بختیار حسن کاکی۔شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود۔نظام الحق والدین سلطان الاولیاء محبوب الٰہی محمد نصیر الحق والدین چراغ دہلوی محمود وغیرہ ہم۔

رحمتہ اللّٰہ علیہ و نفعنا ببرکاتھم فی الدنیا والدین

حضور نور النور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا لقب پاک محی الدین خود روحانیت اسلام نے رکھا۔جس کی روایت معروف ومشہور اور بہجۃ الاسرار شریف وغیرہ کتب ائمہ وعلماء میں مذکورہ۔حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے لاتزکوا انفسکم. فصول علامی میں ہے لا یسمیہ بمافیہ تزکیہ ردالمختار میں ہے۔

یوخذمن قوله ولابمافیه تزکیة المنع عن نحومحی الدین و شمس الدین مع ما فیه من الکذب والف بعض المالکیة فی المنع منه مولفا و صرح به القرطبی فی شرح الاسماء الحسنی وانشد بعضهم فقال. (۱) اوی الدین یستحیی من اللّٰہ ان یری و ھذا اله فخرو ذاک نصیر (۲) فقد کثرت فی الدین القاب عصبت ھم مافی مراعی المنکرات حمیر (۳) و انی اجل الدین عن عزه بھم واعلم ان الذنب فیه کبیر. و نقل عن الامام النووی انه کان یکره من لقبه بمحی الدین و یقول لا اجعل من دعانی به فی حل ومال الی ذلک العارف باللّٰہ تعالی الشیخ سنان فی کتابه تبیین المحارم و اقام الطامة الکبری علی المتین بمثل ذلک و انه من التزکیة المنھی عنھا فی القران ومن الکذب قال و نظیره ما یقال للمدرسین بالترکی افندی وسلطانم و نحوه. ثم قال فان قیل ھذه مجازات صارت کالاعلام فخرجت عن التزکیة فی الجواب ان ھذا یرده ما یشاھد من انه اذا نودی باسمه العلم وجد علی من ناداه به فعلم ان التزکیة باقیة الخ

”مصنف کے قول لابمافیه تزکیة سے معلوم ہوتا ہے منع مثل محی الدین وشمس الدین کے۔علاوہ ازیں اس میں جھوٹ بھی ہے اور بعض مالکی علماء نے ایسے ناموں کے منع میں ایک کتاب لکھی ہے اور قرطبی نے اس کی تصریح کی ہے شرح اسماء حسنیٰ میں اور بعض نے اس بارہ میں کچھ اشعار لکھے ہیں۔پس کہا ہے ”میں دیکھتا ہوں دین کو کہ حیا کرتا ہے اللہ سے جو دکھایا جائے۔حالانکہ یہ اس کیلئے فخر ہے اور یہ اسی کیلئے نصیر یعنی مددگار ہے۔تحقیق بہت ہوئے دین میں القاب اس کے مددگاروں کے۔یہ وہ لوگ ہیں جو برائیوں کی رعایت میں گدھے ہیں۔اور تحقیق دین کی موت ان جیسے لوگوں کے ساتھ اس کی عزت میں ہے اور جان لے کہ اس میں گناہ بڑا ہے۔اور امام نوویؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ محی الدین کے ساتھ اپنے ملقب ہونے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص مجھے اس لقب کے ساتھ پکارے گا میں اسے معاف نہیں کروں گا اور اسی کی طرف مائل ہوئے شیخ سنان اپنی کتاب تبیین المحارم اور اقام الطامۃ الکبریٰ علی متین میں مثل اس کے اور یہ کہ تحقیق یہ تزکیہ ہے جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا ہے اور جھوٹ سے ہے اور کہ مثل اس کے کہا وہ جو کہا جاتا ہے واسطے مدرسین کے ترکی میں آفندی وسلطانم اور اس کی مثل پھر کہا پس اگر کہا جائے یہ مجازات ہیں جو اعلام کی طرح ہو گئے ہیں پس تزکیہ سے نکل گئے پس جواب یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ اس بات کو رد کرتا ہے کیونکہ اگر ان اشخاص کو ان کے اسماء اعلام سے پکارا جائے تو پکارنے والے پر غصہ کریں گے۔پس معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لئے باقی ہے۔الخ“

سترہ نام کہ سائل نے پوچھے ان میں سے یہی دس ناجائز و ممنوع ہیں۔باقی سات میں حرج نہیں۔علی جان، محمد جان کا جواز تو ظاہر ہے کہ اصل نام علی و محمد ہے اور جان بنظر محبت زیادہ اور حدیث سے ثابت کہ محبوبان خدا انبیاء علیھم الصلوٰۃ والثناء کے اسمائے طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے جب کہ ان کے مخصوصات سے نہ ہو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

تسموا باسماء الانبیاء. رواہ البخاری فی الادب المفرد و ابوداود النسائی عن ابی وھب الجشمی ولہ تتمہ والبخاری فی التاریخ بلفظ سموا عن عبداللّٰہ بن جراد رضی اللّٰہ تعالی عنہ ولہ تتمۃ اخری

اور محمد و احمد ناموں کے فضائل میں تو احادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں۔

حدیث ۱ صحیحین مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

حدیث ۲ صحیحین و ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

حدیث ۳ معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

سموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی ''میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔''

حدیث ٤ ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد بن عبداللہ بن بکیر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من ولد لہ مولود فسماہ محمدا حبالی و تبرکا باسمی کان ھو و مولودہ فی الجنۃ

''جس کے لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کیلئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔''

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں۔

ھذا امثل حدیث ورد فی ھذا الباب و اسنادہ حسن. ونازعہ تلمیذہ الشامی بماردہ العلامۃ الزرقانی فراجعہ

''جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔''

حدیث ٥ حافظ ابوطاہر سلفی و حافظ بن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے۔ حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا۔

ادخلا الجنۃ فانی الیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد

''جنت میں جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔''

یعنی جب کہ مومن ہو۔ اور مومن عرف قرآن و حدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو **کما نص علیہ الائمۃ فی التواضیح وغیرہ** ورنہ بدمذہبوں کیلئے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ بدمذہب اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و طالب ثواب رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنم میں ڈالے۔ یہ حدیثیں دارقطنی و ابن ماجہ و بیہقی و ابن الجوزی وغیرہ ہم نے

حضرت ابوامامہ وحذیفہ وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں اور فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں۔ تو محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں، نہ کہ سید احمد خاں کی طرح کفار جس کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک حرام ہے۔

حدیث۶ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قال اللّٰہ تعالٰی و عزتی و جلالی لاعذبت احداتسمی باسمک فی النار

''رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔''

حدیث۷ حافظ ابن بکیر امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حدیث۸ دیلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولیٰ علی فرماتے ہیں۔

حدیث۹ ابن عدی کامل اور ابوسعید نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ماطعم طعام علی مائدة ولا جلس علیھا و فیھا اسمی الا وقدسوا کل یوم مرتین

''جس دسترخوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور ان میں کوئی محمد نام کا ہو وہ لوگ ہر روز دو بار مقدس کیے جائیں۔''

حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو دن میں دو بار اس مکان میں رحمت الٰہی کا نزول ہو۔ ولہٰذا حدیث امیر المومنین کے لفظ یہ ہیں۔

مامن مائدة وضعت فحضر علیھا من اسمه احمد او محمدا لاقدس اللّٰہ ذلک المنزل کل یوم مرتین

حدیث۱۰ ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسلاً راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ماضر احدکم لو کان فی بیته محمد و محمدان وثلثة

''تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔''

ولہٰذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقہ میں صرف محمد نام رکھا۔ پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لئے عرف جدا مقرر کئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے یہاں پانچ محمد اب موجود ہیں۔ **سلمھم اللّٰہ تعالٰی وعافاھم والی مدارج الکمال رقاھم** اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے۔ **جعلھم اللّٰہ لنا اجراو و ذخراو فرطا برحمته و بعزة اسم محمد عندہ امین**

حدیث ۱۱ طبرانی و ابن الجوزی امیر المومنین مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما اجتمع قوم قط فی مشورة و فیهم رجلء اسمه محمد لم یدخلوه فی مشورتهم الالم یبارک لهم فیه

"جب کوئی قوم کسی مشورے کے لئے جمع ہوں اور ان میں کوئی شخص محمد نام ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کیلئے اس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔"

حدیث ۱۲ طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من ولد له ثلثة اولادفلم یسم احدا منهم محمد فقد جهل

"جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔"

حدیث ۱۳ حاکم وخطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذاسمیتم الولد محمد افاکرموه واوسعواله فی المجلس ولاتقبحواله وجها

"جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو۔ یا اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔"

حدیث ۱۴ بزار مسند میں حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذاسمیتم محمد فلاتضربوه ولا تحرموه

"جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم کرو۔"

حدیث ۱۵ فتاویٰ امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابوشعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاد، امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کی ہے۔

من ارادان یکون حمل زوجۃ ذکر افلیضع یدہ علی بطنھار و یقل ان کان ذکر افقد سمیتہ محمدا فانہ یکون ذکرا

جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہئے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے **ان کان ذکرا فقد سمیتہ محمدا** اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

ما کان فی اھل بیت اسم محمد الا کثرت برکتہ. ذکرہ المنادی فی شرح التیسیر تحت الحدیث العاشر والزرقانی فی شرح المواھب

جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔

بہتر یہی ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے۔ اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انہیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔

غلام علی، غلام حسین غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام جن میں اسمائے محبوبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام سے ہو غلام سے ہو سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں ان ناموں پر ایک فتویٰ قدرے مفصل لکھا اور قرآن وحدیث اور خود پیشوایان وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ویطوف علیھم غلمان لھم کانھم لو لومکنون

''ان پر ان کے غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لایقولن احدکم عبدی کلکم عبیداللّٰہ ولکن لیقل غلامی ھذا مختصر رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

''ہرگز تم میں کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ میرا بندہ۔ تم سب خدا کے بندے ہو۔ ہاں یوں کہے کہ میرا غلام۔''

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن وحدیث میں بھرے ہوتے ہیں۔ خدا اور رسول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں۔ **والعیاذ باللّٰہ رب العلیمین** مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے۔ اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا کہ غلام کے معنی حقیقی پسر ہیں۔ ولہٰذا عبید کو شفقتاً عربی میں غلام اردو میں چھوکرا کہتے ہیں۔ سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں۔

(ولکن لیقل غلامی وجاریتی و فتائی و فتاتی) مراعاۃ لجانب الادب فی حق اللّٰہ تعالی لانہ یقال عبداللّٰہ

وامة الله ولا يقال غلام الله و جارية الله ولا فتى الله ولافتاة الله اه باختصار

سبحان اللہ! یہ عجب شرک ہے جو خود حضرت عزت کیلئے روانہیں، بلکہ اس کے غیر ہی کے لئے خاص ہے۔ مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبان خدا کا نام ذرا اعزاز وتکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلایا۔ پھر چاہے وہ بات خدا کیلئے خاص ہونا درکنار خدا کیلئے جائز بلکہ متصور ہی نہ ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ ان کے پیشوا نے تقویۃ الایمان میں قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا مورچھل جھلنا شرک بتادیا اور اسے صاف صاف ان باتوں میں جو خدا نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کی ہیں گنادیا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم آخر نہ سنا کہ ان کے طائفہ غیر مقلدان کے اب نئے پیشوا صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے ہیں۔

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم

خدا کی شان! غلام محمد، غلام علی، غلام حسن، غلام غوث تو معاذ اللہ شرک وحرام اور غلام آفتاب ہونا یوں جائز و بے ملام۔ حالانکہ ترجمہ کیجئے تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبد شمس، ہندی میں کفار ہنود کا نام سورج داس۔ زبانیں مختلف ہیں اور حاصل ایک۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہدایت علی کا جواز بھی ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کہ محبوبان خدا کے نام سے جلتے ہیں آج تک ان کے کبرا نے بھی اس میں کلام نہ کیا۔ البتہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاویٰ جلد اول طبع اول صفحہ ۲۶۴ میں اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولیٰ ٹھہرایا تھا، آخر میں ناجائز وگناہ قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اس کا خلاصہ عبارت یہ ہے۔

استفتاء

کسے نام خود هدایت علی می داشت بایهام اسمائے شرکیه تبدیل نمود و هدایت العلی نهاد. شخصے بر آں معترض شد که لفظ هدایت مشترک است بین معنیین ارا ۃ الطریق و ایصال الی المطلوب و هکذا لفظ علی بغیر الف ولام مشترک است بین اسمائے الهیه و حضرت علی کرم اللّٰه وجهه مجیب گفت دریں صورت تائید من ست. چه هر گاه لفظ هدایت و علی مشترک شد بین معنیین پس چهار احتمال می شود یکے ازاں از هدایت معنی اول و از علی اللّٰه جل شانه. دوم از هدایت معنی ثانی و ازعلی اللّٰه جل جلاله. سوم از هدایت معنی اول و ازعلی حضرت علی کرم اللّٰه وجهه. چهارم از هدایت معنی ثانی و از علی حضرت علی پس سه احتمال اول خالی از ممانعت شرعیه هستند. البته رابع خالی از ممنوعیت نیست چه در جمله اسمائے شرکیه مفهوم می شود. پس هراسم که دائره شود بین اسمائے شرکیه وعدمه احتراز ازاں لابدی ست بلکه واجب

واگر کسے بر اسم متنازع فیه قیاس نموده بر عبدالله شرک ثابت کند یا علی گفتن ممانعت نماید قیاس او صحیح ست یا نه بینوا توجروا

کسی شخص کا نام ہدایت علی تھا۔ بوجہ وہم اسماء شرکیہ کے نام تبدیل کیا اور ہدایت العلی رکھ لیا۔ ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ ہدایت مشترک درمیان دو معنوں کے ہے۔ ایک معنی ہے راہ دکھانا اور دوسرا معنی ہے مطلوب تک پہنچانا۔ اور اسی طرح لفظ علی بغیر الف لام کے مشترک ہے۔ درمیان اسماء الٰہیہ کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے۔ مجیب نے کہا اس صورت میں میری تائید ہے کیونکہ جب لفظ ہدایت اور علی دو معنوں میں مشترک ہوئے پس چار احتمالات بنتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اول ہو اور علی سے اللہ جل شانہ دوسرا یہ کہ ہدایت سے مراد معنی ثانی اور علی سے مراد اللہ جل شانہ۔ تیسرا یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اول اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ چوتھا یہ کہ ہدایت سے مراد معنی اول اور علی سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ پس پہلے تین احتمالات ممانعت شرعیہ سے خالی ہیں۔ البتہ چوتھا احتمال ممنوعیت سے خالی نہیں کیونکہ یہ اسماء شرکیہ کے زمرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ پس جو اسم دائر ہو درمیان شرکیہ اور غیر شرکیہ میں اس سے بچنا ضروری ہے۔ بلکہ واجب ہے۔ اگر کوئی آدمی اسم متنازع فیہ پر قیاس کرتا ہوا عبداللہ پر شرک ثابت کرے یا علی کہنے سے روکے تو کیا اس کا قیاس صحیح ہے یا نہ؟ بیان کرو اجر دیئے جاؤ گے۔ وہی ہے سیدھی راہ دکھانے والا۔

لفظ علی که از اسمائے الهیه ست الف لام بران زائد می شود برائے تعظیم چنانچه درالفضل والنعمان وغیره برلفظ علی که از اسمائے مرتضی ست لام داخل نمی شود. بناء علیه هدایت العلی اولی ست از هدایت علی چه در اولی اشتباه اضافت هدایت بسوئے علی مرتضی نیست و درصورت ثانیه بسبب اشتراک لفظ هدایت بحسب استعمال و اشتراک لفظ علی اشتباه امر ممنوع موجود و دراسامی ازهمچو اسم که ایهام مضمون غیر مشروع ساز داحتراز لازم. بهمین سبب علماء از تسمیه عبدالنبی وغیره منع ساخته اندو اما درعبدالله وغیره پس ایهام از امر غیر مشروع نیست. و همچنیں دریا علی هرگا مقصود ندائے پروردگار باشد نزاعی نیست. حرره الحسنات عبدالحی

لفظ علی جو کہ اسمائے الٰہیہ سے ہے اس پر تعظیم کیلئے الف لام زائد ہوتا ہے جیسا کہ الفضل اور النعمان وغیرہ لفظ علی جب کہ حضرت مرتضٰی کا نام ہو اس پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔ اس پر ہدایت العلی نام رکھنا بہتر ہے۔ کیونکہ ہدایت العلی نام رکھنے میں اشتباہ اضافت ہدایت کا حضرت مرتضٰی کی طرف نہیں ہے اور ہدایت علی نام رکھنے میں بسبب اشتراک لفظ ہدایت کے باعتبار استعمال کے اور بوجہ اشتراک لفظ علی کے امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے اور ناموں میں ایسے نام جن سے ابہام مضمون غیر مشروع کا ہو بچنا لازم ہے۔ اسی لئے علماء نے عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے سے منع کیا ہے۔ لیکن عبداللہ وغیرہ پس ان میں غیر مشروع کا ابہام نہیں اور اسی طرح یا علی کہنا جب کہ اس سے مقصود ندائے پروردگار ہو کوئی نزاع نہیں۔

اقوال یہ جواب سخت عجب عجاب ہے۔ یتساوک ھزلا بل یساوی ھزلا۔

اولاً اس تمام کلام مختل النظام کا معنی ہی سرے سے پادر ہوا ہے ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال **ولو ضعیفا بعیدا**۔ ایہام واحتمال میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں تبادر درکار ہے۔ ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے۔ تلخیص میں ہے۔

الایہام ان یطلق لفظ لہ معنیان قریب و بعید و یراد بالبعید

''ایہام یہ ہے کہ ایک لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور بعید اور مراد بعید معنی ہو۔''

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں۔

الایہام و یقال لہ التخییل ایضا وھو ان یذکر لفظ لہ معنیان قریب و غریب فاذا سمع الانسان سبق الی فھمہ القریب و مراد المتکلم الغریب و اکثر المتشابھات من ھذا الجنس و منہ قولہ تعالی والسموات مطویت بیمینہ

''ایہام کو تخییل بھی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کوئی لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معانی ہوں۔ ایک قریب الفہم، ایک بعید عن الفہم پس جس وقت انسان اس لفظ کو سنے اس کے فہم کی طرف قریب معنی سبقت کرلے اور مراد متکلم کی معنی بعید ہو اور اکثر متشابہات اسی جنس سے ہیں۔ اور اسی قسم سے ہے فرمان اللہ تعالیٰ کا اور آسمان لپیٹے ہوئے ہیں اس کے داہنے ہاتھ میں۔''

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا۔ زید آگیا اٹھا بیٹھا۔ عمرو نے کھایا پیا کہا سنا۔ مجیب صاحب نے سوال دیکھا، جواب لکھا وغیرہ وغیرہ سب افعال اختیاریہ کی اسناد دو معنی کو متحمل۔ ایک یہ کہ زید وعمرو مجیب نے اپنی قدرت ذاتیہ مستقلہ تامہ سے یہ افعال کئے۔ دوسرے قدرت عطائیہ ناقصہ قاصرہ سے۔ اول قطعاً شرک ہے۔ لہٰذا ان اطلاقات سے احتراز لازم ہو جائے گا۔ اور یہ بداہتا قطعاً اجماعاً باطل ہے۔ فاضل مجیب نے بھی عمر بھر اپنے محاورات روزانہ میں ایسے ایہامات شرک برتے اور ان کی تصانیف میں ہزار در ہزار ایسے شرک بالا ایہام بھرے ہوں گے۔

جانے دیجئے! نماز میں **وتعالی جدک** تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے۔ جد کے دوسرے مشہور معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا تو بات وہی ہے کہ ایہام میں تبادر و سبقت و اقربیت درکار ہے اور وہی ممنوع ہے، نہ مجرد احتمال۔ یہ فائدہ واجب الحفظ ہے کہ آج کل بہت جہلا ایہام واحتمال میں فرق نہ کر کے ورطہ غلط میں پڑتے ہیں۔

ثانیاً ایسی ہی جگتہ تراشیاں ہیں تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام رکھیے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے نام پاک علی کو اس سے سخت ترشنیع کہیے۔ وہاں تو چار احتمالوں سے ایک میں تو آپ کو شرک نظر آیا تھا، یہاں برابر کا معاملہ نصفا نصف کا حصہ ہے۔ علی کے دو معنی

ہیں۔علو ذاتی کہ بالذات للذات متعالی عن الاضافات ہو۔دوسرا اضافی کہ خلق کیلئے ہے۔اول کا اثبات قطعاً شرک تو علی ہی ایہام شرک میں ہدایت علی سے دونا ٹھہرے گا۔**ولا یقول به جاهل فضلا عن فاضل۔**

ثالثاً ایک علی ہی کیا جس قدر اسمائے مشترکہ فی اللفظ بین الخالق والخلوق ہیں جیسے **رشید و حمید و جمیل و جلیل و کریم و علیم و رحیم و حلیم وغیرہ** ۔سب کا اطلاق عباد پر ویسا ہی ایہام شرک ہوگا جو ہدایت علی کے ایہام سے دوچند رہے گا۔حالانکہ خود حضرت عزت نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو دو نام اپنے اسمائے حسنیٰ سے عطا فرمائے اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ میں تو ساٹھ سے زیادہ آئے **کما فصله العلماء فی المواهب وغیره ها۔** خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام پاک **حاشر** بتایا۔صحابہ وتابعین وائمہ دین میں کتنے اکابر کا نام **مالک** تھا۔ان کے ایہاموں کو کہئے۔درمختار وغیرہ معتمدات میں تصریح کی کہ ایسے نام جائز ہیں اور عباد کے حق میں دوسرے معنی مراد لئے جائیں گے نہ وہ جو حضرت حق کیلئے۔ **جاز التسمیه بعلی و رشید وغیره هما من الاسماء المشترکة و یراد فی حقنا غیرما یراد فی حق اللّٰه تعالی** ۔کیوں نہیں کہتے کہ ایسے نام بوجہ اشتراک ناجائز ہیں کہ دوسرے معنی شرک کا احتمال باقی ہے۔

ولا حول ولاقوة الا باللّٰه العلی العظیم

رابعاً سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیا تھا۔حضرت مجیب نے اپنی بنالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کو ایہام شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔

عبدالحی میں دو جز ہیں اور دونوں کے دو دو معنی۔ایک عبد مقابل الہ دوم مقابل آقا۔قال اللہ تعالی۔

وانکحوا الا یامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم

دیکھو حق سبحانہ تعالی نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔یونہی ایک حی اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجب سے مشعر اور دوسرا من وتو زید عمرو سب پر صادق۔جس سے یہ آیۃ کریمہ **تخرج الحی من المیت** وغیرہا مظہر۔اب اگر عبد بمعنی اول اور حی بمعنی دوم لیجئے قطعاً شرک ہے۔وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود۔پھر عبدالحی ایہام شرک سے کیونکر محفوظ؟ اس سے بھی احتراز لازم تھا۔

بعینہٖ یہی تقریر مولوی عبدالحلیم صاحب کے نام میں جاری ہوگی۔ملاحظہ ہو کہ تحقیق وتدقیق کہاں تک پہنچی؟ **نسال اللّٰه السلامة**

فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ پھڑکتی ہوئی برہان حضرت مجیب کو جناب سائل کے فیض سے پہنچی۔سائل نے ذکر کی مجیب نے بے غور کے قبول کرلی۔ورنہ ان کا ذہن شاید ایسی دلیل ذلیل علیل کلیل کی طرف ہرگز نہ جاتا۔جس سے خود ان کا نام نامی بھی عادم الجواز ولازم الاحتراز قرار پاتا۔

خامسا یا علی کو فرمایا جاتا ہے کہ جب مقصود ندائی معبود تو نزاع مفقود۔جی کیا وجہ یہاں بھی صاف دوسرا احتمال موجود۔اپنا قصد نہ ہونا ایہام واحتمال کا نا کافی کب ہوسکتا ہے ایہام تو کہتے ہی وہاں جہاں وہ معنی موہم مراد متکلم نہ ہوں۔تلخیص وتعریفات کی عبارتیں ابھی سن چکے۔اور اگر قصد پر مدار واعتماد ہے تو ہدایت علی پر کیا ایراد ہے؟ وہاں کب معنی شرک مقصود مراد ہے۔

سادسا علی پر الف لام لانا کب ایسے عالمگیر ایہام شرک سے نجات دے گا۔علی علما پر لام نہ آتا سہی صفۃ پر تو قطعاً آسکتا ہے اور یقیناً صفات مشترکہ سے ہے تو احتمال اب بھی قائم اور احتراز لازم بلکہ سراجیہ وتاتارخانیہ ومنح الغفار وغیرہا سے تو ظاہر کہ العلی بالام نام رکھنا بھی روا ہے۔ردالمحتار میں ہے۔

فی التاتار خانیه عن السراجیة التسمیة باسم یوجد فی کتاب اللّٰہ تعالی کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزة الخ و مثله فی المسخ عنها و ظاهره الجواز و لو معرفابال

"تاتارخانیہ اور سراجیہ میں ہے نام رکھنا ساتھ اس نام جو کتاب اللہ میں پائے جاتے ہیں جیسے علی، کبیر، رشید، بدیع جائز ہیں الخ۔ اور اس کے مثل مسخ میں سراجیہ سے نقل کیا اور ظاہر اس کا جواز ہے اگر چہ معرف بالف لام ہی ہو۔"

سابعاً جب گفتگو احتمال پر چل رہی ہے تو معنیین الصال الی المطلوب واراءت طریق میں تفرقہ باطل۔ایصال واراءت دو معنی خلق وتسبب پر مشتمل بمعنی خلق دونوں مختص بحضرت احدیت ہیں۔کیا اراءت بمعنی خلق رویت غیر سے ممکن ہے اور بمعنی تسبب دونوں غیر کے لئے حاصل ہیں؟ کیا انبیاء سے ایصال بمعنی سببیت فی الوصول نہیں ہوتا۔ **فطاح التفرقة و راح الشقشقة** ہاں یوں کہتے کہ ادھر علی مشترک ادھر ہدایت خلق وتسبب دونوں میں مستعمل یوں چار احتمال ہوئے۔مگر اب یہ مصیبت پیش آئے گی کہ جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔بمعنی محض تسبب حضرت عزت جل جلالہ کی طرف نسبت نہیں پاسکتی۔ ورنہ معاذ اللہ اصل خالق ومعطی دوسرا ٹھہرے گا، اور اللہ عزوجل صرف سبب وواسطہ وسیلہ، اس کا پایہ شرک سے بھی اونچا جائے گا کہ وہاں تو تسویہ تھا یہاں اللہ سبحانہ پر تفضیل دنیا قرار پائے گا۔علی پر لام لاکر اول کا علاج کرلیا اس دوم کا کہ اس سے بھی سخت تر ہے علاج کدھر سے آئے گا؟ اب ایک نیا لام گھڑ کر ہدایت پر داخل کیجئے کہ وہ معنی خلق میں متعین ہوجائے اور احتمال تسبب اٹھ کر ایہام شک وبدتر از شرک راہ نہ پائے۔

ثامنا ایک ہدایت کیا جتنے افعال مشترکۃ الاطلاق ہیں سب میں اسی آفت کا سامنا ہوگا جیسے احسان وانعام، اذلال واکرام، تعلیم وافہام، تعذیب وایلام، عطاومنع، اضرار ونفع، قہروقتل، نصب وعزل وغیرہا کہ مخلوق کی طرف نسبت کیجئے تو معنی خلق موہم شرک اور خالق کی طرف تو معنی تسبب مشعر کفر بہر حال مفر کدھر اگر کہئے خالق عزوجل کی طرف نسبت ہی دلیل کی کافی ہے کہ معنی خلق مراد ہیں۔ہم کہیں گے مخلوق کی جانب اضافت ہی برہان وافی ہے کہ معنی تسبب مقصود ہیں۔ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ

امثال ابنت الربیع البقل و حکم علی الدھر میں ذائل کا موحد ہونا ہی قرینہ شافی ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

تاسعا آپ نے (باآنکہ اسمائے الٰہیہ توقیفیہ ہیں اور خصوصاً آپ بہت جگہ صرف نہ وارد ہونے نہ منقول ہونے کو حجت ممانعت جانتے ہیں) حق سبحانہ کا نیا نام مصوب ایجاد فرمایا ہر جواب کی ابتدا ہوالمصوب سے ہوتی ہے یہ کب احتمال شنیع سے خالی ہے۔ تصویب جس طرح ٹھیک بتانے کو کہتے ہیں یونہی سر جھکانے کو اور مثلاً جو سر جھکائے بیٹھا ہوا سے مصوب اور دونوں معنی حقیقی ہیں تو آپ کے طور پر اس کلمہ میں ایہام تجسیم ہے اور تجسیم کفر و ضلال عظیم ہے۔

عاشراً جب مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف اضافت ہدایت کا اشتباہ امر ممنوع کا اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے تو بالقصد اس جناب ہدایت مآب کی طرف اضافت ہدایت کس درجہ سخت ممنوع و مفترض الاحتراز ہوگی۔ یہاں مولی علی کو ہادی کہنا حرام ہوگیا۔ حالانکہ یہ احادیث صریحہ و اجماع جمیع ائمہ اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ شاید یہ عذر کیجئے کہ ہدایت بمعنی خلق کا اشتباہ موجب منع تھا۔ اس معنی پر اضافت قصد یہ ضرور حرام بلکہ ضلال تام ہے نہ بمعنی تسبب کہ جائز و معمول اہل اسلام ہے مگر یہ وہی عذر معمولی ہے جس کا رد گزر چکا۔ کیا جب مولی علی کی طرف اضافت کا اصلاً قصد ہی نہ ہو اس وقت تو بوجہ اشتراک معنی مولی علی کی جانب ہدایت بمعنی خلق کی اضافت کا اشتباہ ہوتا ہے اور جب بالقصد خود حضرت مولی علی ہی کی طرف اضافت مراد ہو تو اب وہ اشتراک معنی جاتا رہتا اور اشتباہ نہیں پاتا۔ اگر مانع اشتباہ مخلوق کا اس معنی کے لئے صالح نہ ہونا ہے تو صورت عدم قصد میں کیوں مانع نہیں۔ اور اگر باوصف عدم صلوح اشتباہ قائم رہتا ہے تو صورت قصد میں کیوں واقع نہیں۔

حادی عشر نہ صرف امیر المومنین علی بلکہ انبیائے کرام و رسل عظام و خود حضور پرنور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والسلام کی طرف اضافت ہدایت اصلاً روا نہ رہے گی کہ بوجہ احتمال معنی دوم ایہام شرک ہے۔ اب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی کہنا بھی حرام ہوگیا۔ اور قرآن عظیم و صحاح احادیث و اجماع امت بلکہ ضروریات دین کے خلاف ہے۔

ثانی عشر خود جناب مجیب نے اپنے فتاویٰ جلد سوم صفحہ ۸۶ میں اس لزوم احتراز کا رد صریح فرمادیا۔ ادعائے ایہام کا فیصلہ یوں دیا۔ فرماتے ہیں۔

سوال عبدالنبی یا مانند آں نام نهادن درست ست یا نه؟

جواب اگر اعتقاد ایں معنی ست که ایں کس که عبدالنبی نام دارد بنده نبی ست عین شرک است. و اگر عبد بمعنی غلام مملوک ست آنهم خلاف واقع ست. و اگر مجازا عبد بمعنی مطیع و منقاد گرفته شود مضائقه ندارد. لیکن خلاف اول ست. روی مسلم عن ابی

هريرة رضي الله تعالى عنه ان رسول صلى الله تعالى عليه وسلم قال لا يقولن احدكم عبدي وامتي. كلكم عباد الله كل نساء كم اماء الله ولكن ليقل غلامي و جاريتي فتائي و فتائي. انتهى۔

اقول قطع نظر اس کے کہ یہ جواب بھی بوجوہ مخدوش ہے۔ اولاً عبد و بندہ میں سوائے اختلاف زبان کے کوئی فرق نہیں ایک دوسرے کا پورا ترجمہ ہے۔ عبد و بندہ دونوں عربی و عجمی۔ دونوں زبانوں میں الہ و خدا، مولی و آقا دونوں کے مقابل بولے جاتے ہیں تو عبد بمعنی بندہ کو مطلقاً عین شرک کہہ دینا ایسا ہی ہے کہ کوئی کہہ دے عین سے مراد عین ہے تو غلط ہے اور چشمہ مقصود ہو تو صحیح۔

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں حدیث شرائے بلال رضی اللہ عنہ میں فرماتے ہیں جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید لیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ہمیں شریک نہ کیا۔ اس پر صدیق رضی اللہ تعالی نے عرض کی۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو!

کردمش آزاد ہم برروئے تو!

لاجرم جو تفصیل عبد میں ہے وہی بندہ میں۔

ثانیاً عبد بمعنی بندہ بمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اول شرک اور ثانی خلاف واقع ہے۔ محض بے اصل و ضائع ہے مملوک بھی ملک ذاتی حقیقی و ملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل اور اول میں قطعاً شرک حاصل اور بندہ بھی مقابل خدا و خواجہ دونوں مستعمل اور ثانی سے یقیناً شرک زائل۔

ثالثاً آپ نے تو عبد بمعنی مملوک کو خلاف واقع یعنی کذب ٹھہرا کر اس ارادہ کو شرک سے اتار کر گناہ مانا مگر ائمہ دین و اولیائے معتمدین و علمائے مستندین قدس اللہ تعالی اسرار ہم اجمعین اس اعتقاد کو کمال ایمان مانتے اور اس سے خالی کو حلاوت ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبد اللہ تستری رضی اللہ عنہ پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف یں نقلاً و تذکیراً۔ پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض پھر علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں۔

من لم یر ولایة الرسول علیه فی جمیع احواله ولم یر نفسه فی ملکه لا یذوق حلاوة سنته

جو ہر حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کا مملوک نہ جانے وہ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبر دار ہوگا۔

رابعاً مولانا عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ زبور شریف میں فرماتا ہے۔

یا احمد فاضت الرحمة علی شفتیک من اجل ذلک ابارک علیک فتقلد السیف فان بهاء ک و حمدک الغالب (الی قوله الامم یخیرون تحتک کتاب حق جاء اللّٰه به من الیمن و التقدیس من جبل فاران او امتلات الارض من تحمید احمد و تقدیسه و ملک الارض و رقاب الامم۔

اے احمد تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا میں اس لئے تجھے برکت دیتا ہوں۔تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف ہی غالب ہے۔سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی۔سچی کتاب اللہ لایا برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے۔بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے۔احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا (صلی اللہ علیہ وسلم)

کیا زبور پاک کے ارشاد کو بھی معاذ اللہ خلاف واقع کہا جائے گا۔

خامسا امام احمد مسند میں بطریق ابی معشر البراء ثنی صدقة بن طیسلة ثنی معن بن ثعلبة المازنی والحی بعد ثنی الاعشی المازنی رضی اللّٰه تعالی عنه اور عبداللہ بن احمد زوائد المسند میں بطریق عوف بن کهمس بن الحسن عن صدقة بن طیسلة. الخ اور امام جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں بطریق ابی معشر المذکور نحو روایة احمد سندا و متنا۔ابن خیثمہ ابن شاہین بهذا الطریق و بغیره. اور بغوی و ابن السکن و ابن ابی عاصم بطریق الجنید بن امین بن ذروة بن نضلة ابن طریف بن بهصل الحرما مازی عن ابیه عن جده نصلة حضرت اعشٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ خدمت اقدس حضور پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتداء اس مصرع سے تھی۔

یامالک الناس و دیان العرب "اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نیک ان کی فریاد سن کر رفع شکایت فرمادی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کا مالک کہنا آپ کے گمان میں معاذ اللہ کذب تھا تمام آدمیوں کا مالک بتانا۔یا مالک الناس کہہ کر حضور کو ندا کرنا عیاذ اللہ سنکھوں مہاسنکھوں کذب کا مجموعہ ہوگا۔حالانکہ یہ حدیث جلیل شہادت دے رہی ہے کہ صحابی نے حضور کو مالک تمام بشر کہا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبول و مقرر رکھا۔

سادسا بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنی تھے کہ زید عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے۔جبھی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع فرمادیا۔حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ لچر، محض بے وقعت بے قدر ہے کہ جان درکنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں۔سچی کامل مالکیت وہ ہے کہ جان و جسم سب کو محیط اور جن و

بشر سب کو شامل ہے، یعنی اولی بالتصرت ہونا کہ اس کہ حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو۔ یہ مالکیت حقہ صادقہ محیط شاطہ تامہ کاملہ حضور پر نور مالک الناس صلی اللہ علیہ وسلم کو بخلافت کبرائے حضرت کبریاء عزوعلا تمام جہان پر حاصل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

النبی اولی بالمومنین من انفسھم "نبی زیادہ مالک و مختار ہے تمام اہل ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔"

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ

ماکان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللّٰہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم و من بعص اللّٰہ و رسولہ فقدضل ضلالا مبینا

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انا اولی بالمومنین من انفسھم. رواہ احمد والبخاری و مسلم والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ

اگر یہ معنی مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک مانتے۔ اور اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے۔ جس کے سننے کو گوش شنوا سمجھنے کو دل بینا درکار ہے۔

وماا وتیتم من العلم الا قلیلا وفوق کل ذی علم علیم

ولا یلقھا الا الذین صبروا ولا یلقھا الا ذوحظ عظیم

سابعاً حدیث مسلم محض بے محل مذکور ہوئی۔ حدیث میں تعلیم تواضع و نفی تکبر اور آقاؤں کو ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کو عبد نہ کہو۔ نہ یہ کہ غلام بھی اپنے کو مولیٰ کا عبد یا دوسرے ان کو ان کے عبید نہ کہیں۔ یہ ہے قرآن کہ ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرما رہا ہے۔ آیت عنقریب گزری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ (راوہ احمد)

"مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔"

والسنۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ

فقہ کا محاورہ عامہ وائمہ صدر اول سے آج تک مستمرہ ہے۔

اعتق عبده دبر عبده

خود مولوی مجیب صاحب اپنے رسالہ نفع المفتی مسائل متعلقہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

ان اذن المولی عبده لها یتخیر۔ وہیں ہے۔ وللمولی منع عبده.

عجب ہے کہ زید وعمرو بلکہ کسی کافر ومشرک کے غلام کو اس کا عبد کہنے پر حدیث وارد نہ ہو اور محمد رسول اللہ کے غلاموں کو ان کا عبد کہنے پر معترض ہو۔

اور سنئے تو سہی! امام ابو حذیفہ اسحاق بن بشیر فتوح الشام اور حسن بن بشران اپنے فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے راوی کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسر منبر فرمایا۔

قد کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم فکنت عبده و خادمه

''میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ تو میں حضور کا عبدہ حضور کا خدمتی تھا۔''

نیز ابن بشران امالی اور ابو احمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنۃ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی جب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ منبر اطہر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا۔ حمد و درود کے بعد کہا۔

ایھا الناس، انی قد علمت انکم کنتم تونسون منی شدة و غلظة ذلک انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه و سلم کنت عبده و خادمه

''لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا عبد حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گار تھا۔'' (الحدیث)

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں۔ ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفی کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع عام زیر منبر حاضر ہے۔ سب سنتے اور قبول کر رہے ہیں۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابو حذیفہ و کتاب مستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں استناداً ذکر کی اور مقرر رکھی۔ امیر المومنین کو جس طرح بجرم ترویج تراویح معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ دیا یہاں عیاذاً باللہ مشرک کہہ دیجئے۔ اور آپ کے اصول مذہب نامہذب پر ضرور کہنا پڑے گا۔ مگر صاحبو ذرا سوچ سمجھ کر شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن بھی اسی پتھر کے تلے دبا ہے۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر   اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر!

ولاحول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم

خیر! بات دور پہنچی۔لفظ عبدو بندہ کی تحقیق تام وتفصیل احکام فقیر کی کتاب مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں ملاحظہ ہو۔یہاں یہ گذارش کرنی ہے کہ مولوی مجیب صاحب کے اس فتوی نے اس ادعائے ایہام کا کام تمام کردیا۔

عبدالنبی میں جناب کے نزدیک تین احتمال تھے۔ایک شرک ایک کذب ایک صحیح۔تو ناجائز احتمال جائز سے دونے تھے۔بایں ہمہ اس کا حکم صرف خلاف اولی فرمایا جو ممانعت وکراہت تحریمی درکنار کراہت تنزیہی کو بھی مستلزم نہیں۔ہر مستحب کا ترک خلاف اولی ہے مگر مطلقاً مکروہ تنزیہی نہیں۔ردالمحتار بحرالرائق سے ہے۔

لایلزم من ترک المستجب ثبوت الکراھۃ ذلا بدلھا من دلیل خاص

اسی میں تحریر الاصول سے ہے۔

خلاف اولی مالیس فیہ صیغۃ نھی کترک صلوۃ الضحی بخلاف المکروہ تنزیھا

توہدایت علی جس میں چار احتمالوں سے صرف ایک باطل ہے۔یعنی جائز احتمالات ناجائز سے تگنے ہیں۔یہ کس طرح خلاف اولی درکنار مکروہ تنزیہی سے بھی گزر کر لازم الاحتراز ہوگیا؟ اربعہ کے حساب سے تو اسے خلاف اولای کا نصف بھی نہ ہونا چاہئے تھا۔ بلکہ ۳/۸ یعنی مباح مساوی الطرفین سے اگر سیر بھر دوری پر خلاف اولی کہا جائے تو ہدایت علی میں صرف ڈیڑھ پاؤ ہوگی۔

اس لئے کہ ۳/۲/۱:۲/۱مجہول۔پس ۱/۴   ۲/۳=۳/۸

خیر! یہ حساب تو ایک تطیب قلوب ناظرین تھا۔حق یہ ہے کہ ہدایت علی میں اصلاً کوئی وجہ کراہت تنزیہی کی بھی نہیں لزوم احتراز تو بڑی چیز ہے۔اور فی الواقع ہر ادنی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ عبدالنبی سے ہدایت علی کو نسبت ہی کیا ہے۔جب وہ صرف خلاف اولی ہے تو اسے خلاف اولی کہنا بھی محض بے جا ہے۔کلام یہاں کثیر ہے اور جس قدر مذکور ہوا طالب حق کیلئے کافی۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ واللہ سبحنہ و تعالی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۲ ۶ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ موسم سرما میں زوال کس وقت ہوتا ہےاور موسم گرما میں کس وقت؟ اگر موسم سرما میں زوال بحساب قمری بارہ بجے سے بیشتر ہوتا ہے تو بارہ بجے سے پہلے جو شخص نماز ظہر پڑھے گا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جواب مدلل ارقام فرمایئے۔ بینوا توجروا

الجواب دھوپ گھڑی سے تو ایسا ہی ہے کہ زوال ہمیشہ ٹھیک بارہ بجے ہوتا ہے۔ نہ کبھی پیشتر ہوتا ہے نہ بعد۔ مگر گھڑیوں کے اعتبار سے وقت بلدی صرف چار دن ۱۶ اپریل، ۱۵ جون، یکم ستمبر، ۲۵ دسمبر کے سوا کسی دن ٹھیک بارہ بجے زوال نہیں ہوتا۔ گھڑیوں کی چال روزانہ ایک سی ہوتی ہےاور آفتاب کی چال کبھی ایک سی نہیں۔ اوج ۴ جولائی سے حضیض ۳ جنوری تک تیز ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے زیادہ قوس قطع کرتا ہے۔ اور روزانہ زیادت بھی یکساں نہیں بلکہ آئندہ زیادت پہلی زیادت سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ حضیض پر اگر غایت سرعت پر پہنچتا ہے۔ پھر حضیض ۴ جنوری سے اوج ۳ جولائی تک چال سست ہوتی ہے کہ ہر روز پہلے دن سے کم قوس قطع کرتا ہےاور روزانہ کمی بھی ایک سی نہیں بلکہ ہر آئندہ کمی پہلی کمی سے کم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اوج پر پہنچ کر نہایت درنگ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی دورہ آغاز پاتا ہےاور اس سبب سے کہ ہندوستان میں عام طور پر ریلوے وقت رائج ہے۔ یہ چاروں بھی برابری کے باقی نے رہے۔ بلکہ بلاد شرقیہ میں بقدر تفاوت طولین تمام تعدیلات ناقص ہوں گی۔ اور بلاد غربیہ میں تمامی تعدیلات اسی قدر بڑھ جائیں گی۔ مثلاً بریلی کے لئے اگر خاص شہر کا وقت دیا جائے تو بلاشبہ یہی چاروں برابری کے ہوں گے۔ جن میں زوال جیسی گھڑی اور دھوپ گھڑی دونوں سے ٹھیک ۱۲ بجے ہوگا۔ اور اگر ریلوے سے وقت دیا جائے تو بقدر تفاوت طولین ۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ ہے تمامی تعدیلات زائد ہو جائیں گی۔ تو اب چار دن برابری کی جن میں دونوں وقتوں سے زوال ٹھیک ۱۲ بجے تھا ۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ ت پر ہوگا۔ وعلی ہذا القیاس

تعمیم نفع کیلئے ایک جدول نصف النہار حقیقی وشروع وقت ظہر بریلی بحذف سیکنڈ کہ ایک زمانہ کے لئے کارآمد ہو ریلوے وقت سے دیا جاتا ہے کہ اس وقت وہی رائج ہے ان وقتوں سے اگر ۱۲ منٹ کم کردیں تو اصلی وقت بریلی کا ہوگا۔

رامپور و دیگر بلاد کے لئے بھی یہ نقشہ بہ حسب زیادتی یا کمی وقت بریلی موافق نقشہ جات رمضان المبارک معدل کر لینے سے ایک زمانہ تک کے لئے ابتدائی وقت ظہر معلوم کرنے کا ایک اعلی درجہ کا آلہ ہوگا۔ نماز ظہر میں گھڑیوں کے ۱۲ بجے کا کچھ اعتبار نہیں اگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھی، ہوگئی اور قبل پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔ ۲۸ نومبر کو بریلی میں ریلوے ٹائم سے ٹھیک ۱۲ بجے نصف النہار ہے۔ پھر بعد کو ہوا کرے گا یہاں تک کہ یکم فروری کو ۱۲ ت ۲۶ منٹ پر ہو کر گھٹنا شروع ہوگا، حتی کہ ۸ مئی کو ۱۲ ت ۸ منٹ پر ہوگا۔ پھر بڑھنا شروع ہوگا یہاں تک ۱۵ جولائی کو ۱۲ ت ۱۸ پر ہوگا۔ پھر گھٹتے گھٹتے ۱۷ اکتوبر کو ٹھیک ۱۲ بجے ہو کر گھٹتا یہاں تک ۱۲ بجے سے پہلے وقت ہو

جائے گا۔ یہاں تک ۲۴ اکتوبر ۲۴ اکتوبر کو منتہائے نقصان ۱۱ ت ۵۶ منٹ پر آ کر بڑھنا شروع ہوگا اور ۲۸ نومبر کو پھر ٹھیک ۱۲ بجے زوال ہوگا۔ تو ۷ اکتوبر سے ۲۸ نومبر تک جس شخص نے ٹھیک ۱۲ بجے یا کچھ پہلے مگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھ لی نماز ہوگئی۔ ہاں جس نے وقت سے پہلے پڑھی اس کی نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۳ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جاننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے، جو اس کا مقر ہے اسے مسلمان جانیں گے جب کہ ان کے کسی قول یا فعل یا حال اللہ کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے۔ اور

جس کے دل میں اللہ و رسول جل وعلا صلی اللہ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو، اللہ و رسول کے محبوں سے محبت رکھے۔ اگرچہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ کیلئے دے۔ جو کچھ روکے اللہ کیلئے روکے۔ اس کا ایمان کامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من احب للہ و ابعض للہ واعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان. واللہ تعالی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۲۷ھ

علمائے اہل سنت و جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ آج کل اکثر سنی فرقہ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہو گئے ہیں۔ اگر چہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں۔ لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گذرا اس واسطے اس کی زیادہ ضرورت ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے۔ یعنی نے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ سے لڑ کر ان کی خلافت لے لی اور ہزار ہا صحابہ کو شہید کیا۔

بکر کہتا ہے کہ میں ان کو خطا پر جانتا ہوں کہ ان کو امیر نہ کہنا چاہئے۔

عمرو کا یہ قول ہے کہ وہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں ان کی توہین کرنا گمراہی ہے۔

ایک اور شخص جو اپنے آپ کو سنی المذہب کہتا ہے اور کچھ علم بھی رکھتا ہے۔ (حق یہ ہے کہ وہ نرا جاہل ہے) وہ کہتا ہے کہ سب صحابہ اور خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ منہا) لالچی تھے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور ان کو سنت جماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟ جواب مدلل عام فہم ارقام فرمایئے۔ بینوا توجروا

الجواب اللہ عزوجل نے سورۃ حدید نے صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف با اسلام ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرمادیا۔ **وکلا وعد اللّٰہ الحسنی** دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان فرماتا ہے۔ **اولٰئک عنھا مبعدون ○ لا یسمعون حسیسھا و ھم فی ما اشتھت انفسھم خلدون ○ لا یحزنھم الفزع الاکبر و تتلقھم الملئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون○** وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ قیامت کی وہ سب سے بڑی گھڑی انہیں غمگین نہ کرے گی فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتایا ہے تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ رب عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا **واللّٰہ بما تعملون خبیر** ''اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے۔'' بایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اس کے بعد جو کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم میں جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح

شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

ومن یکون یطعن فی معاویۃفذاک منِ کلاب الھاویۃ

''جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے۔''

ان چار شخصوں میں عمرو کا قول سچا ہے زید و بکر جھوٹے ہیں اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے۔امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ مہم ہے۔تمام انتظام دین و دنیا اسی سے متعلق ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل متحمل نہ تھا۔انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں۔سیدنا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے۔جنازہ مبارکہ حجرہ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا۔چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی۔دوسری آتی۔یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھا۔ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت تر الزام امیر المومنین مولی علی پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے۔اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے۔یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔انہوں نے رسول کا یہ کام کیا ہوتا۔پچھلی خدمت بجالائے ہوتے تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ انوار کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا جس پر علی مرتضٰی اور سب صحابہ نے اجماع کیا مگر۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید بہ نگاہش ہنر!

یہ خبثا خذلہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں۔حدیث میں ہے۔

من اذاھم فقد اذانی ومن فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک اللہ ان یاخذہ

جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔والعیاذ باللہ تعالی۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفي عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۵ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید کچھ روپیہ دہقانوں کو فصل سے پہلے اس شرط پر تقسیم کر دیتا ہے کہ جس وقت روپیہ دیا اس وقت گندم خواہ کوئی غلہ ۱۰ اما / کا تھا اور اس نے ۱۴ اما / فی روپیہ نرخ ٹھہرا کر روپے دے دیا۔ اب فصل پر خواہ کوئی نرخ کم و بیش ۱۴ اما / سے فروخت ہو لیکن وہ فی روپیہ ۱۴ اما / کے حساب غلہ لے لے گا۔ بکر کہتا ہے کہ تو نے سود لیا۔ کیونکہ نرخ سے زیادہ ٹھہرالیا۔

الجواب یہ صورت بیع سلم کی ہے۔ اگر اس کے سب شرائط پائے گئے تو بلا شبہ جائز ہے اور کسی طرح سود نہیں اگرچہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے۔ ہاں اگر جبر ہے تو حرام ہے اگر دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر لے۔ لقولہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم اور اگر بیع رضامندی سے ہوئی مگر شرط رہ گئی۔ مثلاً غلہ کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعین نہ ہوئی یا وہ چیز ٹھہری جو اس وقت سے وقت وعدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے گی۔ یا معیار مجہول رکھی یا اسی جلسہ میں روپیہ تمام و کمال ادا نہ کر دیا تو ضرور حرام و سود ہے اگرچہ نرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھہرا۔ اور اگر خریدم و فروختم کا مضمون درمیان نہ آیا۔ مثلاً اس نے کہا کہ ۱۴ سیر لیں گے۔ اس نے کہا دوں گا۔ تو یہ نہ سود نہ حرام نہ اس کے لئے کسی شرط کی حاجت نہ اسے اس پر مطالبہ پہنچے۔ اس کی خوشی پر ہے چاہے دے یا نہ دے کہ یہ سرے سے بیع ہی نہ ہوئی نرا وعدہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر احمد رضا عفی عنہ

مسئلہ ۲۶ ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ میں فصل پر گندم ۱۵/ ما کے دوں گا۔ اور خالد نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ جو نرخ بازار فصل پر ہوگا اسی نرخ سے دس روپیہ کے گندم دوں گا۔ بکر نے کہا کہ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے۔ تم دونوں شخص دس دس روپیہ کے گندم جو اس وقت دس سیر کا نرخ ہے لے جاؤ۔ دونوں شخص رضامندی سے گندم حسب شرائط بالا لے گئے اور فروخت کے لئے دس دس روپیہ اپنے صرف میں لائے۔ اب زید کو فصل پر فی روپیہ ۱۵ من گندم حسب وعدہ اور خالد کو فی روپیہ ۱۲/ ما گندم نرخ بازار دینا ہوئے۔ یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بکر خالد کو حسب شرائط بالا یعنی جو فصل پر نرخ ہوگا دوں گا دیتا تو جائز ہوتا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے۔ ڈھائی من گیہوں جو اس نے دیئے ان سے زیادہ لینا حرام حرام حرام۔ اور اگر روپیہ دیتا تو اس میں دو صورتیں تھیں۔ روپیہ قرض دیتا اور یہ شرط ٹھہرالیتا کہ ادا کے وقت گیہوں دینا تو شرط باطل تھی زید و خالد پر صرف اتنا روپیہ ادا کرنا تھا۔ اور اگر گیہوں کی خریداری کرتا اور روپیہ پیشگی دیتا تو یہ صورت بیع سلم کی تھی۔ اگر اس کے شرائط پائے جاتے جائز ہوتی ورنہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۷ اشعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز جمعہ ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے؟ اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے؟ اور جمعہ میں کم از کم کتنے آدمی ہوں جو جمعہ ہو سکے؟ اور زیادہ ثواب شہر کی کس کس مسجد میں ہے؟

بینوا توجروا

الجواب جامع مسجد وہی ایک ہے۔ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی ممانعت نہیں۔ جمعہ کے لئے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں۔ مگر جمعہ وعیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا۔ وہی ہوگا جو سلطان اسلام ہو یا اس کا نائب یا اس کا ماذون اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کرلیں۔ جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے۔ مگر جب کہ دوسری مسجد کا امام اعلم و افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۸ ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق کی کتنی قسمیں ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور وہ کون کون لفظ ہیں جن سے طلاق ہوجاتی ہے؟ اور پھر اس کو اپنے نکاح میں کیسے لاسکتا ہے؟ **بینوا توجروا.**

الجواب طلاق تین قسم ہے۔ رجعی، بائن، مغلظہ۔ رجعی وہ جس سے عورت فی الحال نکاح سے نہیں نکلتی۔ عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کرلے وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی۔ ہاں عدت گذر جائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکلے گی پھر بھی برضائے خود نکاح کرسکتے ہیں۔

بائن وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ہاں برضائے خود نکاح کرسکتے ہیں۔ عدت کے اندر خواہ بعد۔

مغلظہ وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی اور اب کبھی ان دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا جب تک حلالہ نہ ہو۔ یہ تین طلاقوں سے ہوتا ہے۔ خواہ ایک ساتھ دی ہوں خواہ برسوں کے فاصلہ سے۔

رجعی دی ہوں یا بائن۔ بابعض رجعی بعض بائن طلاق کے سینکڑوں لفظ ہیں۔ بعض سے رجعی پڑتی ہے بعض سے بائن بعض سے مغلظہ۔ رجعی و بائن کے تقریباً دو سو لفظ ہم نے اپنے فتاوے میں ذکر کیے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۹ ۲۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلیفہ مرسلین مسائل ذکر میں۔

(۱) صاحب نصاب رائج الوقت کے کتنے روپیہ سے ہوسکتا ہے؟

(۲) کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے؟ نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے۔

(۳) فیصدی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے؟

(۴) جس شخص کے پاس روپیہ نہ ہو اور سونے چاندی کا زیور روزمرہ پہننے کا بقدر نصاب ہوگیا اس کو اس زیور میں زکوٰۃ دینا ہوگی؟

(۵) جس روپیہ میں زکوٰۃ پہلے سال دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا۔ اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اسی روپیہ میں سے جس میں پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے دینا ہوگی؟

(۶) فطرہ کے گندم بریلی کے وزن سے فی کس کتنے ہونے چاہیں؟

(۷) جو شخص روزہ رکھے یا نہ رکھے بالغ یا نابالغ سب کا فطرہ دینا واجب ہے؟

(۸) جو شخص بوجہ ضعیفی کے روزہ نہ رکھ سکے اس کو فی روزہ کتنی خوراک مسکین کو دینا ہوگی؟ وہ مسکین روزہ دار ہو یا غیر روزہ دار؟

بینوا توجروا

الجواب

(۱) نصاب انگریزی رائج روپوں سے چھپن روپے ہے۔

(۲) نوٹ اور روپیہ کا ایک حکم نہیں ہوسکتا۔ روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے اور نوٹ کاغذ ہے اصطلاحی ثمن ہے۔ تو جب تک چلے اس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہے۔

(۳) زکوٰۃ ہر نصاب وخمس نصاب پر چالیسواں حصہ ہے اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لئے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے۔

(۴) بے شک۔

(۵) دس برس رکھا رہے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے۔ یہ اس لئے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی دوسرے سال اس قدر کا مدیون ہے تو اتنا کم کرکے باقی پر زکوٰۃ ہوگی۔ تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اس پر دین ہے تو مجموع کم کرکے باقی پر ہوگی۔ یونہی اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ ملا کر کے جو بچے اگر خود یا اس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔

(۶) اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر۔

(۷) اپنا صدقہ واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کا اگرچہ ایک ہی دن کی ہو۔ اور بالغ اولاد یا زوجہ صاحب نصاب ہوں تو ان کا صدقہ ان پر ہے۔ نہ ہوں تو کسی پر نہیں۔ غرض اس سے کسی حال اس کا مطالبہ نہیں۔ ہاں ان کے اذن سے ان کی طرف سے دے دے تو احسان ہے۔

(۸) فی روزہ وہی اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر گیہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۰ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرمان ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ آج کل عموماً بہت لوگ مساجد میں دنیوی باتیں کرتے بلکہ بعض بعض بے باک تو قہقہہ آپس میں دل لگی کرتے ہیں اور مسجد کا کوئی ادب نہیں سمجھتے کہ یہ خانہ خدا ہے ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور مسجد میں باتیں کرنے کی مذمت اور خاموش رہنے کی بھلائی مع حدیث شریف بیان فرمائی جائے تاکہ ایسے لوگ عبرت حاصل کریں۔

الجواب مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو ایسا کھاتی ہے جیسا آگ لکڑی کو۔ اور مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرے لاتا ہے۔ اس کی حدیثیں بارہا بیان ہوئیں مگر کون سنتا ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۱ ۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام، مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس مسجد میں نماز، مدرسہ میں علم اور چاہ کا پانی اور فاتحہ عرس کا کھانا کھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی روپیہ کو خیرات کیا جائے اور امید ثواب رکھی جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ جائز کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ حیلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حرام روپیہ کسی کام میں لگانا جائز نہیں، نیک کام ہوں یا اور سوا اس کے کہ جس سے لیا اسے واپس دے۔ یا فقیروں پر تصدیق کردے بغیر اس کے کوئی حیلہ اس کے پاک کرنے کا نہیں۔ اسے خیرات کرکے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے تو سخت حرام ہے بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ ہاں جو شرع نے حکم دیا کہ حقدار نہ ملے تو فقیروں پر تصدق کردے۔ اس حکم کو مانا تو اس پر ثواب کی امید کرسکتا ہے۔ مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا کہ اس کے بدلے فلاں چیز دے۔ اس نے دی اس نے قیمت میں زر حرام دیا تو جو چیز خریدیں وہ خبیث نہیں ہوتی۔ اس صورت میں فاتحہ و عرس کا کھانا جائز ہے اور اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ مسجد میں نماز، مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے۔ اور کنویں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے اگرچہ اس میں وہ نادر صورت پائی گئی ہو کہ خباثت آئی تو اینٹوں مسالہ میں نہ کہ زمین کے پانی میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۲ ۱۱شوال ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ ملازمت چنگی کی جائز ہے یا نہیں؟ اور حاکم وقت کو اس کا روپیہ تحصیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرنا رعایا ہی کی آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگا دیتے ہیں۔ اور چنگی کا محصول چرانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب نیک نیت سے۔ چنگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے۔ نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار۔ الخ چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اس کے اذن کے اس سے چھپا کر ناحق لینا کسی کو بھی جائز نہیں۔ اور جائز نوکری میں نوکر کا خلاف قرارداد کرنا غدر ہے اور غدر مطلقاً حرام ہے۔ نیز کسی قانونی جرم کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو بلا ذلت وبلا کیلئے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے۔ کما استفید من القران المجید والحدیث رہا کہ حکام وقت کو اس کا تحصیلنا شرعاً کیسا ہے؟ نہ حکام کو اس بحث ہے نہ سائل حاکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۳ ۲۲شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفار کس قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور صحبت کون سے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اللہ عزوجل ہر قسم کے کفر و کفار سے بچائے کافر دو قسم ہے۔ اصلی و مرتد۔ اصلی وہ جو شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے۔ یہ دو قسم ہے۔ مجاہر و منافق۔ مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو۔ اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو۔ یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار ''بے شک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔''

کافر مجاہر چار قسم ہے۔ اول، دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔ دوئم، مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود اور واجب الوجود جانتا ہے جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں۔ اور آریہ خود پرست کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں مگر قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں۔ اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل۔ سوئم، مجوسی آتش پرست۔ چہارم، کتابی یہود و نصاریٰ کہ دہریے نہ ہوں۔ ان میں اول تین قسم کے ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل۔ اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہو۔ کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مجاہر و منافق۔ مرتد مجاہر ہو کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا۔ کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی کتابی کچھ بھی ہو۔ مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں کسی شے کا منکر ہے۔ جیسے آج کل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں۔ حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے۔ اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد اس کے ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو یا عورت۔

مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ یہی ہے وہ کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔ خصوصاً وہابیہ دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت و جماعت کہتے حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور اللہ رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔ ہوشیار، خبردار، مسلمانو! اپنا دین و ایمان بچائے ہوئے۔ فاللّٰہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۴ ۵/ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت و جماعت کا اس مسئلہ میں مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینا اس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب یہ جو مسجد میں غل مچاتے رہتے ہیں، نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقاً حرام ہے۔ اپنے لئے مانگیں خواہ دوسرے کے لئے حدیث میں ہے۔

جنبوا مساجد کم صبیانکم و مجانینکم ورفع اصواتکم

''مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور بلند آوازوں سے بچاؤ۔''

رواہ ابن ماجۃ عن واثلۃ بن الاسقع و عبدالرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما

حدیث میں ہے۔

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسرا الی جھنم

''جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لئے پل بنایا۔''

(رواہ احمد الترمذی و ابن ماجہ عن معاذبن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ)

اور اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لئے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالۃ فلیقل لا اداھا اللّٰہ الیک فان المساجد لم تبن لھذا

''جو کسی کو مسجد میں اپنی گمی چیز دریافت کرتے سنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہ بنیں۔''

(رواہ احمد و مسلم و ابن ماجہ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ)

جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصاً اکثر بلا ضرورت بطور پیشہ کہ خود ہی حرام ہے یہ کیونکر جائز ہوسکتی ہے۔ ولہٰذا ائمہ دین نے فرمایا ہے جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستر پیسے راہ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں۔ اور دوسرے محتاج کے لئے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا جس میں نہ غل نہ شور، نہ گردن پھلانگنا، نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلا شبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۵ ۶/محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ چھتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں اور ٹکڑے روٹیوں کے اور بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں ور صدہا آدمی ان کو لوٹتے ہیں۔ایک کے اوپر ایک گرتا ہے اور بعض کے چوٹ لگ جاتی ہے اور وہ روٹیاں زمین میں گر کر پاؤں سے روندی جاتی ہیں، بلکہ بعض اوقات غلیظ نالیوں میں بھی گرتی ہیں۔اور رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے اور یہی حال شربت کا ہے کہ اوپر سے آبخوروں میں وہ لوٹ مچائی جاتی ہے کہ آدھا آبخورہ بھی شربت کا نہیں رہتا اور تمام شربت گر کر زمین پر بہتا ہے۔ایسی خیرات اور لنگر جائز ہے؟ یا بوجہ رزق کے بے ادبی کے گناہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب یہ خیرات نہیں، شرور وسیئات ہے۔نہ ارادہ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے کی، اور وہ حرام ہے۔اور رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہیں و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۶ ۲۶/محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت امرود، بیلہ، گلاب وغیرہ ہو اور بوجہ تعمیر ہونے حجرہ وغسل خانہ کے ان درختوں کو کاٹا جائے۔تو کوئی شخص ان درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ پیال یا لڑسی موسم سرما میں جو مسجدوں میں ڈالی جاتی ہے اور بعد گذر جانے موسم سرما کے اس نکال کر پھینک دیتے ہیں۔تو جو شخص اس پیال یا لڑسی یا چٹائی کہنہ جو قابل پھینک دینے کے ہو اس کو اپنے صرف میں مثل پانی گرم کرنے کے لا سکتا ہے یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیل مسجد جس پر وضو کرتے ہیں یا اذان دیتے ہیں وہ مسجد کے حکم میں ہے؟ کیا مثل مسجد کے بات وغیرہ کرنے کی وہاں بھی ممانعت ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب ان درختوں کو مسجد کے واجبی ومناسب قیمت پر مول لے کر لگا سکتا ہے۔پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا ہے فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے۔معتکف بلاضرورت اس پر جا سکتا ہے۔اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا کوئی نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں۔بیہودہ باتیں قہقہے سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہئے۔اور بعض باتوں میں حکم مسجد میں نہیں۔اس پر اذان دیں گے، اس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں۔جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں۔دنیا کی جائز قلیل بات جس میں نہ چپقلش ہو، نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا، اس میں حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۷ ۱۰/ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بعد دفن کر دینے میت کے حافظ قرآن کو اس کی قبر پر واسطے تلاوت سوم تک یا کچھ کم وبیش بٹھاتے ہیں اور وہ حافظ اپنی اجرت لیتے ہیں۔ پس اس طرح کی اجرت دے کر قبروں پر پڑھوانا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب تلاوت قرآن عظیم پر اجرت لینا حرام ہے اور حرام پر استحقاق عذاب ہے نہ کہ ثواب پہنچے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو اتنے دنوں کے لئے معین داموں پر کام کاج کے لئے نوکر رکھ لیں۔ پھر اس سے کہیں ایک کام یہ کرو کہ اتنی دیر قبر پر پڑھ آیا کرو۔ یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۸ ۷/ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بیمار آدمی کے ساتھ کھاتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں اور اس مریض کا کپڑا نہیں پہنتے اور کہتے ہیں بیماری ایک آدمی کی دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے۔ آیا حدیث میں اس کی کوئی ممانعت آئی ہے یا نہیں؟

الجواب یہ جھوٹ ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو اڑ کر لگتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لاعــــدوی** بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ اور فرماتے ہیں **فمن اعدی الاول** اس دوسرے کو تو پہلے کی اڑ کر لگی اس پہلے کو کس کی لگی۔ جس مریض کے بدن سے نجاست نکلتی اور کپڑوں کو لگتی ہو۔ جیسے تر خارش یا معاذ اللہ جذام میں اس کا کپڑا نہ پہنا جائے۔ نہ اس خیال سے کہ بیماری لگ جائے گی نجاست سے احتیاط کے لئے۔ اور جہاں یہ نہ ہو کپڑا پہنے میں حرج نہیں۔ یونہی ساتھ کھانے میں، جب کہ ایمان قوی ہو کہ اگر معاذ اللہ بتقدیر الٰہی اسے وہی مرض ہو جائے تو یہ نہ سمجھے کہ ساتھ کھانے یا اس کا کپڑا پہننے سے ہو گیا۔ ایسا نہ کرتا تو نہ ہوتا۔ اور اگر ضعیف الایمان ہے تو وہ ان مرض والوں سے بچے جن کی نسبت متعدی ہونا عوام کے ذہن میں جما ہوا ہے جیسے جذام والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ بچنا اس خیال سے نہ ہو کہ بیماری لگ جائے گی۔ کہ یہ تو مردود و باطل ہے۔ بلکہ اس خیال سے کہ عیاذاً باللہ اگر بتقدیر الٰہی کچھ واقع ہوا تو ایمان ایسا قوی نہیں کہ شیطانی وسوسہ کی مدافعت کرے۔ اور جب مدافعت نہ ہو سکی تو فاسد عقیدہ میں مبتلا ہونا ہوگا۔ لہٰذا احتراز کرے۔ ایسوں کو حدیث میں ارشاد ہوا **فر عن المجذوم کما تفر من الاسد** "جذوم سے بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتب

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۹ ۲۰/ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے اہل سنت و جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ ۱۱/ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ کو میں مسجد اسٹیشن جنکشن پر نماز ظہر پڑھنے گیا (کیونکہ اس چوکی پر میری تعیناتی تھی) مرزا صاحب امام مسجد نے بعد اذان ظہر صلوۃ کہی۔ایک صاحب محمد نبی احمد ساکن سنبھل نے کہا یہ جو آپ نے صلوۃ کہی یہ بدعت ہے۔بعد گفتگو کے وہ صاحب بہت تیز ہوئے اور کہا تمام شہروں میں گیا مگر یہ طریقہ جو آپ کے یہاں ہے نہیں دیکھا۔مرزا صاحب نے کہا میں عالم نہیں ہوں جو آپ کو سمجھاؤں۔اگر آپ اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ میرے ہمراہ شہر میں چلئے، وہاں کے عالم آپ کا اطمینان کردیں گے۔اس پر وہ راضی نہ ہوئے اور بدعت بدعت کرتے رہے اور کہا کہ کسی صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں یہ صلوۃ نہ تھی۔میں نے اس شخص سے کہا کہ اکثر شہروں میں مثل رامپور وغیرہ کے بعد نماز صلوۃ ہوتی ہیں اور ہمارے سردار رسول اکرام نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنے کو آپ بدعت کہتے ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں یہ مدرسہ وسرائے وغیرہ نہیں تھی ان کو بھی آپ بدعت کہتے ہیں؟ تو جواب دیا کہ یہ بدعت مباح ہے میں نے کہا صلوۃ بدعت حسنہ ہے جس ثواب ہم اہل سنت ہی کی قسمت میں اللہ عزوجل نے لکھ دیا ہے اور منکر اس ثواب سے محروم ہیں۔اب گذارش یہ ہے کہ صلوۃ کب سے جاری ہے؟ اور اس کی قدرے تفصیل مع دلائل اور ایسا شخص جو ہمارے سردار معظم صلی اللہ علیہ وسلم پر دورود وسلام بھیجنے کو بدعت کہے گمراہی ہے یا کیا؟ **بینوا توجروا**

الجواب آپ ٹھیک جواب دیا اور جس امر کا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں مطلق حکم دیتا ہو اور خود اپنے ملائکہ کا فعل بتاتا ہوا سے بدعت کہہ کر منع کرنا انہیں وہابیوں کا کام ہے۔اور وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا کہ اس کی گمراہی ان سے ہلکی ہے۔وہ کذب کو اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔اسی لئے اس نے **الا عبادک منھم المخلصین** استثنا کردیا تھا یہ اللہ عزوجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ **قاتلھم اللہ انی یوفکون** صلوۃ بعد اذان ضرور مستحسن ہے۔ساڑھے پانچ سو برس سے زائد ہوئے بلاد اسلام حرمین شریفین ومصر وشام وغیرہ میں جاری ہے۔درمختار میں ہے۔**والتسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر ۷۸۱ سبع مائۃ واحدی و ثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین۔ وھو بدعۃ حسنۃ** قول البدیع امام سخاری ہے۔ **والصوب انہ بدعۃ حسنۃ یوجر فاعلہ۔ واللہ تعالی اعلم**

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۰ ۲۹/ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ تمباکو کو کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ جو لوگ تمباکو پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ اگر تمباکو پان کھا کر تلاوت قرآن عظیم ودیگر وظائف درود شریف وغیرہ پڑھیں تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب بقدر ضرر واختلال حواس کھانا حرام ہے۔ اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے بار کھا کے کلیوں سے خوب منہ صاف کردیں کہ بو آنے نہ پائے تو خالص مباح ہے۔ بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ چاہئے۔ منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو۔ اور قرآن عظیم تو حالت بدبو میں پڑھنا اور بھی سخت ہے۔ ہاں جب بدبو نہ ہو تو درود شریف ودیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان یا تمباکو ہو اگرچہ بہتر صاف کرلینا ہے۔ لیکن قرآن عظیم کی تلاوت کے وقت ضرور منہ بالکل صاف کرلیں۔ فرشتوں کو قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہ دی گئی۔ جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی کسی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے فرشتہ کو ایذا ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

طیبوا افواھکم بالسواک فان افواھکم طریق القران

''اپنے منہ مسواک سے ستھرے کرو کہ تمہارے منہ قرآن عزیز کا راستہ ہیں۔''

رواہ السنجری من الابانته بعض الصحبته رضی ا ...تعا... عنھم بسند حسن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک ان احدکم اذا قرا فی صلاته وضع ملک فاہ علی فیه ولا یخرج من فیه شئی الادخل فم الملک. (رواہ البیھقی فی الشعب و تمام فی فوائدہ والضیاء فی المختار ة عن جابر بن عبدہ اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما وھو حدیث صحیح

''جب تم میں کوئی تہجد کو اٹھے مسواک کرلے کہ جو نماز میں تلاوت کرتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے جو اس کے منہ سے نکلتا ہے فرشتہ کے منہ داخل ہوتا ہے۔''

دوسری حدیث میں ہے۔

لیس شئی اشد علی الملک من ریع الثمر ماقام عبد الی صلوۃ قط الا التقم فاہ ملک ولایخرج من فیہ ایۃ الا یدخل فی فے الملک

''فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں۔ جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اس کا منہ اپنے میں لے لیتا ہے جو آیت اس کے منہ سے نکلتی ہے فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔''

واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۱ ۳/ جمادی الاولیٰ شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے اہل سنت کی خدمت میں گذارش ہے مسلمان پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر کافر یا رافضی یا وہابی کسی مسلمان کے پڑوسی ہوں تو ان کا بھی وہی حق ہوگا جو مسلمان کا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب مسلمان پڑوسی کے بہت حق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننتانہ انہ یورثہ رواہ البیھقی فی السنن عن ام المومنین الصدقتہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما بسند صحیح

''جبریل مجھ سے پڑوسی کے حق کی تاکیدیں بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اسے ترکہ کا وارث کر دیں گے۔''

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حق الجار علی جارہ ان مرض عدتہ وان مات شیعتہ وان استقرضک اقرضتہ وان اعورسترتہ وان اصابہ خیرھناتہ وان اصابتہ مصیبۃ عزیتہ ولا ترفع بناک فوق بنائہ فتسد علیہ الریح ولا توذیہ بریح قدرک الا ان تعزف لہ منھا. (رواہ الطبرانی فی الکبیر عن معویتہ بن حیدۃ القشیری رضی اللّٰہ عنہ

ترجمہ

ہمسائے کا ہمسائے پر حق یہ ہے کہ (۱) بیماری پڑے تو تو اس کے پوچھنے کو جائے اور (۲) مرے تو اس کے جنازہ کو جائے اور (۳) وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے (۴) اور اس کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اسے چھپائے (۵) اور اسے کوئی

بھلائی پہنچے تو تو اسے مبارکباد دے (۶) اور کوئی مصیبت پڑے تو اسے دلاسا دے (۷) اور اپنی دیوار اس کی دیوار سے اتنی اونچی نہ کر کہ اس کے مکان کی ہوا رکے (۸) اور اپنی دیگچی کی خوشبو سے اسے ایذا نہ دے مگر یہ کہ اس کھانے میں سے اسے بھی حصہ دے (یعنی تو امیر ہے اور وہ غریب اور تیرے یہاں عمدہ کھانے پکتے ہیں، خوشبو اسے پہنچے گی۔ وہ ان پر قادر نہیں اس سے ایذا پائے گا۔ لہٰذا اس میں سے اسے بھی دے کہ وہ ایذا خوشی سے مبدل ہو جائے)۔

رافضی وہابی کا کوئی حق نہیں کہ وہ مرتد ہیں۔ نہ کسی کافر غیر ذمی کا اور یہاں کے سب کافر ایسے ہی ہیں۔ ان کے بارے میں صرف اتنا ہی ہے کہ ان کے غدر و بدعہدی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۲ ۱۲/ جمادی الاولیٰ شریف ۱۳۳۸ھ

راہبران دین ومفتیان شرع متین کا کیا حکم ہے کہ نیاز فاتحہ میں کیا فرق ہے؟ اور نیاز فاتحہ دینے کا مستحب طریقہ۔ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے اس کو ثواب کس طریقہ سے پہچائے؟ اور سوائے اس کے اور مسلمانوں کو کس طرح کہہ کر ثواب پہنچائے؟ بینوا توجروا

الجواب مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں اس میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اولیائے کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔ سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی اور تین بار یا سات بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص، اول آخر ۳۔۳ یا زائد بار درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کرے کہ الٰہی! میرے اس پڑھنے (اور اگر کھانا کپڑا وغیرہ بھی ہوں تو ان کا نام بھی شامل کرے اور اس پڑھنے اور ان چیزوں کے دینے پر) جو ثواب مجھے عطا ہوا سے میرے عمل کے لائق نہ دے، اپنے کرم کے لائق عطا فرما۔ اور اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور پرنور سیدنا غوث اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذر پہنچا، اور ان کے آبائے کرام اور مشائخ عظام واولاد امجاد ومریدین ومحبین اور میرے ماں باپ اور فلاں اور فلاں اور سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو گذرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۳ ۲۴/ جمادی الاولیٰ شریف ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا کہ خضاب کالگانا جائز ہے یا نہیں۔ بعض علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے اور زرد بہتر اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے جواز کا فتویٰ باطل ومردود ہے۔ ہمارا مفصل فتویٰ اس بارے مدت کا شائع ہو چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۴ ۳۰/ جمادی الاولیٰ شریف ۱۳۳۸ھ

رہبران دین ومفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں کہ ذبیحہ رافضی ووہابی اور قادیانی کا جائز ہے یا نہیں جب کہ **بسم اللہ اللہ اکبر** کہہ کر ذبح کرے؟ اور کافر اہل کتاب عیسائی یہودی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے جب کہ وہ **بسم اللہ اللہ اکبر** کہہ کر ذبح کریں؟ اور مسلمان عورت بھی ذبح کرسکتی ہے یا نہیں جب کہ کوئی مرد مکان میں نہ ہو؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب عورت کا ذبیحہ جائز ہے جب کہ ذبح صحیح طور پر کرسکے۔ یہودی کا ذبیحہ حلال ہے جب کہ نام الٰہی عزوجلالہ لے کر ذبح کرے۔ یونہی اگر کوئی واقعی نصرانی ہو نہ نیچری دہریہ جیسے آج کل کے عام نصاریٰ ہیں۔ کہ نیچری کلمہ گو مدعی اسلام کا ذبیحہ تو مردار ہے نہ کہ مدعی نصرانیت کا رافضی تبرائی، وہابی دیوبندی، وہابی غیر مقلد، قادیانی، چکڑالوی، نیچری، ان سب کے ذبیحے محض نجس ومردار حرام قطعی ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔ ولا ذبیحۃ لمرتد۔ ہاں غیر تبرائی یعنی تفضیلہ کا ذبیحہ حلال ہے جب کہ ضروریات دین سے نہ کسی شے کا خود منکر ہو نہ اس کے منکر رافضی وغیرہ کو مسلمان جانتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۵ ۲۵/ جمادی الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص رامپوری نے کمترین سے کہا کہ تم اعلیٰ حضرت سے دریافت کرنا کہ میں نہ علماء کی زبانی سنا ہے کہ کافر کتابی سے نکاح جائز ہے اور رافضی تبرائی، قادیانی سے حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ تو کیا رافضی، وہابی، قادیانی کافر کتابی سے بدتر ہیں؟ رافضی تو خلفائے کرام کو تبرا کہہ کر اور وہابی توہین۔ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قادیانی دعویٰ نبوت سے کافر ہوئے۔ لیکن کلمہ گو اور باقی افعال مثل نماز روزہ وغیرہ تو مسلمانوں کی طرح ہیں لیکن کافر کتابی تو سرے سے نہ حضور اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں نہ نماز روزہ اور سب ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اگر رافضی، وہابی، قادیانی سے نکاح ناجائز ہے تو کافر کتابی سے بدرجہ اولیٰ ناجائز ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر مرد مسلمان ہو تو اس گمان پر رافضیہ، وہابیہ، قادیانیہ سے نکاح کرے کہ یہ میری محکوم رہے گی۔ میں سمجھا کر جس طرح ہوسکے گا مسلمان کرلوں گا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر مسئلہ ۳۳ کو دیکھتے اس کا جواب واضح ہوجاتا۔ احکام دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے اور مرتدوں میں سب سے خبیث تر مرتد منافق۔ رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے، نماز وغیرہ افعال اسلام بظاہر بجالاتے، بلکہ وہابی وغیرہ قرآن وحدیث کا درس دیتے لیتے اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں بھی شریک ہوئے بلکہ چشتی، نقشبندی وغیرہ بن کر پیری مریدی کرتے اور علماء ومشائخ کی نقل اتارتے اور بایں ہمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کرتے یا ضروریات دین سے کسی شے کا انکار رکھتے ہیں۔ ان کی اس کلمہ گوئی وادعائے اسلام اور افعال واقوال میں مسلمانوں کی نقل اتارنے ہی نے ان کو اخبث و اضر اور ہر کافر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست، مجوسی سب سے بدتر کردیا کہ یہ آکر پلٹے، دیکھ کر الٹے، واقف ہو کر اوندھے۔

قال اللہ تعالیٰ

ذلک بانهم امنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون O

یہ اس کا بدلہ ہے کہ وہ ایمان لاکر کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کردی گئی تو اب ان کو اصلا سمجھ نہ رہی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیه وسلم

مسئلہ ۴۶ ۹/رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ زید چند طریقہ سے صرافی کرتا ہے۔

۱۔ روپیہ کا کل نامہ چاندی کا دیتا ہے۔

۲۔ کل نامہ گلٹی کا۔

۳۔ پورے سولہ آنے پیسے۔

۴۔ چاندی گلٹی پیسے ملے ہوئے مگر سولہ آنے دیتا ہے۔

۵۔ ہر چہار طریقہ مذکورۂ بالا میں ایک پیسہ کم۔

۶۔ اسی طریقہ سے نوٹ کا نامہ دیتا ہے۔ یا تو ہر طریقہ میں پورا نامہ، یا ہر ایک میں ایک ایک پیسہ کم۔

۷۔ اور ۱۰۰ انوٹوں کے ۹۹ روپیہ بھی فروخت کرتا ہے اور خریدنے والے خوشی سے لے جاتے ہیں۔ آیا یہ سب طریقے جائز ہیں یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب دونوں طرف نری چاندی ہو تو دو باتیں فرض ہیں۔ دونوں کانٹے کی تول ہموزن ہوں اور دونوں دست بدست اسی جلسہ میں ادا کی جائیں۔ بائع مشتری کو دے دے مشتری بائع کو۔ ان میں سے جو بات کم ہوگی حرام ہے۔ اور اگر ایک طرف روپیہ ہے اور دوسری طرف نری چاندی نہیں، گلٹ یا پیسے یا نوٹ ہیں۔ یا روپیہ سے کم چاندی باقی پیسے یا گلٹ نوٹ۔ یا ایک طرف نوٹ ہے اور دوسری طرف چاندی یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ تو صرف ایک بات لازم ہے کہ ایک طرف کا قبضہ ہو جائے۔ اگر بیع وشرا کر لی اور نہ بائع نے مشتری کو بیع نہ مشتری نے بائع کو ثمن تو حرام ہے اور ایک طرف کا قبضہ ہو جائے تو جائز۔ اگرچہ دوسری طرف سے ابھی نہ ہو۔ اور اس صورت میں پیسے دو پیسے خواہ زائد کی کمی یا سو کا نوٹ ایک روپیہ، یا ایک روپیہ کا سو روپیہ کو برضامندی بیچنا سب جائز ہے۔ یہ سب صورتوں کا جواب ہو گیا۔ یہ احکام بیع میں ہیں۔ اگر روپیہ یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ قرض دیئے اور یہ ٹھہرا لیا کہ ایک پیسہ زائد لیا جائے گا تو حرام قطعی اور سود ہے۔ قال اللہ تعالی واحل اللہ البیع و حرم الربوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفي عنه بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۷ ۱۵/ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیاحکم ہے علمائے اہل سنت و جماعت کا کہ دیہات میں اکثر یہ رواج ہے کہ مسلمان بکرے کو ذبح کر کے چلا جاتا ہے۔ باقی گوشت پوست سب ہندو چک بنا کر فروخت کرتے ہیں۔ایسا گوشت مسلمانوں کو کھانا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب حرام ہے کافر کا یہ کہنا کہ یہ وہی بکرا ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا مسموع نہیں اذلا **قول له فی الدیانات۔** ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو۔کوئی نہ کوئی مسلمان جب سے اب تک اسے دیکھتا رہا ہو جس سے اس پر اطمینان ہے کہ یہ وہی جانور ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا تو خریداری جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۸ ۲۸/ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ والدین کا بھی اولاد کے اوپر کچھ حق ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب والدین کا حق اولاد پر اتنا ہے کہ رب عزوجل نے اپنے حقوق عظیمہ کے ساتھ گنا ہے:

ان اشکرلی ولوالدیک

''حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔'' واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۴۹ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کو جانا اور مرثیہ سننا، ان کی نیاز کی چیز لینا، خصوصاً آٹھویں محرم کہ جبکہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے۔ ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے۔ ان کی نیاز نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم از کم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔ محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ خصوصاً سیاہ کہ شعار رافضیان لئام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۰ ۱۱/محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں:

۱۔ بعض اہل سنت و جماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے اور نہ جھاڑو دیتے ہیں۔ کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

۲۔ ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔

۳۔ ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔

۴۔ ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔۔ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

بینوا توجروا

الجواب پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۱ ۱۵/محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سید صاحب سر پر بال اس طرح رکھیں کہ وہ کاکل یا گیسو کہے جا سکیں۔تو ایسے بال ان سید صاحب کو بڑھانا جائز ہیں یا نہیں؟ سنا گیا ہے کہ امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے گیسو تھے جو شانوں پر لٹکتے تھے۔

الجواب شانوں تک گیسو جائز ہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔اور شانوں سے نیچے بال کرنا عورتوں سے خاص اور مرد کو حرام ہے۔ قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللّٰہ تعالٰی المتشبھن بالنساء۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۲ ۲۱/محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ؟ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب قرائت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں، یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو، جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہ ہم۔ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو، جیسے تفضیلیہ کہ مولٰی علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ وعمرو بن عاص وابو موسیٰ اشعری ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے۔کہ انہیں امام بنانا حرام، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور جتنی پڑھی ہوں، سب کا پھیرنا واجب۔اور انہیں کے قریب ہے فاسق معلن۔ مثلاً ڈاڑھی منڈا، یا خشخاشی رکھنے والا، یا کتروا کر حد شرع سے کم کرنے والا، یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا، خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے، یا ریشمی کپڑا پہنے، یا مغرق ٹوپی، یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں یا سود خوار یا ناچ دیکھنے والا۔ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔اور جو فاسق معلن نہیں، یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی، یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولدالزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت ونفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولٰی اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب زائد مسائل نماز طہارت کا علم رکھتے ہوں

تو انہیں کی امامت اولیٰ ہے۔ بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے اگر چہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لئے جائیں۔ بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، کہ نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کے کچھ عوض نہیں۔ امام اسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت، صحیح القراءۃ ہو، مسائل نماز وطہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ نہ اس میں کوئی

ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔ یہی اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل واطناب، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۳ یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا حق ہیں؟

الجواب مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالیٰ:

وعاشروھن بالمعروف ''اور ان کے ساتھ اچھی گذران کرو۔''

وقال تعالیٰ:

یایھا الذین امنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔''

اور عورت پر مرد کا حق امور متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام حقوق حتیٰ کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت، اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں آٹھویں دن، وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے اور بہن بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد۔ اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اگر میں کسی کو کسی غیر خدا کے سجدہ کا

حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔" اور ایک حدیث میں ہے "اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا۔" واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵٤ ۲۹/صفر ۱۳۳۹ھ

حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ جل شانہ، کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز میں کسی طرح کی کراہت تو نہ ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۵ ٦/ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس جانور کو ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی پہلی دفعہ میں اس کی گردن اس کے جسم سے علیحدہ ہوگئی، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی کھال اس کے سر سے کچھ لگی رہی تو کیا حکم ہے؟

الجواب دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ٥٦ ١٢/ ربیع الاول شریف ١٣٣٩ھ

کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے ان کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے آیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو ان کو کیا کرنا چاہئے؟ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں۔ ایک موضع میں ان سوئم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دے دیتے ہیں وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہٰذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہئے یا نہیں۔

بینوا توجروا

الجواب یہ چیزیں غنی نہ لے، فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے ملنے سے خوش ہوتا ہے، اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے۔ مشرک یا چمار کو ان کا دینا گناہ، گناہ، گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں۔ اور لے لئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں، وہ تبرک ہے۔ فقیر و غنی سب لیں جبکہ مانی ہوئی نذر بطور شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۷ ۱۵/ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مذبح میں گاؤکشی کرتا ہے اور ہر ایک ذبیحہ پر دو پیسے ایک ایک آنہ لیتا ہے اور وہی زید امامت بھی کرتا ہے اور گاہ گاہ اجرت ذبیحہ میں گوشت بھی لیتا ہے۔ اب علمائے دین فرمائیں کہ ذبیحہ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کا امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟

اور بعض شخص کہتے ہیں کہ گوشت کھانا کسی آیت حدیث سے ثبوت نہیں بعض شخص کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں گاؤ کو ذبح کرا کر اور اس کا گوشت پکوا کر اس میں اپنی انگشت مبارک تر کر کے چوس لیا ہے۔ سو یہ بھی تب کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی دن کا فاقہ تھا۔ جب سے گوشت کھانا لوگوں نے اپنے مزے کی خاطر جاری کر لیا ہے اب جناب قبلہ سے امیدوار ہوں کہ اس کا پورا پورا ثبوت مع آیت وحدیث شریف کے تحریر فرما کر عطا فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ذبح پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں **لانہ لیس بمعصیۃ ولا واجب متیعین علیہ** ہاں یہ ٹھہرانا کہ سے ذبح کرتا ہوں۔ اس میں اتنا گوشت اجرت میں لوں گا یہ ناجائز ہے۔ **لانہ کفیز الطحان** جو جائز ذبح پر جائز اجرت لے۔ اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی حرج نہیں۔ اس کی امامت درست ہے۔ جب کہ کوئی مانع شرعی نہ رکھتا ہو۔ گوشت کھانا بلاشبہ قرآن وحدیث واجماع امت سے سے ثابت ہے۔

قال اللّٰہ تعالی فکلوا منھا و اطعموا البائس الفقیر و قال اللّٰہ تعالی فمنھا رکوبھم و منھا یاکلون و قال اللّٰہ تعالی ومالکم الاتاکلوا مماذکر اسم اللّٰہ علیہ

وہ بے سروپا حکایت جو کسی نے بیان کی محض کذب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۸ ۲۷/ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے شجرہ خوانی دام تزویر ہے۔ اور اس پر بہارستان مولانا جامی سے یہ عبارت نقل کرتا ہے۔

از حضرت سید بہاؤ الدین صاحب نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پرسیدند۔ کہ از حضرت شجرہ شما چیست فرمودند کہ کسے از شجرہ خوانی بجائے نرسد۔ پس خدائے عزوجل را بیگانگی می شناسیم۔ وبہمہ انبیاء واولیاء ایمان آریم۔ ومقید سلسلہ نیستم۔" یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت جناب کا شجرہ کیا ہے جناب نے ارشاد فرمایا کہ صرف شجرہ خوانی سے کوئی کسی مقام پر نہیں پہنچتا پس ہم اللہ تعالٰی کو بے مثلیت کے ساتھ پہچانتے ہیں اور تمام انبیاء اور اولیا پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی ایک سلسلہ کے ہم پابند نہیں ہیں۔

الجواب یہ قول محض باطل ہے۔ اور اس میں ہزارہا اولیائے کرام پر حملہ ہے اور بہارستان سے جو عبارت نقل کی ہے۔ ساختہ ہے اس میں شجرہ خوانی یا شجرہ کا لفظ کہیں نہیں۔ اور پس خدائے عزوجل سے آخیر تک ساری عبارت اپنی طرف سے بڑھائی ہوئی ہے۔ بہارستان میں نہیں۔ شجرہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک بندے کے اتصال کی سند ہے۔ جس طرح حدیث کی اسنادیں امام عبدالرشید بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کہ اولیاء وعلماء ومحدثین وفقہاء سب کے امام ہیں فرماتے ہیں:

لولا الاسناد لقال فی الدین من شاء ماشاء

اگر سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو شخص چاہتا دین میں اپنی مرضی کی بات کرتا پھرتا۔

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں۔

اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ۔

دوم صالحین کا ذکر کہ موجب نزول رحمت ہے۔

سوئم نام بنام اپنے آقایان نعمت کو ایصالِ ثواب کہ ان کی بارگاہ سے موجب نظر عنایت ہے۔

چہارم جب یہ اوقات سلامت میں ان کا نام لیوا رہے گا۔ وہ اوقات مصیبت میں اس کے دستگیر ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعرف الی اللّٰہ فی لرخاء یعرفک فی الشدۃ

"آرام کی حالت میں خدا کو پہچان وہ تجھے سختی میں پہچانے گا۔"

رواہ ابو القاسم من بشران فی امالیۃ عن ابی ہریرۃ وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم بسند حسن۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۹

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مسجد کے اندر کھانا پینا جائز ہے۔یا مکروہ۔یا حرام؟ کیا وہ شخص جو نفل اعتکاف کی نیت کرکے مسجد میں داخل ہو۔کھا پی سکتا ہے۔یا نہیں؟ اگر کھا پی سکتا ہے تو کیا کچھ ذکر الٰہی کرنے کے بعد۔یا داخل ہوتے ہی فوراً کھا پی سکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب مسجد میں ایسا کھانا پینا کہ مسجد میں گرے۔اور مسجد آلودہ ہو۔مطلقاً حرام ہے۔معتکف ہو یا غیر معتکف اسی طرح ایسا کھانا جس سے نماز کی جگہ گھرے۔اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو غیر معتکف کومکروہ۔اور معتکف کو مباح۔کہ اگر واقعی اسے اعتکاف منظور ہی تھا جب تو نیت کرتے ہی معاً کھا پی سکتا ہے۔اور اگر اعتکاف کی نیت اس لئے کی۔کہ کھانا پینا جائز ہو جائے۔تو پہلے کچھ ذکر الٰہی کرے پھر کھائے۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۶۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کیا۔ نکاح دوم جائز ہے۔ یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی۔ وہ کیسی ہوگی؟ اور زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے۔ یا نہیں؟ اور یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں۔ یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین۔ اس سے جو اولاد ہوگی۔ شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں۔ اسے ولد حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔ جب تک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی۔ اس وقت تک کے جماع سے جو پہلی سے ہوئی۔ ولد حلال ہے۔ اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو۔ بھی شرعاً اولاد حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں۔ زید کا ترکہ پائیں گی۔ کہ نسب ثابت ہے۔ ہاں زوجہ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی۔ نکاح فاسد ہے۔ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں۔ پہلی مطلقاً اور دوسری اس صورت میں کہ حقیقتاً اس سے جماع کیا ہو۔ فقط خلوت کافی نہیں پھر بھی اپنا پورا مہر پائے گی۔ اور دوسری مہر مثل اور جو مہر بندھا تھا۔ ان دونوں میں سے جو کم ہو وہ پائے گی۔ درمختار میں ہے:

یجب مهر المثل فی نکاح فاسد وهو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشهود و مثله تزوج الاختین معا و نکاح الاخت فی عدة الاخت اه ش بالوطء لا بغیره کالخلوط ولم یزدمهر المثل علی المسمی لرضاها بالحط ولو کان دون المسمی لزم مهر المثل

"واجب ہوگا مہر مثلی نکاح فاسد میں یعنی وہ نکاح جس میں شرائط صحت نکاح میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے مثلاً گواہ اور اسی طرح ہے دو بہنوں کا اکٹھا نکاح اور ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن کا نکاح اش مذکورہ بالا صورت میں مہر وطئی کرنے سے واجب ہوگا وطئی کے بغیر خلوت وغیرہ سے مہر لازم نہیں ہوگا اور مہر مثل مہر مسمی پر زائد بھی نہ ہو کیونکہ کی پر عورت راضی ہو چکی ہے اور اگر یہ مہر مسمی سے کم ہو تو مہر مثلی لازم ہوگا۔" ہدایہ باب النکاح الرقیق میں ہے:

بعض المقاصد فی النکاح الفاسد حاصل کالنسب و وجوب المهر و العدة

"بعض مقاصد نکاح فاسد میں حاصل ہیں جیسے ثبوت نسب اور وجوب مہر اور عدت۔"

درمختار میں ہے:

یستحق الارث بنکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا و اللّٰہ سبحانه و تعالی اعلم

"آدمی مستحق وراثت صحیح نکاح سے ہی ہوگا پس نکاح فاسد اور باطل سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوسکتا اجماعاً۔"

کتبه

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیه وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

احکام شریعت ﴿ حصہ دوم ﴾

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا قول ہے وقت مغرب بہت قلیل ہے اسی وجہ سے چھوٹی سورۃ مغرب میں پڑھتے ہیں اور بعد دوسنت ونفل کے مغرب کا وقت نہیں رہتا یا پانچ، چھ منٹ اور رہتا ہے۔ عمرو کہتا ہے نماز مغرب اول وقت پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا پڑھنا یہ سب مستحب ہے۔ مغرب کا وقت جب تک سرخی شفق کی رہتی ہے باقی رہتا ہے، بلکہ آدھ گھنٹے سے زائد رہتا ہے لہٰذا گذارش ہے کہ وقت مغرب کی پہچان کہ کب تک رہتا ہے اور کتنی دیر رہتا ہے اور زید وعمرو کے قول کی تصدیق اور یہ کہ سرخی کے بعد جو سفیدی رہتی ہے اگر اس وقت کوئی شخص نماز مغرب ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں اور بلا کراہت کس وقت تک پڑھنا جائز ہے؟

الجواب زید کا قول محض غلط ہے اس نے اپنی طبیعت سے یہ بات گھڑی ہے جبھی تو وہ شک کی حالت میں ہے خود کبھی کہتا ہے نہیں رہتا پھر کہتا ہے پانچ یا چھ منٹ اور رہتا ہے یہ سب اس کے باطل خیالات ہیں جن کو شرعی معاملات میں استعمال کرنا حرام ہے بلکہ مغرب کا وقت اس سفیدی کے ڈوبنے تک رہتا ہے جو عرضاً یعنی جانب مغرب میں شمالاً جنوباً سفیدہ صبح کی طرح پھیلی ہوتی ہے اس کے بعد جو سفیدی نہ جنوباً شمالاً بلکہ آسمان میں اوپر کی طرف کو طولاً صبح کاذب کی طرح باقی رہے اس کا اعتبار نہیں۔ غروب آفتاب سے اس سفیدی ڈوبنے تک جو عرضاً پھیلی ہوتی ہے۔ اس بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ وقت ہوتا ہے اور زائد سے زائد ایک گھنٹہ ۵۳ منٹ، ۱۸ سے ۳۵ منٹ تک وقت بدلتا رہتا ہے کہ بعض دنوں میں سفیدی ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ بعض دنوں میں ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ بعض میں ۲۰ اسی طرح ۳۵ منٹ بعد غروب ہوتی ہے۔ ردالمحتار تحت قول ماتن الشفق هو الحمرة عندهما و به قالت الثلثة واليه رجع الامام فرمایا: والمحقق فى الفتح باه لا يساعده رواية ولا دراية الخ وقال تلميذه العلامة قاسم فى تصحيح القدورى ان رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الائمة الثلثة الى اليوم من حكاية القولين و دعوى عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول قال فى الاختيار الشفق البياض وهو مذهب الصديق الخ۔ ہاں مغرب کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے اور بلا عذر دو رکعتوں کے قدر دیر لگانا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے درمختار میں ہے والمستحب التعجيل فى المغرب مطلقا و تاخير قدر ركعتين يكره تغزيها. اور بلا عذر اتنی دیر لگانا جس میں کثرت سے ستارے ظاہر ہو جائیں مکروہ تحریمی وگناہ ہے اسی میں والمغرب الى اشتباك النجوم امى كثرتها كره تحريما الابعذر. واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت وجماعت کا مسائل ذیل میں:

(الف) زیور نقرئی یا طلائی روزانہ پہنا جاتا ہو یا رکھا رہے کیا دونوں پر زکوٰۃ ہے؟

(ب) حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخ بازار جو بروقت دینے زکوٰۃ کے ہو؟

(ج) جو روپیہ تجارت میں مثلاً پارچہ یا کرایہ وغیرہ خرید لیا ہے اس پر زکوٰۃ کس حساب سے دینا ہوگی؟

(د) فی صدی کیا زکوٰۃ کا دینا ہوگا؟

(ہ) زکوٰۃ کا روپیہ کافر، مشرک، وہابی، رافضی، قادیانی، وغیرہ کو دینا چاہئے یا نہیں؟

(و) زکوٰۃ کا دینا اولی کس کو ہے، بھائی بہن والدین جو صاحب نصاب نہ ہوں ان کو دینا چاہئے یا نہیں؟

(ز) چھپن روپیہ جس شخص کے پاس ہوں صاحب نصاب ہے اب وہ زکوٰۃ کا کیا دے؟

(ح) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض؟

(ط) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کے لئے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بکری کی قربانی کرو تو کس کی قربانی کی جائے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

(الف) زیور مطلقاً زکوٰۃ ہے ہر وقت پہنے رہیں خواہ کبھی نہ پہنیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) سونے کے عوض سونا اور چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا، ہاں! اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی نرخ بنوانے کے وقت کا معتبر ہوگا نہ وقت ادا کا اگر سال تمام سے پہلے یا بعد ہو بلکہ جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی وہ تاریخ اور وہ وقت جب عود کریں گے اس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا۔ اس وقت کا نرخ لیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو اس مال تجارت کی قیمت ہے اس کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(د) آسانی اسی میں ہے کہ فی صد ڈھائی روپے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ہ) ان کو دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ۔

(و) یہ جن کی اولاد میں ہے جیسے ماں باپ دادا، دادی نانا، نانی اور جو اس کی اولاد ہیں جیسا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی، ان کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور بھائی بہن اگر مصرف زکوٰۃ ہوں تو ان کو دینا سب سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ز) چھپن (۵۶) روپیہ کا چالیسواں حصہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ح) صاحب نصاب جو اپنی حوائج اصلیہ سے فارغ چھپن روپیہ کے مال کا مالک ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ط) مشرکوں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی بند کرنا حرام حرام سخت حرام اور جو بند کرے گا جہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا اور روز قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جس شخص کے ذمہ نماز قضا دس یا بارہ یا چودہ سال کی ہو۔ وہ شخص کس طریقہ سے نماز قضا پھیرے جو طریقہ آسان ہو ارقام فرمایئے مع نیت ووتر کے کہ نماز وتر قضا پڑھی جائے گی یا نہیں۔ جواب عام فہم ہو۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب قضا ہر روز کی نماز کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں دو فرض فجر کے چار ظہر چار عصر تین مغرب چار چار عشاء کے اور تین وتر، اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے۔ ''نیت کی میں نے سب میں پہلی یا سب میں پچھلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی یا پچھلی ظہر کی جو مجھ سے قضا ہوئی اور ابھی تک میں نے اسے ادا نہ کیا''۔ اسی طرح ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہیں وہ آسانی کیلئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار **سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلی** کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح سجدہ میں۔ ایک تخفیف کثرت قضا والے کیلئے یہ ہو سکتی ہے دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع کرلے مگر وتروں کی تینوں رکعت میں الحمد اور سورۃ دونوں ضرور پڑھی جائیں۔ تیسری تخفیف یہ کہ پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ **اللھم صلی علی محمد والہ** کہہ کر سلام پھیر دے چوتھی تخفیف یہ کہ وتروں کی تیسری رکعت میں دعا قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار **رب اغفرلی** کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٤ کیا حکم ہے شرع مطہر کا اس مسئلہ میں کہ تین بھائی حقیقی ایک مکان میں رہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد تین قطعے ہو گئے دو مکانوں کا دروازہ ایک ہی رہا اور تیسرے قطعہ کا دروازہ علیحدہ دوسری جانب کو بنایا گیا مگر اس مکان میں ایک کھڑکی پچھلے دونوں قطعوں میں آمد ورفت کے واسطے رہی جس کے باعث سے تینوں بھائیوں کے مکان ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اس تیسرے قطعہ یعنی کھڑکی والے مکان کے ساکن کا انتقال ہو گیا تو مرحوم کی بی بی ایام عدت میں اس کھڑکی سے پچھلے دونوں قطعوں میں جا سکتی ہے یا نہیں اور پچھلے دونوں قطعوں کے مالک بھی مرحوم ہی تھے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب جب کہ میت کا مکان سکونت وہ تھا عورت اس میں عدت پوری کرے اور کھڑکی دو مکانوں کو ایک نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالیٰ واعلم۔

مسئلہ ۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نکاح کیا بعد رخصت کے یہ معلوم ہوا کہ عورت امراض سخت میں مبتلا ہے اور اولاد کی اس سے قطعاً ناامیدی ہے اور کاروبار خانہ داری سے بالکل مجبور ہے۔ دو سال تک زید نے اپنی عورت کا علاج کیا مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا مجبوراً زید نے دوسرا کیا۔ زوجہ اولیٰ کے والدین نے اپنی لڑکی کو اپنے مکان پر روک لیا اور زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کیا چند بار زید اپنی بی بی کے لینے کے واسطے گیا اور بہت خوشامد کی مگر زوجہ اولیٰ کے اولدین کسی طرح رضامند نہیں ہوئے زید اس کے بلانے کی کوشش میں ہے ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر یہ صورت واقعہ میں زید کا قصور کیا ہے اس کے پیچھے نماز بے تکلف روا ہے اگر اور شرائط امامت رکھتا ہے قال اللہ تعالیٰ لاتزروا زرۃ وزر اخری. واللہ تعالیٰ اعلم (سورہ النجم ۳۸)

مسئلہ ٦ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بازاری عورت طوائف کا بیٹا ہے بچپن سے زید کی طبیعت علم کی طرف مائل تھی حتی کہ وہ عالم ہو گیا نماز اس کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس کے والد کا پتہ نہیں کہ کون تھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب نماز جائز ہونے میں کلام نہیں بلکہ جب وہ عالم ہے اگر عقیدے کا سنی ہو اور کوئی وجہ اس کے پیچھے منع نماز کی نہ ہو تو وہی امامت کا مستحق ہے جب کہ حاضرین میں اس سے زیادہ کسی کو مسائل نماز و طہارت کا علم نہ ہو کما فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۷ کیا حکم ہے شریعت مطہر کا اس میں کہ دعوت طعام کونسی سنت ہے اور کس دعوت طعام سے انکار کرنا اور قبول نہ کرنا گناہ ہے بالتفصیل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب دعوت ولیمہ کا قبول کرنا سنت موکدہ ہے جب کہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہ نہ ہو۔ نہ کوئی مانع شرعی ہو اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے۔ باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جب کہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اس سے زیادہ اہم کام ہو اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول نہ کرنے کا اسے مطلقاً اختیار ہے ردالمختار میں ہے:

دعی الی ولیمۃ ھی طعام العرس و قیل الولیمۃ اسم لکل طعام و فی الھندیۃ عن التمر تاشی اختلف فی اجابۃ الدعوی قال بعضھم واجبۃ لا یسع ترکھا وقال العامۃ ھی سنۃ والا فضل ان یجیب اذا کانت ولیمۃ والافھو مخیر والاجابۃ افضل لان فیھا ادخال السرور فی قلب المومن واذا اجاب فعل ما علیہ اکل الا والافضل ان یاکل لو غیر صائم و فی البنایۃ اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ واغیرھا وامادعوۃ یقعد بھا النظاول او انشاء الحمد اوما اشبھہ فلا ینبغی اجابتھا لا سیما اھل العلم اہ ملخصا وفی الاختیار ولیمۃ العرس سنۃ

قديمة ان لم يجبها اثم و جفالانه استهزاء المضيف اه ومقتضاه انها سنة موكدة بخلاف غيرها و صرح شراح الهداية بانها قربة من الواجب وفي التاتار خانية عن الينا بيع لو دعى الى دعوته فالوا جب الا اجابة ان لم يكن هناك معصية ولا بدعة والامتناع اسلم في زماننا الا اذا علم يقينا ان لا بدعة ولا معصية اه والظاهر حمله على غير الوليمة لما مرتامل اه والله تعالى اعلم.

مسئلہ ۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(الف) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالٰی سے وعدہ لے لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ کتاب معارج النبوۃ سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔

(ب) کتاب معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں۔

(ج) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(د) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان میلاد شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

(ہ) خاتون جنت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روز محشر وہ برہنہ سرو پا ظاہر ہوں گی اور امام حسین رضی اللہ عنہ و امام حسن رضی اللہ عنہ کے خون آلودہ اور زہر آلودہ کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جو جنگ احد میں شہید ہو گیا تھا ہاتھ میں لئے ہوئے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایا پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضہ میں امت عاصی کو بخشوائیں گی صحیح یا نہیں؟

(و) مجلس میلاد شریف پڑھنے کے لئے بیشتر ٹھہرا لینا کہ ایک روپیہ دو تو ہم پڑھیں گے اور اس سے کم پر نہیں پڑھیں گے اور وہ بھی اس سے پیشگی بطور بیعانہ یا سائی جمع کرا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ز) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج عرش الٰہی پر نعلین مبارک تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟ اللہ کے حضور حاضر ہونا کہنا چاہئے نہ کہ تشریف لے جانا مولف یعنی معہ نعلین عرش پر جانا ۲۲ مؤلف)

(ح) رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکر شہادت ومصائب شہدائے کربلا وسوز خوانی ومرثیہ مصنفہ انیس ودبیر پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

(ط) بیان کیا جاتا ہے کہ شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے والدین رضی اللہ عنہما کا عذاب دکھایا گیا اور ارشاد باری ہوا کہ اے حبیب یا ماں باپ کو بخشوالے یا اُمت کو آپ نے ماں باپ کو چھوڑا اُمت اختیار کی صحیح ہے یا نہیں؟

(ی) زید باوجود اطلاع پانے جوابات سوالات مذکور الصدر کے اگر اپنے قول وافعال مذکورہ بالا سے باز نہ آئے اور تائب نہ ہو اوران جوابات کو جھوٹا تصور کرے اور یہی بیانات اور طریقے جاری رکھے تو اس سے مجلس شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(الف) بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) سنی واعظ تھے۔ کتاب میں رطب ویابس سب کچھ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج) اس مال کی شرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوکوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول ہوگا کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا۔ بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد ونقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مذہب مفتی بہ پر دہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی۔ جو شیرینی اسے خاص اجرت زنا یا غنا میں ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد ونقد مال حرام پر جمع ہوئے وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے۔ یہ حکم تو شیرینی وفاتحہ کا ہوا تو مگر اس کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کے لئے ہو معصیت یا تہمت یا مظنہ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے:

من كان يومن بالله اوليوم الاخر فلا يقص مواقع التهم

ترجمہ جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دِن پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔ اول تو ان کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انہیں احتمالات خباثت پر ہی ہے جو اہل تقویٰ نہیں، اسے ان کے ساتھ قرب آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہل تقویٰ ہے اس کے لئے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا احمق کا کام ہے ومن وقع حول الحی اوشک ان یقع فیہ

ترجمہ جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں پڑ بھی جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(د) علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن مناسب نہیں۔

(ہ) یہ سب محض جھوٹ اور افترا اور کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے مجمع اولین وآخرین میں ان کا برہنہ سر تشریف لانا جن کو برہنا سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا وہ کہ جب صراط پر گزر فرمائیں گے زیر عرش سے منادی ندا کرے گا اے اہل محشر اپنے سر جھکالو اور اپنی آنکھیں بند کرلو کہ فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صراط پر گزر فرماتی ہیں پھر وہ نور الٰہی ایک برق کی طرح ستر ہزار حوریں جلوے میں لئے ہوئے گزر فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(و) اللہ عزوجل فرماتا ہے **لاتشتروا بایتی ثمنا قلیلا**۔ یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ح) حرام ہے ع کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ حدیث میں ارشاد ہوا **لاتجالسوھم** ان کے پاس نہ بیٹھو دوسری حدیث میں فرمایا **من کثر سواد قوم فھو منھم** جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ط) محض جھوٹ افترا اور کذب و بہتان ہے اللہ و رسول پر افترا کرنے والے فلاح نہیں پاتے جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ی) یجو بعد اطلاع احکام شرعیہ نہ مانے اور انہیں افعال پر مصر رہے اور فتویٰ شریعت کو جھوٹا تصور کرے وہ گمراہ ہے اس سے مجلس شریف پڑھوانا یا اس کا سننا اس سے امید ثواب رکھنا اس کی تعظیم کرنا سب ناجائز ہے جب تک تائب نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے اگر ہجرت ہی کرنا ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منورہ کو ہجرت کروں گا کم از کم یہ تو ہوگا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملے گا اور کہتا ہے دین مدینہ منورہ سے نکلا ہے اور پھر اسی طرف پلٹ جائے گا پس اس جگہ سے کون جگہ افضل ہوگی اور اس زمانہ میں جب کہ نصاریٰ کا قبضہ اس جگہ ہے کابل سے ہزار درجہ اس جگہ کی ہجرت کو افضل کہتا ہے اور اپنے لئے باعث سلامتی دین وشفاعت تصور کرتا ہے زید کا یہ خیال درست ہے یا نہیں اور ہجرت اس کی درست ہوگی یا نہیں اور اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفارہ کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں نہ آئے گا ایسی نیت اس کی درست ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں بے شک مدینہ منورہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہوسکتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **والمدینۃ خیرلھم لو کانوا یعلمون** **ترجمہ** مدینہ منورہ ان کے لئے سب سے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔ مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظ آداب نہیں ہوسکے گا اور قبضہ کفار کا بیان غلط اور ہو تو یہ نیت کہ ان کے قبضہ تک وہیں رہے گا الٹی نیت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰ خدمت والا میں گزارش ہے کہ براہ کرم امور ذیل کا جواب مرحمت فرما کر خادم کی تسلی فرمائیں۔

(۱) مسائل خلافت اسلامیہ وہجرت عندالہند کے متعلق مولوی عبدالباری فرنگی محلی وابوالکلام آزاد وغیرہ نے جو کچھ آواز اٹھائی ہے یہ حدود اسلامیہ وشرعیہ کے موافق ہے یا خلاف۔

(۲) ہر لحاظ سے جناب والا کی خاموشی کن مصالح کی بنا پر ہے اگر موافق ہے تو کیوں ان اصحاب کی تائید میں آواز نہیں اٹھاتے اور اگر خلاف ہے تو دوسرے مسلمانوں کو خطرناک ہلاکت سے کیوں نہیں روکا جاتا جناب والا نے اپنے لئے کیا راہ تجویز فرمائی ہے۔بینوا توجروا۔

الجواب مقصد بتایا جاتا ہے اماکن مقدسہ کی حفاظت اس میں کون مسلمان خلاف کرسکتا ہے اور کاروائی کی جاتی ہے کفار سے اتحاد مشرک لیڈروں کی غلامی وتقلید قرآن شریف وحدیث شریف کی عمر کو بت پرستی پر نثار کرنا۔مسلمانوں کا قشقہ لگوانا کافروں کی جے بولنا رام لچھمن پر پھول چڑھانا اور راماین کی پوجا میں شریک ہونا مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں اٹھا کر اس کی جے بول کر مرگھٹ کو لے جانا، کافروں کو مسجد میں لے جاکر مسلمانوں کا واعظ بنانا شعار اسلام قربانی گاؤ کو کفار کی خوشامد میں بند کرنا ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام وکفر کی تمیز اٹھادے اور بتوں کے معبد پر آگ کو مقدس ٹھہرائے اور اسی طرح کے بہت اقوال احوال وافعال جن کا پانی سر سے گذر گیا جنہوں نے اسلام پر یکسر پانی پھیر دیا کون مسلمان ان میں موافقت کرسکتا ہے۔ان حرکات خبیثہ کے رد میں فتوے لکھے گئے۔اور لکھے جارہے ہیں اس سے زیادہ کیا اختیار ہے پاکی ہے اسے جو مقلب القلوب والابصار ہے۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو پتا یا درخت بوجہ غفلت تسبیح گرجاتا ہے یا جانور ذبح کردیا جاتا ہے تو پھر بعد سزائی غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب رب عزوجل فرماتا ہے:

تسبح لہ السموات السبع والارض ومن وفیھن وان من شیء الایسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے ذی روح ہوں یا بے روح۔اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی قائم نہیں دائم التسبیح ہیں کہ ان میں شئی کے دائرہ سے خارج نہیں مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں ہیں ایک تسبیح جسم کہ اس روح متعلق کے اختیاری نہیں وہ اسی ان من شی کے عموم میں

اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔
دوسری تسبیح روح یہ ارادی واختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع ومفہوم۔ اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نباتات کو قتل وقطع سے دی جاتی ہے اور اس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے ولہذا ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں۔
فانه مادام رطبا یسبح الله تعالی فیونس المیت کہ وہ جب تک تر ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔
مگر قتل وقطع وموت ویبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزو لا یتجزی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی۔
ان من شئی الا یسبح بحمدہ اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اہل سنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب وعظ میں اس طرح کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں" اور کبھی اس طرح کہتے تھے" ارشاد فرماتا ہے" کہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور کہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کفر وشرک تو لازم نہیں آتا ہے گنہگار رہوتا ہے یا نہیں اور کتابوں کے مصنف نے اللہ فرماتے ہیں کیوں نہیں لکھا اور فرماتا ہے لکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ **بینوا توجروا**۔
الجواب اللہ عزوجل کو ضمائر مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائع جمع میں بھی حرج نہیں اس کی نظیر قرآن عظیم میں ضمائر متکلم میں تو صدہا جگہ ہے **انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون** اور ضمائر خطاب میں صرف ایک جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے کہ عرض کرے گا **رب ارجعون اعمل صالحا**۔ اس میں علما نے تاویل فرمادی ہے کہ ارجع کی جمع باعتبار تکرار ہے یعنی ارجع ارجع ارجع۔ ہاں ضمائر غیبت میں ذکر مرجع صیغہ جمع فارسی اور اردو میں بکثرت بلانکیر رائج ہیں۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند!
سعد یا روز ازل جنگ تبرکاں دادند زرویت ماہ تاباں آفریدند
زقدت سرو بستاں آفریدند

ایسی جگہ لوگ قضاوقدر کو مرجع بتاتے ہیں بہرحال یوں ہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر اس میں کفر وشرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلاف اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر قاعدہ ہے جب لڑکا چار برس چار ماہ چار دن کا ہوتا ہے تو بسم اللہ شریف اس کو پڑھاتے ہیں اور خوشی کرتے مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں اس کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں سنت ہے یا مستحب کیا یہی ضروری ہے کہ جب لڑکے کی عمر مذکور بالا ہو جب ہی پڑھائی جائے یا کم وبیش پر بھی پڑھا سکتا ہے۔ اور کسی عالم کے پاس لے جائے یا ہر شخص صحیح عقیدہ پڑھا سکتا ہے نیز مسنون طریقہ ارقام فرمایئے۔

الجواب طریقہ مذکورہ جائز ہے اور اتنی عمر ضروری نہیں کم وپیش بھی ہوسکتی ہے اور عالم کو پڑھانا بہتر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴ حضرات کرام اہل سنت وارث علوم شریعت کیا فرماتے ہیں کہ زید سنی ایک بزرگوار کا مرید ہے ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا ان بزرگوار کا انتقال ہوگیا اب زید اور کسی عالم سے بیعت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے اور جو سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہو اور شیخ سے بغیر انحراف کے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے وہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اسی سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ کیا فرماتے ہیں اعلحضرت مجدد مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ بالبر والاحسان اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر اس کے بعد پھر نماز ظہر پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب ہندوستان بفضلہ دار الاسلام ہے یہاں کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اس کے بعد نماز ظہر کی حاجت نہیں ہاں جاہلوں نے جو دیہات میں جمعہ نکال لیا ہے وہاں اگر کوئی جمعہ پڑھے تو اس پر ظہر پڑھنا ضرور لازم ہے کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی داڑھی منڈے سے ملاقات ہو اور یہ شناخت نہ ہو کہ مسلمان ہے یا ہندو اس کو سلام کرنا چاہئے یا نہیں اور اس صاحب کو سلام کرنے کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب جو شخص پہچان میں نہ آئے کہ مسلمان ہے یا کافر اس سے ابتداء سلام جائز نہیں کہ ابتداء سلام مسلمان کے ساتھ سنت ہے اور کافر کے ساتھ حرام اور فعل جب سنت وحرام میں متردد ہونا جائز رہے گا کما فی الخلاصۃ الدر المختار وغیرہما واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبداللہ بن مطلب بن ہاشم بند عبد مناف چاروں پشت پر فاتحہ درود پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ہمارے نزدیک صحیح و رجیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ امہات حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ سے حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہم السلام تک سب اہل توحید و اسلام و نجات ہیں تو انہیں ایصال ثواب میں حرج نہیں البتہ اختلاف علماء سے بچنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ثواب نذر بارگاہ بیکس پناہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاقہ والوں کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸ کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمان اللہ و رسول یزید بخشا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو چیز خالص لوجہ اللہ دی جاتی ہے اس کا کھانا امیر و غنی کو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ و صدقہ فطر غنی پر حرام ہے اور صدقہ نافلہ جیسے حوض و سقایہ کا پانی یا مسافر خانہ کا مکان غنی کو جائز ہے مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہو غنی کو دے غنی لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرشتہ پر فاتحہ درود پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب دورد جیسے علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ تو ملائکہ کے لئے ہے یہی ایصال ثواب بھی کرسکتے ہیں۔ لان السئکۃ اهل الثواب کما ذکرہ امام الرازی و فی ردالمختار للملئکۃ فضائل علینا فی الثواب. واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ (الف) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائیں گے اور اسی کو بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے کام بن جائے تو نذر اللہ مصلی کو کھلائیں گے کوئی کہے کہ ہمارا کام پورا ہو جائے تو مسجد میں شیرینی لے جا کر مصلی کو کھلائیں گے تو یہ چیز ہر ایک کو کھانا جائز ہے یانہیں خواہ امیر ہو یا غریب۔ بینوا توجروا۔

الجواب مسجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے، یہ کوئی نذر شرعی نہیں جب تک کہ خاص فقراء کے لئے نہ کہے اسے امیر فقیر جس کو دے سب کھا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ (ب) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہئے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلی امیر غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یانہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے **کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سورج کدو یعنی پیٹھا کھانا جائز ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب: پیٹھا حلال ہے۔ **خلق لکم ما فی الارض۔** **واللّٰہ تعالی اعلم.** البقرہ ۲۹

مسئلہ ۲۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ختنہ کی تقریب میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ درست ہے یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب درست ہے کہ یہ سرور ہے اور سرور میں دعوت سنت ہے بخلاف طعام موت کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲٤ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص منت کسی قسم کی نماز روزہ حج صدقہ مانے اور بغیر ادا کئے ہوئے مر گیا اس کے اس حق کے ادا کیا کیا صورت ہے؟ **بینوا توجروا**.

الجواب اگر وصیت کر گیا ادا واجب ہے اور وصیت تہائی مال میں نافذ ہوگی۔ حج کرائیں صدقہ دیں، نماز روزہ کا فدیہ دیں اور اگر وصیت نہ کی اور وارث بالغ اس کی طرف سے حج کرے یا کرائے اور اپنے حصہ میں سے صدقہ فدیہ دے تو بہتر و موجب اجر ہے ورنہ مطالبہ نہیں میت نے اگر ادا میں تقصیر کی تو اس پر مطالبہ ہے ورنہ اس پر بھی نہیں جوہرہ نیرہ درمختار میں ہے۔

اذا مات من علیه زکوٰۃ او فطرا و کفارۃ او نذرلم توخذ من ترکته عندنا الا یتبرع ورثته بذلک وھم من اثل التبرع ولم یجبروا علیه وان اوصی تنفذ من ثلث۔ واللّٰہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی کافر ہیں ایک مسلمان ہوگیا تو اب وہ بھائی کافر اس کو حق حصہ نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہمارے مذہب سے نکل گئے تمہارا حق کیا ہے تو اس مسلمان بھائی کا حق ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر باپ کا ترکہ دونوں بھائیوں نے پایا تھا اب ایک مسلمان ہوگیا تو وہ اپنے حصہ کا مالک ہے مسلمان ہونے سے ملکیت زائل نہ ہوئی ہاں اس کے اسلام کے بعد ان کافروں میں جو مرا اس کا ترکہ اسے نہیں ملے گا۔ **لا ختلاف الدین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۲۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب وحاجت برائی کے لئے اور وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف وقوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کرسکتے ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کرسکتے ہیں تو وہاں رنڈیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں عورتیں غیر محرم رہتی ہیں ان کے بچے پیشاب کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے یہ کہنا ان لوگوں کا اور ان کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب عورتوں کو مزارات اولیاء ومقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے اور بیہودہ دلیل محض باطل اصحاب مزارات دائرہ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں سینکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قوالی جو عرسوں میں یا ان کے علاوہ ہوتی ہے جس میں سوا نعتیہ غزلیات کے عاشقانہ آلات یعنی مزامیر کے ساتھ بجائے جاتے ہیں جائز ہیں یا نہیں بزرگ لوگ جو اس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ بعض کی نسبت وصال ہوجانا بھی سنا جاتا ہے یہ فعل ان کا کیسا ہے اگر یہ برا ہے تو خانقاہوں میں پشتہا پشت سے ہوتی چلی آتی ہیں خلاف ہے یا نہیں اور ایسی خانقاہوں میں جانا اور ارادت اختیار کرنا اور انہیں بہتر سمجھنا اور ان کے سامنے سر نیاز خم کرنا کیسا ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام زیادہ غلو اب منتسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحیٰ منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ اکابر اولیا نے ہمیشہ فرمایا ہے کہ مجرد شہرت پر نہ جاؤ جب تک میزان شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو پیر بنانے کے لئے جو چار شرطیں لازم ہیں اس میں ایک یہ بھی کہ مخالفت شرع مطہر آدمی خود اختیار نہ کرے ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے۔ اور ایسی جگہ کسی ذات خاص سے بحث نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے شیطان ایسے کرشمے دکھاتا ہے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہوجاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اسے بجھا دیا اور فرمایا یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک ربانی نوران کے ساتھ فرما دیا کمافی بھجۃ الاسرار و معدن الانوار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قبر پر درخت لگانا اور دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لئے اس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حفاظت کے لئے حصار بنانے میں حرج نہیں اور درخت اگر سایہ زائرین کے لئے ہوں تو اچھا ہے مگر قبر سے جدا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ کے مابین ظاہر طریقہ سے ہم کلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اللہ عزوجل کے کتنے نام ہیں اور شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں اس کی شانیں غیر محدود ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرت اسماء شرف مسمی سے ناشی ہے آٹھ سو سے زیادہ مواہب وشرح مواہب میں ہیں اور فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے اور حصر ناممکن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سورۂ فاتحہ وسورۂ اخلاص میں خدا ہی کی تعریف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی؟ بینوا توجروا۔

الجواب سورۂ فاتحہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح مدح ہے **الصراط المستقیم** محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما **انعمت علیھم** کے چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں انبیاء علیہم السلام کے سردار مصطفیٰ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انہیں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے اس میں سورۂ اخلاص بھی داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بزرگ عالم حیات میں اپنے معتقدوں کو تعلیم دیتے ہیں اگر بعد وصال کے بھی خواب میں تعلیم کریں تو اس پر یعنی خواب کی باتوں پر شرع کی رو سے چلنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اچھے خواب پر عمل خوب ہے اور اچھا وہ کہ موافق شرع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حنانہ لکڑی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں نالاں تھی۔ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب وہ جنت کا ایک درخت کیا جائے گا کما فی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرات منصور تبریز و سرمد نے ایسے الفاظ کہے جن سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے اور کھال کھینچی گئی لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں اور فرعون شداد ہامان، نمرود نے دعویٰ کیا تو مخلد فی النار ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب ان کافروں نے خود کہا اور ملعون ہوئے اور انہوں نے خود نہ کہا اس نے کہا جسے کہا شایاں ہے آواز بھی انہیں سے مسموع ہوئی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنا انی انا الله ۔''میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہاں کا۔'' کیا درخت نے کہا تھا حاش بلکہ اللہ نے یوہیں یہ حضرات اس وقت شجر موسیٰ ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ جس زمین سے مال گزاری مالک لیتا ہے اور میں اگر پانی ٹھہرا اور مچھلی ٹھہری تو مالک کہتا ہے کہ یہ مچھلی ہماری ہے اگر رعایا نہ دے تو گنہگار تو نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: مباح مچھلی جو پکڑ لے اسی کی ہے مالک کو اس پر دعویٰ نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(الف) طول قیام کثرت رکوع وسجود سے احب ہے یا نہیں؟

(ب) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے تو اٹھانا چاہئے یا نہیں؟

(ج) امام قرأت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دراز کر سکتا ہے یا نہیں جب کہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آ گیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

(د) وتر میں قبل دعاء قنوت کے سہواً رکوع کیا اور دو ایک تسبیح بھی پڑھ چکا ہے اب خیال ہوا اور کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(ہ) ایک آیت مایجوزبہ الصلوٰۃ کی کتنی مقدار ہے؟

الجواب

(الف) ہاں طول قیام احب ہے، ردالمحتار میں ہے المذاھب المعتمد ان طول القیام احب اسی میں ہے المذھب المعتمدان طول القیام احب اسی میں ہے قول الامام ھو المعح بل ھو قول الکل

(ب) اٹھالینا افضل ہے جب کہ بار بار نہ گرے۔ اور اگر تذلل وانکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اٹھانی افضل درمختار میں ہے سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت بکتریر اوعمل کثیر ردالمحتار۔ الظاھر ان افضلیته اعادتها حیث لم یقصد بتر کها التذلل۔

(ج) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لئے منظور ہو تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانیکی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تخشی علیہ امر عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر اللہ کے لئے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت، (اور یہ اس صورت میں واضح ہوتی ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہو کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑھا جائے گا تو بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کر رہا ہے اس کے لئے قدر مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھانا موجب ثقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز المسالة واردة فی الکتب و بسطھا الشامی فی صفة الصلوة وما قلته عطر التحقیق۔

(د) تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ پڑھنے پایا ہو اسے قنوت کے لئے رکوع چھوٹنے کی اجازت نہیں اگر قنوت کیلئے قیام کی طرف عود کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے۔ درمختار میں ہے۔ لو نسی القنوت ثم تزکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فان اعاد وقنت ولم بعد الرکوع لم تفسد صلاته و یسجد للسھو قنت اولا لزواله عن محله اه اقول وقوله ولم بعد الرکوع ای ولو لم یعدہ لانه لم یرتفص بالعود للقنوت لکان لو اعادہ فسدت لان زیادة مادون رکعتة لا تفسدنعم لا یکفیه اذن بسجود السھولانه اخر السجدة بھذا الرکوع عمده فعلیه الاعادة سجد للسھوا ولم یسجد۔

(ه) وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اسکے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مدھامتن اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جواز نماز کو کافی نہیں۔ اسی کو منیہ وظہیریہ وسراج وہاج و فتح القدیر و بحر الرائق و در مختار وغیرہا میں اصح کہا اور امام الاجل علی اسبیجابی و امام ملک العلماء و ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف مدھامتن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا در مختار میں ہے۔ اقلھا ستة احرف ولو تقدیر اکلم یلداذا کانت کلمة فالا صح عدم الصحة۔

ہندیہ میں ہے الاصح انه لا یجوز کذا فی شرح الجمع لا بن ملک و ھکذا فی الظھیرة والسراج الوھاج وفتح القدیر۔

فتح القدیر میں ہے:

لو کانت کلمة ۔نحومدھا متن، ض ، ق، ن، فان ھذہ ایات عند بعض القراء الاصح انه لا یجوز لانه یسمی عاد الاقارما۔

بحرالرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا:

کذا ذکرہ الشارحون وھو مسلم فی ص و نحوہ اما فی مدھامتن فرکدر الاسبیجابی وصاحب البدائع انه یجوزعلی قول ابی حنیفة من غیر ذکر خلاف بین المشائخ۔

بدائع میں ہے:

فی ظاھر الروایة قدرادنی المفروض بالایة التامة کقوله تعالی مدھا متن وما قاله ابو حنیفة اقیس، اقول۔

اظہر یہی ہے مگر جب کہ ایک جماعت اسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے۔خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدرواجب سے کم رہا ہوایسے وقت ثم نظر کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کوکافی ہے۔مدھامتن سے جلدادا ہو جائے گا کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک متصل ہے جس کا ترک حرام ہے ہاں جسے یہی یاد ہواس کے بارے میں وہ کلام ہوگا اور احواط عادہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے اور شوہر اس کا اس کو منع کرے کسی عذر سے تو جاسکتی ہے۔بغیر اجازت شوہر کے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب اگر محرم ساتھ ہے اور حج اس پر فرض ہے تو جائے گی ورنہ نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شوہر کسی کام کے کرنے کا حکم کرے اور وقت نماز اتنا ہے کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل کرے تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو اس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجالائے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے۔

مسئلہ ۴۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر کی وجہ سے کیا جاتا ہے تو اول وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا اس لئے کہ اول سے ذکر خیر ہی ہوتا ہے اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں۔تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے اگر ہوتے ہیں تو ابتدائے مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر نہیں کیا توفظہرہ فولد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے اور تا قیام تشریف فرمارہتے اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے ہی تشریف لے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام ونیز میلاد خواں کے فظہر فولد

کہنے پر موقوف ہے کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی جواب کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب زید کی یہ سب حماقتیں جہالتیں سفاہتیں ہیں۔ مہمل ولایعنی سقوق اپنی طرف سے ایجاد کیے اور جو وجہ حقیقی ہے اس کی طرف اسے ہدایت نہ ہوئی تعظیم ذکر اقدس مثل تعظیم ذات انور ہے صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم ذات باختلاف حالات مختلف ہوتی ہے معظم کے قدوم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت باادب اس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے۔ ذکر شریف میں بھی ذکر قدوم کی تعظیم قیام سے ہے اور باقی وقت کی تعظیم باادب قعود سے ولکن ولوھابیۃ قوم لایعقلون۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید معاذ اللہ یہ کہے کہ میں عیسائی یا وہابی یا کافر ہو جاؤں گا۔ نام ایک فرقہ کا لیا آیا وہ انہیں میں سے ہوگا یا نہیں یا یہ کہے کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہو جاؤں یا یہ کہے کہ غیر مقلد ہونے کو جی چاہتا ہے یہ قول کیسا ہے اگرچہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے؟ بینوا توجروا

الجواب جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہو گیا مذاق سے کہے یا کسی دوسرے وجہ سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(اس پر کوئی یہ کہے کہ ہم نے کہا کہ مٹھائی کھاؤں گا تو کہنے سے ہم نے کھایا تو نہیں اسی طرح سے اگر ہم کسی فرقہ باطلہ کا نام لیں (کہ اس فرقہ سے ہو جاؤں گا) تو اس فرقہ سے نہ ہونا چاہئے (ج) صرف کہنے سے آدمی کھاتا تو نہیں اور کفر و دین و اسلام کہنے سے ہوتی ہیں (س) اس سے لازم آتا ہے کہ اگر کافر کہے کہ مسلمان ہو جاؤں گا تو مسلمان ہو جائے گا حالانکہ نہیں (ج) کافر کے اس قول سے صرف اسلام کا پسند کرنا لازم آتا ہے اور پسند سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک اسلام نہ لائے اور مسلمان کا دوسرا فرقہ باطلہ کو پسند کرنا لازم خود کفر ہے لہٰذا یہاں کفر پایا جائے گا وہاں اسلام نہیں پایا جائے گا جب تک اسلام نہ لائے۔

مسئلہ ۴۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز میں تعدیل ارکان نہ کرے یعنی رکوع کے بعد سیدھا نہ کھڑا ہو سجدہ کے بعد بیٹھنے نہ پائے کہ دوسرا سجدہ کرے بلکہ ایسا دیکھا گیا کہ اول سجدہ سے ایک دو بالشت سر اٹھایا بعدہ دوسرا سجدہ کر لیا ایسے شخص کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب ایسی نماز قریب نہ ہونے کے ہے اور اس کا پھیرنا واجب اور پڑھنا گناہ۔ حدیث میں فرمایا کہ اگر ساٹھ برس ایسی نماز پڑھے گا قبول نہ ہوگی دوسری حدیث میں ہے:

انا نخاف لومت علی ذلک لمت علی غیر الفطرۃ ای غیر دین محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

ہم خوف کرتے ہیں اگر تو اس حال پر مرا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر نہ مرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر بغیر اجازت ہو گئی تو کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہو گئی اور فی الحال کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے یہاں نکاح ہو، غیر کفو ملتے یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتاً کامل اچھے نہیں مثلاً لڑکے کے آباؤ اجداد اچھے تھے لیکن ان کی جورو طوائف تھی بعد نکاح اس سے یہ لڑکا ہوا تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا منتظر رہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفائت نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے اولیاء کیلئے باعث ننگ وعار ہو باپ اگر شریف القوم ہے اور طوائف سے بعد اس نے نکاح کیا تو اس سے بچے کے نسب پر حرف نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہو جائے تو اسی کو پڑھے یا موخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اس کو چھوڑ دے اگر پڑھ کر نماز تمام کرلی تو ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب زبان سے سہواً جس سورۂ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ موخر خواہ مکرر ہاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے اگر چہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۷ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

(۱) یہ کہ بعد اذان ثانی کے پہلے اردو اشعار پڑھ لئے جائیں بعدہ فوراً خطبہ شروع کر دیا جائے۔

(۲) یہ کہ بعد خطبہ پڑھنے کے فوراً اردو پڑھیں بعدہ نماز کو کھڑے ہوں۔ **بینوا توجروا**

الجواب دونوں صورتیں خلاف سنت ہیں غیر عربی کا خطبہ میں ملانا ترک سنت متوارثہ ہے نہ ترک واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصر روزہ نماز کے لئے کہاں تک حد رکھی گئی ہے بذریعہ ریل دو شب دو دن کے سفر میں قصر روزہ نماز ہو گا یا نہیں اگر نہیں تو کتنے دن کے سفر میں قصر چاہئے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب ساڑھے ستاون میل مدت سفر ہے ریل میں ہو خواہ پیادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوقت زوال قرآن پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب آفتاب نکلتے ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کو قرآن مجید کی تلاوت کی جگہ اور ذکر الٰہی درود شریف وغیرہ پڑھیں۔ وہ تین وقت تلاوت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت لا پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر لا ہے رکوع کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور **صم بکم عمی فھم لا یرجعون** لا پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب ہر آیت پر وقف مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے رہا رکوع اگر معنے تام ہو گئے جیسے آیہ مذکورہ میں کہ اسکے بعد دوسری تمثیل مستقل ارشاد ہوئی ہے جب تو اصلاً حرج نہیں اور اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہئے خصوصاً امثال **فویل للمصلین** لا میں کہ نہایت قبیح ہے اور **ثم رددنه اسفل سافلین** لا میں قبیح اس سے کم ہے نماز بہرحال ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ افیون۔ تاڑی۔ چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پئے کہ اس سے نشہ نہ آئے تو وہ شخص حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب نشہ بذاتہ حرام ہے نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ حد نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص پانی دور شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے ہاں اگر دوا کے لئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے۔ جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہئے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گذرا دوسرے سے کہا صلوۃ ہو گئی اور جماعت تیار ہے اس نے کہا نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہوا اور لوگوں نے کہا یہ کلمہ کفر ہے تو اس نے کہا کہ ایسی باتوں سے کفر نہیں عائد ہوا کرتا حالانکہ یہ شخص عاقل بالغ ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب اس کہنے سے وہ شخص کافر ہو گیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی اور یہ تیسرا بھی نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد مکان چھوڑنے اپنے دوسال کے ایک خط صرف بنام وارث زوجہ اپنی کے اس مضمون کا لکھا کہ ہم اپنی زوجہ کو طلاق دیتے ہیں اب اس کو بھی چاہئے کہ گھر سے میرے چلی جائے اب ہمارا آنا نہیں ہوگا اور اس کا نشان و پتہ نہیں کہ کہاں چلا گیا۔حروف اس خط کا اس کے دوسرے خطوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے شبہہ کو دخل نہیں۔آیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر عورت باور کرتی ہے کہ یہ خط اس کے شوہر ہی کا ہے تو اسے اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے۔ کمانص علیه فی الهندیة عن محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسلام اس مسئلہ میں کہ ایام حمل میں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو عدت اس کی کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دے گا ہو جائے گی عدت وضع حمل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین دریں مسئلہ کہ امام نے سورۂ الم پورے رکوع یعنی ولھم عذاب عظیم ۵ تک پڑھی جس میں الم ذلک الکتب لا ریب فیه ۵ هدی اللمتقین ہ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنھم ینفقون ہ تک ٹھیک پڑھی بعدہ بجائے والذین یومنون بما انزل الیک کے والذین یومنون بالغیب پڑھ کر آگے بڑھ گئے اور آگے بجائے ان الذین کے والذین پڑھی اور سجدۂ سہو بھی کیا نماز ہوئی یا نہیں صرف آیات مذکورہ کے پڑھنے سے نماز ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب نماز ہوگئی سجدہ سہو کی بھی کوئی حاجت نہ تھی۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی پنواڑی یا کسی سرمہ فروش کو دس یا پانچ روپے کوئی شخص دے اور اس سے کہے کہ جب تک میرا روپیہ تمہارے ذمہ رہے مجھے پان بقدر خرچ روزانہ کے دیا کرو اور جب روپیہ واپس دو گے تو مت دینا یہ صورت جائز ہے یا نہیں اور نہیں تو جواز کی کونسی صورت ہے۔بینوا توجروا۔

الجواب یہ صورت خاص سود اور حرام ہے۔سود کے جواز کی کوئی شکل نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۷ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا بمقدار اس کے روپیہ موجود ہوں تو جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنی مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چوپائے ہوں اگر ایک شخص کے پاس ساٹھ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے یا نہیں کسی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن بزمانہ قربانی ایک روپیہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں تو کیا وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا یا نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضروری ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چھپن روپیہ کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت کاشتکار کے ہل کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو۔ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن چھپن روپیہ کے مال کا مالک نہ ہو یہ صورت خلاف واقعہ ہے اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو اس پر قربانی نہ ہوگی اور جس پر قربانی ہے اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸ کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد معنی میں فساد ہو گیا جیسا کہ سورۂ یوسف کے شروع میں چار آیات کے بعد رایتھم کی جگہ رایتھم پڑھا اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز ہو جاتی رہے گی مگر یہاں رایتھم میں ت کا زبر پڑھنا مفسد نہیں نماز ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر اذان نہ ہوئی ہو یا ہوئی ہو مگر غلط تو نماز میں کیا خرابی ہے جب کہ ان صورتوں میں نماز پڑھی۔ نماز تراویح حافظ نابالغ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ نابالغ اذان دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دے دی ہو تو لوٹانی چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) بغیر اذان کے جماعت کرنا مکروہ ہے اور نماز مکروہ ہوگی اور اذان اگر ایسی غلط ہوئی کہ شرعاً اذان نہ ٹھہری تو وہ بھی بغیر اذان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہو سکتی اگرچہ تراویح یا نفل محض ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نابالغ اگر عاقل ہے کہ اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو حرج نہیں اور اگر اس کی اذان کو اذان نہ سمجھیں نقل گمان کریں گے تو لوٹائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦٠ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بعد ختم ہوتے وقت سحری کے حقہ پیا بگمان شب کے یعنی وقت سحری کے تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب اگر بعد طلوع صبح صادق پیا روزہ نہ ہوا اسے پورا کرے اور قضا رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦١ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی۔ پیتل کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں اور ان کو پہن کر نماز پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی سونے کانسے پیتل لوہے تانبے کی مطلقاً ناجائز ہیں گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦٢ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن مرد کو درست ہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب بے زنجیر کے بٹن چاندی سونے کے مرد کو جائز ہیں اور زنجیر دار منع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦٣ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص چاندی کے زنجیر دار بٹن بہ نیت زیبائش نہ پہنے بلکہ اس خیال سے پہنے کہ دوسری قسم کے بٹن جلد ٹوٹ جاتے ہیں تو پہننا درست ہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب اس نیت سے ناجائز جائز نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦٤ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ شخص جس نے سنتیں فجر کی نہ پڑھیں ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اسی طرح ظہر کی سنتیں بغیر پڑھے امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب اگر وقت بقدر فرض ہی باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابل امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنت قبلیہ کا ترک کرنا گناہ ہے اور اس کی امامت مکروہ۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہوسکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ٦٥ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦٦ کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ تکبیر کھڑے ہو کر سننا مسنون ہے یا بیٹھ کر؟

الجواب بیٹھ کر سنے کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦٧ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص صرف ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ یعنی اولیٰ ہوئی یا مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہو گی یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب اگر اس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانوں تک نہ جائے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہو گی اسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال۔ پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے درمختار میں ہے:

ولو وجد الامام راکعا فکبر منحسیا ان الی القیام اقرب صح و لغنت نیته تکبیرة الرکوع واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ٦٨ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو ایسی حالت میں کیا کرے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٦٩ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے اور خشخشی کرنے والا اور حد شرعی سے کم رکھنے والا فاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہئے یا نہیں اور حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اٹھے گا۔ **بینوا توجروا**

الجواب داڑھی منڈانے اور کترانے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٧٠ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی شرعی کتنی ہونی چاہئے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ٧١ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب سے کتنی دیر بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب طلوع کے بعد کم از کم ٢٠ منٹ انتظار واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا پختہ بنانا روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب میت کے گرد پختہ نہ ہو اوپر کا حصہ پختہ کردیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سنی مسلمان کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کسی کافر سے بات چیت کرے یا کسی کے پاس بیٹھے یا نوکری کرے تو یہ مسلمان کافر ہوگیا یا نہیں اور اگر کافر نہ ہوا تو دوسرا شخص اس کو کافر کہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب کافر اصلی غیر مرتد کی نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور دنیوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا اور اس لئے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب مطلقاً منع ہیں اور کافر اس وقت بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے مذہب وعقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ بجز ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو اس کے والدین کے یہاں جانے کو اس وجہ سے منع کرتا ہے کہ ایک مکان ہے جس کا دروازہ اور صحن بھی ایک ہے جس میں زید کی زوجہ کے والدین ہیں اور دو غیر شخص کرایہ دار ہیں ایسی صورت میں زید کو اپنی زوجہ کے شرعاً روک لینے کا حکم ہے یا نہیں اگر بلا اجازت زید کی زوجہ چلی جائے تو زید کیا سزا دے سکتا ہے؟

الجواب اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست ہوسکتا ہے تو زید اس کا بندوبست کرے اور عورت کو آٹھویں دن ماں باپ کے پاس صرف دن میں جانے کی اجازت دے رات کو وہاں نہ رہے ایسی حالت میں اتنے جانے سے نہیں روک سکتا اور اگر روکے تو عورت آٹھویں دن بلا اجازت بھی بندوبست پردہ کے ساتھ دن کے دن جا کر واپس آسکتی ہے زید اگر اتنی بات پر سزا دے گا۔ ظالم ہوگا۔ اور وہاں اگر شرعی پردہ کا بندوبست نہیں ہوسکتا تو بلاشبہ زید روک سکتا ہے بلکہ روکنے کا حکم ہے۔ اور عورت اگر بلا اجازت چلی جائے تو جب تک واپس نہ آئے اس کا نان ونفقہ ساقط ہے اور زید اسے جائز سزا دے سکتا ہے کہ اولاً سمجھائے۔ نہ مانے تو اس سے الگ سوئے نہ مانے تو مارے مگر نہ مونھ پر نہ ایسا کہ ضرب شدید ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یانہیں اور آواز کس قدر بلند کرسکتا ہے کوئی حد معین ہے یانہیں، حلقہ باندھ کر ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا اور سینہ پر ہاتھ مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لپیٹ جانا، رونا، زاری کی دھوم مچنا کیسا ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب ذکر جلی جائز ہے حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا وغیرہ افعال مذکورہ اگر بحالت وجد ہوں صحیح ہیں کوئی حرج نہیں اور معاذ اللہ ریا کے لئے بناوٹ ہیں تو حرام **بینھما وسط الایذکر للحرام** ۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نماز نہیں جانتا اور نہ کلمہ یاد ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے کہ کلمہ یاد کرو اور نماز سیکھو تو کہتا ہے کہ ہم نہیں سیکھیں گے اور نہ ہم سے یاد ہوگا اور نہ ہم سے ہو سکے گا۔ پس شرعاً کیا حکم ہے بتفصیل تحریر فرمائیے۔ اور وہ ایک انگریز کے یہاں ملازم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب اس کو نئے سرے سے مسلمان ہونا چاہئے جس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا جائے اور وہ انکار کرے اس کی نسبت علما نے حکم کفر لکھا ہے نہ کہ جو کلمہ سیکھنے ہی سے انکار کرے۔ والعیاذ باللہ۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۷۶ فرماتے ہیں علمائے دین کہ برائے تعلیم مناظرہ دو سنی۔ ایک سنی اور ایک وہابی بن کر مباحثہ کریں ایک وہابیہ کے اعتراضات یا ان کی طرف سے جوابات پیش کرے۔ دوسرا سنیوں کی طرف سے تو جائز و بہتر ہے یا نہیں علی ہذا القیاس دوسرے بدمذہبوں کے مباحث مجلس عام نہ ہوگی۔ طلب ہوں گے اگرچہ مبتدی؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب بلکہ اکراہ وہابی بننا وہابی ہونا ہے۔ کافر بننا کافر ہونا ہے مناظرہ کا تمرن سانگ یا تھیڑ نہیں کہ وہابی ہی بن کر ہو وہاں اگر وہابی بننا نہ ہوا اور تمرن کے لئے وہابیہ کے شبہات ایک دوسرے پر پیش کر کے جواب سنے اور بحث کرے تو تین شرطوں سے جائز ہے:

(ا) یہ شبہات پیش کرنے والا مستقل مستقیم متصلب سنی ہو ایسا نہ ہو کہ کوئی شبہ خود اس کے قلب میں خدشہ ڈال کر متزلزل کر دے کہ بحث بالائے طاق ایمان ہی جائے۔

(ب) جب جواب شافی پالے بات نہ پالے کہ عناد مطلقاً حرام ہے نہ کہ ایسی صورت میں۔

(ج) وہاں طلبہ خواہ غیر کوئی ایسا نہ ہو جس پر اس سے فتنہ و تذبذب کا اندیشہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اکثر مسلمان اپنی لاعلمی سے مشرکین کی بابت کہتے ہیں۔فلاں شخص فلاں کام میں یا اخلاق میں اچھا ہے یہ کہنا مسلمان کا کس حد تک جائز ہے اور کیا گناہ اس کے ذمہ عائد ہوتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب کسی دنیوی کام کہنا مثلاً کہنا تیرتا اچھا ہے یا گھوڑے پر اچھا چڑھتا ہے یا اچھا تولتا ہے حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم جس کا عرصہ قریب تین سال کا ہوا انتقال ہوگیا اس کی تجہیز وتکفین اہل محلّہ کی جانب سے ہوئی تھی اس کے پاس کچھ سامان جو کہ اس کا ذاتی تھا کنجی بستر و چند کتابیں اور چار روپیہ نقد نکلے جو کہ اہل محلّہ میں سے ایک شخص کے پاس امانتاً اب تک جمع ہے اس سامان وغیرہ کی بابت اس کے ورثہ کو مدرسہ منظر اسلام کے طالب علموں کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی لیکن اس وقت تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں پایا گیا لہٰذا اس سامان کو کسی دوسرے طالب علم کے صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب تلاش ورثہ میں کوشش کی جائے جب ناامیدی ہوجائے کسی غریب سنی طالب علم کو دے دیا جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثرہم اللہ تعالیٰ ونصرہم وابدہم وایدہم اس مسئلہ میں کہ ایک سنیوں کے محلّہ میں بکر قادیانی آکر بسا زید سنی نے مردوں عورتوں کو اس کے گھر میں جانے سے اس سے خلا ملا میل جول حصہ بخرہ رکھنے سے منع کیا ہندہ جس کے بیٹے وغیرہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں اس نے کہا کہ بڑے نمازیہ پڑھ کر ملا ہوگئے ہم عذاب ہی بھگت لیں گے۔اس بے چارے قادیانی کو دق کر رکھا ہے تو اب ہندہ کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب ہندہ نماز کی تحقیر کرنے اور عذاب الٰہی کو ہلکا ٹھہرانے اور قادیانی کو اس فعل مسلمانان سے مظلوم جاننے اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم وناحق سمجھنے کے سبب اسلام سے خارج ہوگئی۔اپنے شوہر پر حرام ہوگئی جب تک نئے سرے سے مسلمان ہو کر اپنے ان کلمات سے توبہ نہ کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قادیانی مذہب ایسی جگہ آباد ہوا جہاں بالکل قطعاً مسلمان رہتے ہیں وہ قادیانی مسلمانوں کو بہکانا چاہتا ہے نیز ان کے یہاں کا اصول بھی یہی ہے کہ ناسمجھ مسلمانوں کو اخلاق و نرمی سے اپنی طرف کھینچ کر بہکالیتے ہیں اس خوف سے جمیع مسلمانوں نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی اور کسی نے اس سے میل جول نہ رکھا مگر اسی محلّہ کا ایک سقہ اس قادیانی سے مانوس ہوگیا اس کی بی بی نے اپنے شوہر سقہ کو منع کیا اور کہا ہم کو تم کو خدا اور رسول سے کام پڑے گا۔ ایسے بدمذہب سے علیحدہ رہو اور پانی بھی اس کے یہاں نہ بھرو ایک روپیہ مہینہ نہ سہی اور پر وہ سقہ اپنی بی بی کو طلاق دینے کے لئے تیار ہوگیا اور کہنے لگا تو میرے مکان سے نکل جا میں تو اس قادیانی سے ایسا ہی ملوں گا اور پانی بھروں گا گو میرے تمام ٹھکانے چھوٹ جائیں مگر میں اس کو نہ چھوڑوں گا ہاں اگر سارے شہر کے بہشتی ایسا ہی کریں اور چھوڑ دیں تو میں بھی چھوڑ دوں ورنہ میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بلکہ اگر وہ قادیانی سور کھائے گا تو میں بھی سور کھاؤں گا۔

سوال یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے اس سے ترک سلام وکلام کر دیا ہے ان کے واسطے از روئے شریعت کیا جزا ملے گی اور سقہ کے واسطے شریعت پاک کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب مسلمانوں کے لئے ثواب عظیم اور اس فعل سے اللہ ورسول کی رضا ہے جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم اور وہ سقہ اشد گنہگار و مستحق عذاب نار ہے سقاؤں اور ان کے چودھری کو لازم ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے برادری سے نکال دیں اللہ عزوجل فرماتا ہے **ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار**۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۱ کیا ارشاد ہے کہ شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بدمذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے بدمذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سنی ہے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اس صورت میں فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ جہیز کس کا حق ہوتا ہے لڑکی والوں کا یا لڑکے والوں کا بعد وفات زوجہ کے اس کے جہیز میں تقسیم فرائض ہوگی یا نہیں۔ زید جو سلیمہ کا شوہر تھا سلیمہ کے مرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے اس کو کھلایا پلایا ہے لہٰذا جہیز میرا حق ہے یہ قول زید کا صحیح ہے یا باطل اگر جہیز میں تقسیم فرائض نہ ہو تو آیا صرف والدین کو ملے گا یا اور کس کس کو۔ بینوا توجروا۔

الجواب جہیز عورت کی ملک ہے اس کے مرنے پر حسب شرائط فرائض ورثہ پر تقسیم ہوگا زید کا دعویٰ باطل محض ہے نفقہ کے عوض میں کچھ نہیں لے سکتا کہ نفقہ اس پر شرعاً واجب تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنت کہ ایک مسجد کا حوض اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحن مسجد ہے اور نصف کے اردگرد صرف زمین مقام الف میں سڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلہ لے کر فوراً علی الاتصال پانی سے استنجا نہ پاک کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب وہ استنجاہ کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض میں بہت نیچا ہوگیا ہے اور ادھر ادھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہوا پانی رکھا ہے مقام ب سے فصل مقام الف تک ہاتھ میں ڈھیلا ہے درحالیکہ رزائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہوجا کر پانی لا سکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

نقشہ یہ ہے۔

صحن مسجد

الف د

ب ج

الجواب جب کہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحن مسجد میں قدم نہ رکھا یوں جا کر پانی لے آیا اور غسل خانہ میں استنجاہ کیا تو اصلا کسی قسم کا حرج نہیں فصیل حوض مسجد سے خارج ہے وہ لہٰذا اس پر وضو اذان بلا کراہت جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور کن کن سے ناجائز ہے مفصل تحریر فرمادیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب یہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ دادا نانا یا جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا پوتا نواسا ان کی بیبیوں سے نکاح حرام اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جب کہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے ان کی موت یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت و جماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا کھانا پینا اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعاً کیا حکم آیا ہے وہ شخص دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے یا نہیں اور شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنے دینی و دنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیناہ فی رد الرفضہ ان سے کوئی معاملہ اہل اسلام کا سا کرنا حلال نہیں ان سے میل جول نشست برخاست سلام کلام سب حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وامّا ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین انعام ۶۸

حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیاتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ یطعنون السلف لا یشھدون جمعۃ ولا الجماعۃ فلا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم

عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بدلقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا۔ سلف صالح پر طعن کریں گے اور جمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے ان کے پاس نہ بیٹھنا ان کے ساتھ نہ کھانا۔ نہ ان کے پاس پانی پینا نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جانا مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جانا نہ ان پر نماز پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

جو سنی ہو کر ان کے ساتھ میل جول رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از کم اشد فاسق ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ کتبارک صرف رجب شریف میں ہو سکتی ہے یا جب چاہیں کر لیں اور اگر میت پر اتنی قضا نمازیں یا روزے ہوں کہ اس کے غریب ورثا ہر نماز کے بدلے ۱۷۵/۲ ؍ روپیہ بھر گیہوں نہ دے سکیں تو اسقاط کا کیا طریقہ ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب تبارک ہر مہینہ میں ہو سکتی ہے یہ تعینات بغرض تحفظ و یاد دہانی ہوتے ہیں، اور میت کے ورثا جس قدر پر قادر ہوں مسکین کو بہ نیت کفارہ دے کر قابض کر دیں او بعد قبضہ اپنی طرف سے وارث کو ہبہ کر دے وارث بعد قبضہ پھر بہ نیت کفارہ مسکین کو دے اسی طرح دور کریں یہاں تک کہ مقدار مطلوب ادا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷ کیاعلمائے اسلام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ افیون کی تجارت اور اس کی دکان کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب افیون کی تجارت دوا کے لئے جائز اور افیونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے۔ **لان المعصية تقوم بعينه وكل ماكان كذلك كره بيعه كما في تنوير الابصار۔** واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) پیر سے پردہ ہے یا نہیں (۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے ایسی بیعت ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) یہ صورت محض خلاف شرع وخلاف حیا ہے ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام صورت اس کی یہ ہے کہ جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اس سے یہ قرار پاجاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپیہ چار یا چھ روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ میں سے وضع ہوتے رہیں گے اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر معیار مقرر کر کے اندر مر گیا تو اس کے ورثا کو دو ہزار روپیہ یکمشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مر جائے اور اگر معیار مقرر تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملے گا۔ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔

بینوا توجروا۔

الجواب جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا دادی اور والدہ سیدانی اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔ بینوا توجروا۔

الجواب شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اس کی ماں اور دادای اور پردادی سب سیدانیاں ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے:

من ادعی الی غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه یوم القیمة صرفا ولا عدلا هذا مختصرا

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپکو نسبت کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔

بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولی علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہاں اللہ تعالٰی نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اوران کے حقیقی بھائیوں بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر جو ان کی خاص اولاد ہے ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ صفر کے اخیر چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی بنا براس کے اس روز کھانا شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علی ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اس روز کو نحس ومبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی توڑ ڈالتے ہیں اور تعویذ وچھلہ چاندی کے اس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں یہ جملہ امور بربنائے صحت پانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں لہٰذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں اور فاعل عامل اس کا بربنائے ثبوت یا عدم مرتکب معصیت ہوگا یا قابل ملامت وتادیب۔ بینوا توجروا۔

الجواب آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے اخر اربعا من الشهر یوم نحس مستمر اور مروی ہوا ابتدائی ابتلائے سیدنا ایوب علی نبینا علیه الصلوٰة والتسلیم ۸۰ دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ واضاعت مال ہے بہر حال یہ سب باتیں بے اصل وبے معنی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۲ نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازی کسی شخص کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہونا اور حد مثل سجدے کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب عالم دین اور سلطان الاسلام اور علم دین میں اپنا استاذ ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳ کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ کے اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز دار اٹھاتا ہو وروہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کو روکنا جائز نہیں ہے اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہوگی۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب اگر مہر معجّل نہ تھا یا جس قدر معجّل تھا ادا ہو گیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا استثنا فرما دیا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیرہ ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اِذن شوہر جانے کی اجازت نہیں اگر جائے گی گنہگار ہوگی شوہر روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اٹھاتا اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجّل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ معجّل و تکفل حوائج کی نہیں فرماتے درمختار میں ہے:

لها الخروج من بيت زوجها للحاجة ولها زيارة اهلها بلا اذنه مالم تقبض المعجل فلا تخرج الالحق لها اوعليها او زيارة ابويها كل جمعة مرة او المحارم كل سنة ولكونها قابلة اوغاسلة لافيما عداذلك

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا تخرج جواب شرط مقدرای فان قبضه فلا تخرج الخ

والد کا متکفل نفقہ پسر وزن پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزا بھی تبرعاً تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاج نالش ہوئی تا آنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کے لئے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اسے قید کر دیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کرسکتا ہے۔ اور مجلس میں مکان تنہائی ہو تو حاکم عورت کو حکم دے گا کہ وہیں اس کے پاس رہے ہندیہ میں ہے:

لـوفرض الحاكم النفقه على الزوج فامنع من دفعها وهو موسرو طلبت المراة حبسه له ان يحبسه كذا فی البـدائع واذا حسبه لاتسقط عنه النفقة و تومر بالاستدانة حتی ترجع علی الزوج فان قال للقاضی احبسها فان لی موضعافی المجلس خالیا فالقافی لا یحبسها معه ولکنها تصبر فی منزل الزوج و یحبس الزوج لها کذا فی المحیط

درمختار میں ہے:

وفی البحرعن مال الفتاوی ولوخیف علیهما الفساد تحبس معه عندالمتاخرین

توجب صریح ظلما نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابند شوہر ہی رہی تو صورت سوال میں کیونکر خود مختار ہوسکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہوتو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہوجائے اور عورت کو ہرگز دعویٰ نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا

درمختار میں ہے:

النفقة جزاء الاحتباس و کل محبوس لمنفعة غیرہ یلزمه نفقة کمفت وقاض ووصی. زیلعی الخ اقول وایاک ان تتوهم ان النفقة اذا کانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم و ذلک لان وجوبها متفرع عنه فوجوب الاحتباس علیها متقدم علی وجوب النفقة علیه لا ان لاحتباس متفرع علی الانفاق فان عدم عدم وبالجملة ان کان اللازم فوجوب الانفاق لاوقوعه فبرفع الوقع لایرتفع الملزوم. واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹٤ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کاشتکاروں پر بابت بقایا لگان یا کسی قرض دار پر بابت قرض نالش کرنے پر جو خرچ کچہری بابت محنتانہ وغیرہ علاوہ اصل رقم کے دلادے وہ لینا سوائے سود کے کیسا ہے؟

(ب) زید سے خالد پندرہ ہزار روپیہ تجارت کے لئے مانگتا ہے کہ میں سو روپیہ ماہوار نفع دوں گا خواہ نفع ہو یا نہ ہو۔ زید کو یہ نفع لینا کیسا ہے سود تو نہ ہوگا اس طرح نفع لینے کے جواز کی کوئی صورت شرعاً ہوسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

(الف) خرچہ جو مدعی کو دلایا جاتا ہے اسے لینا حرام ہے۔ **والمسئلة فی العقود** ہاں قرض دار کاشتکار یا کفار ہوں تو لے سکتا ہے۔ **لعدم العصمة** واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے نفع لینا چاہے تو مضاربت کرے کہ اتنے روپے تمہیں دیئے ان سے تجارت کرو جو نفع ہو وہ نصف یا ثلث یا ربع یا اس قدر جو حصہ نامعین قرار پایا مجھے دیا کرو جو اسے نفع ہوگا اتنا حصہ اسے دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئیں زید کا انتقال ہو گیا وہ اُولاد زید کی اُولاد شرعاً متصور ہو کر زید کا ترکہ پائے گی یا بوجہ اُولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب بچہ اپنی ماں کا یقینی جز ہے جس میں شک واحتمال کو اصلاً گنجائش نہیں یہ کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شائد کسی دوسرے کا ہو اور باپ کی جزئیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا اور رسول جل وعلاو صلی اللہ علیہ وسلم قائم ہو نظر بہ حقیقت ظنی ہے۔ اگرچہ بحسب حکم شرعی وعرفی کالقطعی ہے جس میں تشکیک مخذول ونامقبول۔ **الولد للفراش والناس امناء علی انسابھم۔** ولہٰذا نسب پر شہادت بتسامع وشہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روزِ قیامت شان ستارے جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی نسبت کرکے پکارے جائیں گے یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے امہات کے حق میں تو اخباراً فرمایا **ان امھتھم الاالی ولدتھم** **(ترجمہ)** ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں حق آباء میں صرف انشاء فرمایا **ادعوھم لا بائھم ھوا قسط عنداللّٰہ** **(ترجمہ)** "انہیں ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے یہاں۔" نیز اس فرق کے ثمرات سے ہے کہ جانوروں میں نسب ماں سے ہے زید کا گھوڑا اور عمرو کی گھوڑی ہو تو بچہ عمرو کی ملک ہوگا نہ زید کی وان **کان ھناوجہ اخوانہ ینفصل منھا حیوانا ومنہ ماء مھینا** ۔مگر کرامت انسان کے لئے رب عزوجل نے نسب باپ سے رکھا ہے کہ بچہ محتاج پرورش ہے محتاج تربیت ہے محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مردوں کو قدرت ہے نہ عورتوں کو جن کی عقل بھی ناقص دین بھی ناقص اور خود دوسرے کی دست نگر ولہٰذا بچہ پر رحمت کے لئے اثبات نسب میں ادنیٰ بعید سے بعید ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر امر فی نفسہ عندالناس محتمل ہے قطع کی طرف انہیں راہ نہیں غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں عورت نے جماع کیا اس نذر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیونکہ یقین ہوا ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہو احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے ممکن ہے کہ وہ طی ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے۔ ممکن کہ جن اس کے تابع ہوں۔ ممکن کہ صاحب کرامت ہو۔ ممکن کہ کوئی عمل ایسا جانتا ہو۔ ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادتاً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعاً واخلاقاً بعید ہے زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اُولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے اُولاد اس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ہبہ تعبیر کیا کہ یہب لمن یشاء ذکورا اور زانی اپنی زنا کے باعث مستحق غضب وسزا ہے نہ کہ مستحق ہبہ وعطا ولہٰذا ارشاد ہوا وللعاہر الحجر۔ زانی کے لئے پتھر تو اگر احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں بے گناہ بچے ضائع

ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ مربی معلم پرورش کنندہ نہ ہوگا لہٰذا ضرور ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادتاً قریب اور شرعاً واخلاقاً بہت بعید سے بعید اور دوسری کا احتمال عادتاً بعید اور شرعاً واخلاقاً بہت قریب سے قریب اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں اور بعد عادی کے لحاظ سے بعد شرعی واخلاقی کو کہ اس سے بدر جہا بدتر ہے اختیار نہ کریں اس میں کونسا خلاف عقل وروایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف عقل وشرع واخلاق ورحمت ہے لہٰذا عام حکم ارشاد ہوا کہ الولد للفراش وللعاھر الحجر لہٰذا اگر زید اقصی مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں اور بذریعہ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ اور صدہا دریا پہاڑ سمندر حائل ہیں اور اسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ ہوا بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا والد الزنا نہیں ہوسکتا در مختار میں ہے:

قدا کتفوا بقیام الفراش بلا خلو کتزوج المغربی بمشرقیہ بینھما سنتہ فولدت لستة اشھر مذتزوجھا لتصورہ کرامة واستخدا مافتح

ردالمختار میں ہے:

قولہ بلا دخول المراد نفیہ ظاھر اوالا قلا بدمن تصورہ و امکانہ

فتح القدیر میں ہے:

والتصور ثابت فی المغربیة لمثبوت کرامات اولالیاء والاستخدامات فیکون صاحب خطواۃ اوجنی

صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

کان عتبہ بن ابی وقاص (ای الکافر المیت علی کفرہ) عھد الی اخیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ان ابن ولیدۃ زمعة منی فاقبضہ الیک (ای کان زنی بھا فی الجاھلیة فولدت فاوصی اخاہ بالواد) فلما کان عام الفتح اخذہ سعد فقال انہ ابن اخی وقال عبد ابن زمعة اخی ابن ولیدۃ ابی ولد علی فراشہ فقال رسول اللہ ﷺ اخوک یا عبد بن زمعة من اجل انہ ولد علی فراش ابیہ اہ مختصرا مزید امابین الھلالین

بالجملہ ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے یا زید کی موت کے بعد عدت کے اندر یا چار مہینے دس دن پر عورت نے عدت گذر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو موت زید سے دو برس کے اندر یا اقرار انقضائے عدت کرچکی ہو تو اس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوئے ہوں وہ سب شرعاً اولاد زید قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا ہاں جو موت زید سے دو برس کے بعد یا بصورت اقرار زن یا بقضائے عدت اس دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے وہ نہ اولاد زید ہیں نہ اس کا ترکہ پائیں در مختار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما (ای من سنتین ش) من وقت الموت اذا کانت کبیر ۃ ولوغیر مدفول بہا وان لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع و کذا المقرۃ لمفتیہا لولاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار للمتقین یکذبہا والا لا لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار مد ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۹۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عقیقہ و ختنہ میں لوگوں کو بغرض ادائے ان سنن کے بلاتے تھے یا نہیں اگر نہیں بلاتے تھے تو یہ بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ وقت رخصتی جیسا کہ ہندوستان میں رسم بھات کی ہے آیا ان کی کچھ اصلیت ثابت ہے؟ اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی کے وقت بھی کچھ کھانا تقسیم کیا گیا تھا یا نہیں؟ اور نیوتے کی رسم شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آیا یہ بات کہ شارع علیہ السلام نے دعوت ولیمہ کی بابت فرمایا اور خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار اس پر عمل کیا اور کبھی صاحبزادیوں کی رخصتی میں کھانے کی بابت نہ فرمایا اور نہ کیا اس کے بدعت سئیہ ہونے کے لئے کافی نہیں؟

الجواب عقیقہ شکر نعمت ہے اور نعمت کے لئے اعلان کا حکم قال اللہ تعالی واما بنعمت ربک فحدث اور دعوت موجب اعلان اور بدعت سئیہ وہ ہے کہ رد سنت کرے نہ وہ کہ تائید کما نص علیہ الائمۃ قدیما و حدیثا منہم حجۃ الاسلام فی احیاء والعلامۃ سعد فی شرح المقاصد والسید عارف باللہ عبدالغنی الحدیقۃ الندیۃ لا جرم ردالمحتار میں فرمایا:

بحق عقیقہ مزق لحماینا اوطبخہ مع اتخاذ دعوۃ اولا

یوہیں ختنہ کا اعلان سنت ہے:

کما ان السنتہ فی الخفاض الخلفاء

علما نے دعوتیں گیارہ گنائیں ان میں دعوت ختنہ و دعوت عقیقہ بھی ہے بعض نے آٹھ گنیں ان میں یہ دونوں داخل شرح شرعۃ الاسلام میں ہے۔

قیل الضیافیۃ ثمانیۃ الولمیۃ العرس والا عذار للختان و العقیقۃ لسابع الولادۃ الخ

علما نے مطلقاً اجابت دعوت کو سنت فرمایا ولیمہ ہو یا اور بنایہ پھر طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے۔

اجابۃ الدعوۃ ولیمۃ اوغیرھا نکاح کے بھی اعلان کا حکم ہے۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا النکاح. رواہ احمد و ابن حبان والطبرانی والحاکم و ابو نعیم عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالی عنہما سند احمد صحیح و زاد الترمذی والبیہقی عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بلدفوف

اور لڑکے والوں ہی کے ساتھ خاص نہیں دونوں طرف اعلان چاہئے۔ ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

قال نکحت عائشۃ ذات قرابۃ لھما من الانصار فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال اھدیتم انفتاۃ قال نعم قال ارسلتم معھا من تغنی الحدیث

اور طعام موجب جمع ہے اور جمع موجب اعلان معہذا اطعام حاضرین سنن اہل کرم ومروت سے ہے خصوصاً جبکہ طول اقامت ہو اتباع فعل میں ہے علی تفضیل فیہ نہ عدم فعل میں فانہ غیر مامور بل ولا مقدور کمافی الغمز العیون۔

خصوصاً امور عادیہ اور حکم ہے خالقوا الناس باخلاقھم علما فرماتے ہیں الخروج عن العادۃ شھرۃ و مکروہ رب عزوجل فرماتا ہے ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا جو نہ اتی ہے نہ نہی وہ نہ خذوا میں داخل نہ انتھوا میں یعنی نہ واجب نہ منع بلکہ مباح ہے یہ تمام مباحث ہمارے رسائل اردو وہابیت میں طے ہو چکے۔ ہاں نیت مذموم یا باعث مذموم یا طور مذموم پر ولیمہ بھی ہو تو وہ بھی مذموم ہو جائے گا۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ مع ھذا فرمایا ومن لم یجب الدعوۃ فقہ عصی اللہ و رسولہ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نیوتے کی رسم ایک محمود قصد یعنی معاونت اخوان سے رکھی گئی کہ وقت حاجت ایک کا کام سو کی اعانت سے نکل جائے نہ اس پر سارا بار ہو نہ سوال وغیرہ حرج وعار ہو۔ پھر معاونوں میں جسے یہ معاملہ پیش آئے وہ معاون اور باقی اخوان اس کی اعانت کریں وھکذا اس میں جب کہ عرفاً معاوضہ مقصود ہو قرض ہے اور اس کی ادا واجب۔ فان المعروف کالمشروط۔

فتاوٰے خیریہ میں ہے:

اسئل فیما اعتمادہ الناس فی الاعراس والافراح والرجوع من الحج من اعطاء الثیاب والدراھم وینتظرون بہ لہ عندھما یقع لھم مثل ذلک ماحکمہ اجاب ان کان العرف شائعا فیما بینھم انھم یعطون ذلک لیا خذ بدلہ کان حکمہ کحکم القرضِ الخ

اسی میں ہے:

ان کان العرف قاضیا بانھم یدفعونہ علی وجہ الھبۃ ولا ینظرون فی ذلک الی اعطاء البدل فحکمہ حکم الھبۃ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کی بابت ان کے پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال وکوشش متعلق ندوہ سے تائب ہوگئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم متعلق حالات مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ بخاری شریف کے سبق حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں۔ اس پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مردے کے کفر پر تاوقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو حکم نہ لگانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لکل قوم ھاد اس تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ رامچند راور کرشن ولی یا نبی ہوں لہٰذا افتاوے مکلّف خدمت فیض رجت ہے کہ کیا حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے قول مذکور متعلق رام چندر وکرشن مرزا صاحب علیہ الرحمہ نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے یہ بھی اسی کتاب میں مرقوم ہے۔

مسئلہ ۹۸ جو پتایا درخت بوجہ غفلت تسبیح گرجاتا ہے جانور ذبح کردیا جاتا ہے تو پھر بعد سزائے غفلت ان کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی طرف منسوب ہوئی نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے اس میں ہندوؤں کے دین کو محض بر بنائے ظن وتخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف ومکاشفات وعلم عقلی و نقلی میں ان کا ید طولی مانا ہے اور ان کے اعتقادی تناسخ کو کفر سے جدا بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیہ کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے اور بحکم لکل امۃ رسول ہندوستان میں بھی شریعت انبیاء ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے۔ مگر رام یا کرشن کسی کا نام نہیں، بایں ہمہ فرمایا ہے:

درشان آنہا سکوت اولی ست نہ ما را جزم بکفر وہلاک اتباع آنہا لازم ست ونہ یقین بنجات انہا بر ما واجب وماده حسن ظن متحقق ست۔

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے ان حضرات کا حال قبل اظہار خود آشکار۔ اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جاسکتا ہے تو ان سے بدرجہا اقدام واعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہوچکی ص ۷۰ میں فرماتے ہیں:

مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری را در ماہ ربیع الاول بجہت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہردہ استدعا قبول کروند حاضران پرسیدند اے مخدوم ہردہ استدعا وما قبول فرمودید و ہرجا بعد از نماز پیش حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر میشد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔

بات یہ ہے کہ نبوت ورسالت میں اوہام وتخمین کو دخل نہیں اللہ اعلم حیث یجعل رسالته اللہ ورسول نے جن کو تفصیلا نبی بنایا ہم ان پر تفصیلا ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً لکل امة رسول اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو کاہے کے لئے ٹٹولنا اور کاہے کے لئے شاید امنا باللہ و رسولہ ۔ ہزاروں امتوں کا ہمیں نام ومقام تک معلوم نہیں وقرونا بین ذلک کثیرا قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام وکرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سواء تواتر ہنود کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی کچھ اشخاص تھے بھی یا محض ایناب اغوال اور جال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی نا ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق وفجور ولہو ولعب ثابت پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لئے مردود مانا جائے اور انہیں کامل ومکمل بلکہ ظنا معاذ اللہ انبیاء ورسل جانا جائے۔ واللہ الھادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) رب عزوجل فرماتا ہے:

تسبح له السموات السبع والارض ومن فیهن وان من شئی الایسبح بمحده ولکن لا تفقهون تسبیحهم

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ (بنی اسرائیل ۴۴)

یہ کلیہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے ذی روح ہوں یا بے روح اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی متعلق نہیں دائم التسبیح ہیں کہ ان من شئی کے دائرے سے خارج نہیں مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں ہیں ایک تسبیح جسم کی کہ اس روح متعلق کے اختیار نہیں وہ اسی ان من شئ کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے دوسری تسبیح روح یہ ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع ومفہوم اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان ونبات کو قتل وقطع سے دی جاتی ہے اور اس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے وہ لہٰذا ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں۔

فانه مادام رطبا یسبح لله تعالیٰ فیونس المیت

کہ وہ جب تک تر ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔

مگر قتل وقطع وموت ویبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزو لاتجزی بھی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی کہ ان من شئی الایسبح بحمدہ اسے روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الرمز المصف علیٰ سوال مولانا السید اصف

۱۳۳۹ھ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم (یا حبیب محبوب اللّٰہ روحی فداک)

مسئلہ ۹۹ قبلہ کونین وکعبہ دارین دامت برکاتہم بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی التماس اینکہ بفضلہٖ تعالیٰ کمترین بخیریت ہے حضوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب اشتہار اسلامی پیام میں عبدالماجد کے اس لکھنے پر کہ ''مسلمان ڈوب رہا ہے نامسلم تیراک ہاتھ دے تو جان بچانا چاہئے یا نہیں'' یوں درج ہے کہ مسلمان کو اگر ڈوبنے پر یقین نہ ہو ہاتھ پاؤں مار کر بچ جانے کی امید ہو یا کوئی مسلمان فریادرس خواہ کوئی درخت وغیرہ ملنے کا ظن ہو تو کافر کو ہاتھ دینے کی اجازت نہیں الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے معاملت کی بھی اجازت نہ ہوان سے علاج بھی نہ کرائے لایالونکم خبالا سے کیا مقصود ہے آیا دین کے معاملہ میں کفار محارب فی الدین نقصان پہنچانے میں کمی نہ کریں گے یا ہر معاملہ میں اور ہر وقت جب موقع پائیں۔اور ایک کافر کہ غیر محارب ہو تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم الی اخر الایۃ کے متعلق لکھا ہے:

وقال اھل التاویل ھذا الایۃ تدل علی جواز البربین المشرکین والمسلمین وان کانت الموالاۃ منقطعۃ

رسالہ الرضا بابت ماہ ذی قعدہ حصہ ملفوظات صفحہ ۸۶ میں ہے۔ ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سے خلق فرماتے جو رجوع لانے والے ہوتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ سختی فرماتے الخ بعض کفار کی آنکھوں میں سلائی پھروانا تو قصاصاً تھا کیا رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم قبل نزول آیت یاایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین نرمی نہ فرماتے تھے اور کیا جو رجوع نہ لانے والے تھے ان سے بہ شدت پیش آتے تھے یا پہلے اس سے نرمی سے پیش آتے کفار مختلف طبائع کے تھے اور ہیں۔ بعض کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہے اور بعض کو بہت کم۔کیا سب سے یکساں حکم ہے یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں ان سے حسب مراتب تدریجاً سختی کرنے کا حکم ہے اور محارب کا فرق کیا ہے۔حضور فدوی کو اس مسئلہ میں کہ مرتدہ کا نکاح باقی رہتا ہے فتاوے کی کتابوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے خلجان رہتا ہے حضور کے فتوے میں اور کتابوں کے خلاف لکھا ہے گو بعض احکام بوجہ اختلاف زمانہ مختلف ہوجاتے ہیں لیکن فتاوے ہندیہ جو قریب زمانہ کی ہے اس میں بھی نہیں اگرچہ بوجہ سلطنت اسلامیہ ہونے کے مرتدہ پر احکام شریعت نہیں جاری کئے جاسکتے مثلاً ضرب وغیرہ کے۔لیکن وہ اسلام سے خارج ہوگئی تو نکاح کا باقی رہنا کیسا کیا وہ ترکہ بھی سابق شوہر کا شرعاً پائے گی اور اس کے مرنے پر اس کا جو پہلے شوہر تھا ترکہ اس کا شرعاً پائے گا۔اگر کفار غیر

محارب کے ہمراہ محارب کفار کا مقابلہ کیا جائے اور محارب کفار غیر محارب کی امداد سے نقصان پہنچایا جائے تو کیا گناہ ہے۔

اسی اسلامی پیغام میں ہے اب جو قرآن عظیم کو جھٹلائے وہ مشرک یا مرتد کو ڈوبنے سے نجات دینے والا حامی و مددگار جانا'' کیا نعوذ باللہ جتنے مسلمان کفار سے علاج کراتے ہیں اور معاملات میں ان سے مدد لیتے ہیں سب قرآن کو جھٹلاتے ہیں۔ فقط والتسلیم

عریضہ ادب فدوی محمد آصف

یغفر اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المومنین والمومنات بحرمتہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولانا المکرّم اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ارشاد الٰہی **یایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا** عام ومطلق ہے کافر کو رازدار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امور دنیویہ میں ہو وہ ہرگز تا قدر قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ **قل صدق اللہ ومن اصدق من اللہ قیلا** سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث **لاتستضیئوا نار المشرکین**۔ (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو اور اسے اسی آیۂ کریمہ سے ثابت بتایا ابو یعلٰی مسند اور عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تستضیئوا بنار المشرکین مال فلم تدرما ذلک حتی اتوا الحسن فسالوہ فقال نعم یقول لا تستشیروھم فی شئی من امورکم قال الحسن و تصدیق ذلک فی کتاب اللّٰہ تعالیٰ ثم تلاھذہ الایۃ یایھا الذین امنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی آیہ کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید وابی حاتم رازی تفاسیر میں اس جناب سے راوی:

انہ قیل لہ ان ھھنا غلاما من اھل الحیرۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کتبا قال اتخذت اذن بطانۃ من دون المومنین

تفسیر کبیر میں انہیں امور دنیویہ میں ان سے مشاورت وموانست کو سبب نزول کریمہ اور اس سے نہی مطلق کے لئے بتایا اور اسے اس گمان کا کہ ان سے مخالفت تو دین میں ہے دنیوی امور میں بدخواہی نہ کریں گے رد ٹھہرایا کہ:

ان المسلمين كانوا يشاورونهم فی امورهم ويوانسونهم لما كان بينهم من الرضاع والحلف ظنا منهم انهم وان خالفوهم فی الدين فهم ينصحون لهم فی اسباب المعاش فهاهم اللّٰہ تعالی بهذا لاية عنه فمنع المومنين ان يتخذوا بطانة من غير المومنين فيكون ذلک نهيا عن جميع الكفار و قال تعالی يايها الذين امنوا لاتتخذوا عدوی و عدوكم اولياء ومما يوكد ذلک ماروی انه قيل لعمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه ههنا رجل من اهل الحيرة نصرانی لا يعرف اقوی حفظا ولا احسن خطامنه فان رايت ان تتخذوه كاتبا فامتنع عمر رضی اللّٰہ تعالی عنه منا ذلک و قال اذن اتخذت بطانته من غير المومنين فقد جعل عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه هذا الاية دليلا علی النهی عن اتخاذ النصرانی بطانة

اس سے جملہ انوع معاملت کیوں ناجائز ہوگئی بیع وشرا واجارہ واستجارہ وغیرہا میں کیا راز دار بنانا یا اس کی خیر خواہی پر اعتماد کرنا ہے جیسے چمار کو دام دے جوتا گٹھوا لیا بھنگی کو مہینہ دیا پاخانہ کموا لیا۔ بزاز کو روپے دیئے کپڑا مول لے لیا آپ تاجر ہے کوئی جائز چیز اس کے ہاتھ بیچی دام لے لئے وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافر حربی کافر محارب ہے حربی ومحارب ایک ہی ہے جیسے جدلی ومجادل وذمی ومعاہد کا مقابل ہے راز دار بنانا ذمی ومعاہد کو بھی جائز نہیں امیر المومنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے یو ہیں موالات مطلقاً جملہ کفار سے حرام ہے حربی ہوں یا ذمی۔ ہاں صرف در بارۂ بر واحسان ان میں فرق ہے۔ معاہد سے جائز ہے کہ:

لاينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم فی الدين (الممتحنه ۸)

عبارت کبیر منقولہ سوال کا یہی مطلب ہے۔ یہی قول اکثر اہل تاویل ہے اور اسی پر اعتماد وتعویل ہے اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے خود کبیر میں زیر کریمہ لاينهكم الله ہے۔

الاكثرون علی انهم اهل العهد و هذا قول ابن عباس المقاتلين والكلبی

ہم نے المحجۃ الموتمنہ میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد وہدایہ ودرر الحکام وغایۃ البیان وکفایہ وجوہرنیرہ ومستصفی ونہایہ وفتح القدیر۔ بحر الرائق وکافی وتبیین الحقائق وتفسیر احمدی وفتح اللہ المعین وغنیہ وذی الاحکام ومعراج الدرایہ وعنایہ ومحیط برہانی وجوئی زادہ وبدائع ملک العلماء سے ثابت کیا۔ حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین ہیں قبل ارشاد واغلظ علیہم انواع انواع کے نرمی وعضو وصفح فرمائے خود اموال غنیمت میں مولفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر اس ارشاد کریم نے ہر عضو وصفح کو نسخ فرمادیا اور مولفۃ القلوب کا سہم ساقط ہوگیا۔

وقل الحق من ربكم فمن شاء فليومن ومن شاء فليكفر انا اعتدنا للظلمين نارا احاط بهم سرادقه (الكهف ۲۹)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ کی نسبت امام فرماتے میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ آیہ کریمہ واغلظ علیهم کو فرماتے ہیں نسخت هذه الاية كل شئى من العفو و الصفع ۔

قرآن عظیم نے یہود و مشرکین کو عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا:

لتجدن اشد الناس عدواة للذين امنوا اليهود و الذين اشركوا (المائدہ ۸۲)

مگر ارشاد:

يايها النبى جاهد الكفار ولمنفقين واغلظ عليهم و ماوهم جهنم وبئس المصير (التوبہ ۷۳)

عام آیا اس میں کسی کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انہیں وصف کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد و غلظت کا حکم دیا تو یہ سزا ان کے نفس کفر کی ہے نہ کہ عداوت مومنین کی اور نفس کفر میں وہ سب برابر ہیں الكفر ملة واحدة ۔ ہاں معاہدہ کا استثناء دلائل قاطع متواترہ سے ہے ضرورۃ معلوم ومستقر فی الاذہان کہ حکم جاہد سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فنفس النص لم يتعلق به ابتداء كما افاده فى البحر الرائق تفاوت عداوت بربنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصاریٰ کا حکم یہود سے کمتر ہوتا حالانکہ یکساں ہے ذمی و حربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے حسب حاجت ذلیل وقلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ ومقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کتے سے شکار میں امام سرخسی نے شرح صغیر میں فرمایا: والا ستعانة باهل الذمة الكلاب اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس میں کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو۔ان مباحث کی تفصیل جلیل الحجة التوتمنه میں ملاحظہ ہو۔رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تولا يالونكم خبالا سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیوی معاملات بیع و شرا و اجارہ و استیجار کی مثل ہے ہاں اندرونی علاج جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو اس میں کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا دلی خیر خواہ اپنا مخلص باخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنا دلی دوست بنانے والا اس کی بے کسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بے شک آیہ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشاد آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان وایمان وقرآن سب کا دشمن اور انہیں اس کی خبر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہافانه منهم ہو گیا ان کی تو دلی تمنا یہی تھی۔

قال تعالى ودوالوتكفرون كماكفروا فتكونون سواء (النساء ۸۹)

ان کی آروزو ہے کہ کسی طرح تم کبھی کافر بنو تو تم اور وہ ایک سے ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالی مگر الحمدللہ کہ کوئی مسلمان آیہ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیب قرآن کی بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کماتے ہیں ایسا کریں تو بدنام ہوں دکان پھیکی پڑ جائے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو۔ یوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیر خواہ ہیں نہ کہ ہمارے۔ اس میں تکذیب نہ ہوئی پھر بھی خلاف احتیاط و شنیع ضرور ہے خصوصاً یہود و مشرکین سے خصوصاً سر برآوردہ مسلمان کو جس کے کم ہونے میں وہ اشقیا اپنی فتح سمجھیں۔ وہ جسے جان وایمان دونوں عزیز ہیں اس بارے میں کریمہ

نتلوہ لاتتخذوا بطانة من دونکم لایالونکم خبالا (آل عمران ۱۱۸)

(کسی کافر کو راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔) وکریمہ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجة (التوبہ ۱۶) (اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنایا) وحدیث مذکور لاتستضیوا بنار المشرکین (مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو) بس ہیں اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا راز درود خیل کار و مشیر بنانا ہوگا۔

امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ، مدخل میں فرماتے ہیں:

واشد لقبح واشنع ما ارتکبہ بعض الناس فی ھذا الزمان من معالجة الطبیب و الکحال الکافرین الذین لایرجی منھما نصح ولا خیر بل یقطع بغشھما اذیتھما لمن ظفرا بہ من المسلمین سیما ان کان المریض کبیرا فی دینہ او علمہ

یعنی سخت تر قبیح و شنیع ہے وہ جس کا ارتکاب آج کل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طبیب اور ستبے سے علاج کرانا جن سے خیر خواہی اور بھلائی کی امید در کنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں اس کی بدسگالی کریں گے اور اسے ایذا پہنچائیں گے۔ خصوصاً جب کہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا:

انھم لایعطون لاحد من المسلمین شیئا من الادویة التی تصرہ ظاھرا لانھم لو فعلوذلک لظھر غشھم و انقطعت مادة معاشھم لاکنھم یصفون لہ من الادویة مایلیق بذلک المرض و یظھرون الصنعة فیہ والنصح و قدبتعا فی المریض فینسب ذلک الی حذق الطبیب و معرفة لیقع علیہ المعاش کثیرا السبب ما یقع لہ من الثناء علی نصحہ فی صنعة لکنہ یدس فی ا اثنا وصفہ حاجة لا یفطن فیھا لمن الضرر غالبا وتکون تلک الحاجة مما تنفع ذلک المرض و ینتعش منہ فی الحال لکنہ یعود علیہ بالضرر فی اخر

الحال و قد يدس حاجة اخرى يصح بعد استعمالها لكنه اذا دخل الحمام انتكس ومات وحاجة اخرى اذا استعمالها صح و قام من مرضه لكن لها مدة اذا انقضت عادة بالضرر و تختلف المدة فى ذلك فمنها مايكون مدتها سنة اواقل اواكثرا الى غير ذلك من غشهم وهو كثير ثم يتعلل عدو الله ان هذا مرض اخر ليس له فيه حيلة و يظهر التاسف على اصاب المريض ثم يصف اشياء تنفع مراضه لكنها لاتفيد بعد ان فات الا مرفيه فينصح حيث لا ينفع نصحه فمن يرى ذلک منه يعتقدانه من الناصحين وهو من اكبر الخاشين

یعنی وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی ظاہر ہو جائے اور ان کی روزی میں خلل آئے بلکہ مناسب دوا دیتے اور اس میں اپنی خیر خواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے جس میں ان کا نام اور معاش خوب چلے اور اسی کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے یا ایسی دوا کہ اس وقت مرض کھودے مگر جب مریض جماع کرے مرض لوٹ آئے اور مر جائے یا ایسی کہ سر دست تندرست کر دے مگر جب حمام کرے مرض پلٹے اور موت ہو یا ایسی کہ اس وقت مریض کھڑا ہو جائے۔ اور ایک مدت سال بھر یا کم پیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے اور ان کے سوا ان کے فریبوں کے بہت طریقے ہیں پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا دشمن یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید مرض ہے اس میں میرا کیا اختیار ہے اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے۔ مگر جب بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ تو اس وقت خیر خواہی دکھاتا ہے۔ جب اس سے نفع نہیں دیکھنے والے اسے خیر خواہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سخت تر بدخواہ ہے۔

كل العدوا قد ترجى ازالقها   الاعدوة من عاداک فى الدين

تمام دشمنوں کا زوال ممکن ہے مگر عداوت دینی کہ یہ نہیں جاتی۔

پھر فرمایا:

قديستعلمون انصح فى بعض الناس ممن لاخطولهم فى الدين ولا علم ذلک ايضا من الغش لاهم لو لم ينصحوالما حصلت لهم الشهرة بالمعرفة بالطب ولتعطل عليهم معاشهم و قد يفطن لغشهم ومن غشهم نصحهم لبعض ابناء الدنيا لينشتهرو وابذلک و تحصل لهم الخطوة عندهم و عند كثير ممن شابهم و يستسلطون بسبب ذلک على قتل العلماء والصالحين و هذا لنوع موجود ظاهر . وقد ينصحون العلماء والصالحين و ذلک منهم غش ايضا لانهم يفعلون ذلک لكى تحصل لهم الشهرة و تظهر صنعتهم فيكون سببا الى اتلاف من يريدون اتلاضعنهم واهذا منهم مكر عظيم

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو روٹیوں میں فرق آئے اور کبھی ان کے فریب پر لوگ چرچ جائیں یونہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں کہ شہرت اور اس کے نزدیک اس جیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو۔ پھر علماء صلحا کے قتل کا موقع ملے اور ایسے اب موجود ظاہر ہیں اور کبھی علماء صلحاء کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب ہے کہ مقصود ساکھ بندھن ہے پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے اس کی راہ ملنا اور یہ ان کا بڑا مکر ہے۔

پھر اپنے زمانہ کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے نکال دیا وہ خوشامدیں کرتا رہا یہاں تک کہ رئیس راضی ہو گیا کافر وقت کا منتظر رہا پھر رئیس کو سخت مرض ہوا۔ میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا لوگ انہیں بلانے آئے انہوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا گئے اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے۔ میں نے کہا خیر فرمایا میں نے کہا یہودی نے کیا نسخہ دیا معلوم ہوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا میں اندر گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی امید نہیں پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمہ نہ رکھ دے رئیس کل تک نہ بچے گا وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہو گیا پھر فرمایا بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وہ بنائے مسلمانوں کو دکھا لیں یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے فرمایا وھذا الیس بشئی ایضاء من وجوہ الاول ان المسلم قد یفعل عن بعض ماوصفه الثانی فیه اقتداء الغیر به الثالث فیه الاعانة لهم علی کفرهم بما یحطیه لهم الرابع فیه ذلة المسلم لهم الخامس فیه تعظیم شانهم لا سیما ان کان المریض رئیسا و قد امرا الشارع علیه الصلوة والسلام بتصغیره شانهم وهذا عکسه یہ بھی بوجوہ کچھ نہیں۔ ایک تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی اس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے۔ پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے۔ فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اس کے کفر پر مدد ہو گی۔ مسلمان کو اس کے لئے تواضع کرنا پڑے گی علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی خصوصاً اگر مریض رئیس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے پھر فرمایا:

ثم مع ذلک مایحصل من الانس والودلهم وان قل الامن عصم اللّٰہ و قلیل ماهم و لیس ذلک من اخلاق اهل الدین

پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ تھوڑی ہی سہی سوا اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہل دین کی شان نہیں۔

پھر فرمایا: **ومع ذلک یخشی علی دین بعض من یستطبھم من المسلمین ۔** ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے یہاں بیماری ہوئی مریض ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا انہوں نے اسے بلایا وہ علاج کرتا رہا ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا ہے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے اس کو اختیار کرنا چاہئے اور یونہی کیا کیا بکتا رہا یہ ترساں ولرزاں جاگے اور عہد کرلیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے راستے میں بھی وہ جہاں ملتا یہ اور راہ ہو جاتے کہ مبادا اس کا وبال انہیں پہنچے امام فرماتے ہیں:

وھذا قد رحم بسبب انه کان معتنی به فیخاف من استطبھم ولم یکن معتنی به ان یھلک معھم ولولم یکن فیه الا الخوف من ھذا الامرا لخطر لکان متعینا ترکه فکیف مع وجود ماتقدم ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیر نظر عنایت تھے جو ایسا نہ ہوا اور ان سے علاج کرائے اس پر خوف ہے کہ ان کے ساتھ ہلاک ہو جائے۔ ان کے علاج میں اس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو اس قدر سے اس کا ترک لازم ہوتا نہ کہ اور شناعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گذرا۔ ان امام ناصح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیارت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علماء وعظمائے دین کے لئے زیادہ خطرے کا موید امام زری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا اچھے ہو جاتے پھر مرض عود کرتا کئی باریوں ہی ہوا آخر اسے تنہائی میں بلا کر دریافت کیا اس نے کہا اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کار ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھو دوں۔ امام نے اسے دفع فرمایا مولا تعالیٰ نے شفا بخشی پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلبہ کو حاذق اطبا کردیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرمادی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں یہود کہ مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا اور لایالونکم خبالا تو عام کفار کے لئے فرمایا۔ عورت کا مرتدہ ہو کر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایۃ وجملہ متون وعامہ شروح وفتاوائے قدیمہ سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق۔ خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول صروری کے۔ قول صوری وضروری کا فرق میرے رسالہ **اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام** میں ملے گا کہ میرے فتاوے جلد اول میں طبع ہوا اور اس کا قول ضروری کے موافق ہونا میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علی گڑھ لکھا ظاہر اس کی نقل حاضر ہوگی اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے باقی تمام احکام ارتداد جاری ہوں گے نہ وہ شوہر کا ترکہ پائے گی نہ شوہر اس کا۔ اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو نیز جب تک وہ اسلام نہ لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہوگا عالمگیری منشاء مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے:

لوا جرت كلمة الكفر على لسانها مغايظة لزوجها اواخراجا لنفسها عن حالته والاستجاب المهر عليه بنكاح متالف تحرم على زوجها فيجبر على الاسلام ولكل قاض ان يجدد النكاح بادنى شئى ولوبدينار سخطت اورضيت وليس لها ان تتزوج الا بزوجها قال الهندو انی انی اخذ بهذا قال ابو الليث وبه ناخذ كذا فى التمر تاشی

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے:

صرحوا بتعزیرها خمسة و سبعين و تجبر على الاسلام و على جديد النكاح بمهريسير كدينار وعليه الفتوى والواكيبة

یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہوگیا کہ ارتداد احدهما فسخ في الحال پھر بعد عدت دوسرے سے اسے نکاح ناجائز ہوتا گیا معنی اور پہلے سے تجدید نکاح پر جبر کیا معنی۔ کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے اور اس تجدید میں زبردستی ادنیٰ سے ادنیٰ مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط۔

اقول

بلکہ ان اکابر کے قول ماخوذ و مفتی بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے فتوائے ائمہ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا بعد نہیں تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہو جانا موجب زوال نکاح نہیں بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہو جاتی ہے اور نکاح باقی ہے جیسے بحال نماز و روزہ رمضان و اعتکاف و احرام و حیض نفاس یونہیں جب کہ زوجہ کی بہن سے نکاح کر کے قربت کر لے زوجہ حرام ہوگئی یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کرے اور اس کی عدت گذر جائے بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور نکاح زائل نہیں جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متارکہ لازم ہے تو نکاح قائم ہے اور زن مفضاۃ کہ سبیلیں ایک ہو جائیں نکاح میں اصلاً خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے والمسائل منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من السفار الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج پر اور جو رسم ورواج حدیث شریف واحکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث وفقہ کا حکم ہے یا رسم ورواج پر اڑا رہنا۔

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدین واحکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو۔

(۶) مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث وفقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارہ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار موذنوں کے فعل اگرچہ خلاف شریعت وحدیث فقہ ہوں۔

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ، سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی۔

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر وہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی کیا ضرورت ہوگی۔

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں ایسے منبر بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر موذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب اللهم هداية الحق والصواب۔

جواب سوال اول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی سنن ابی دواؤد شریف جلد اول ص ۱۵۶ میں ہے:

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنه قال کان یوذن یدی رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ عنهما

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

جواب سوال دوم

جواب اول سے واضح ہوگیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ علی باب المسجد ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی بس اسی قدر بین یدیه کے لئے درکار ہے۔

جواب سوال سوم

بے شک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ کہا ہے فتاویٰ قاضی خان طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۸ **لا یوذن فی المسجد** ''مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔'' فتاویٰ خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ **لا یوذن فی المسجد**۔ ''مسجد میں اذان نہ ہو'' خزانۃ المفتین قلمی فصل **فی الاذان لا یوذن فی المسجد**۔ ''مسجد کے اندر اذان نہ کہیں۔'' فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ **لا یوذن فی المسجد**۔ ''مسجد کے اندر اذان منع ہے۔'' بحرالرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶۸ **لا یوذن فی المسجد**۔ ترجمہ: ''مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے'' شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ **فیه اشعا بانه لا یوذن فی المسجد** امام صدر الشریعۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو غنیۃ شرح منیہ صفحہ ۳۷۷۔ **الاذان انما یکون فی المئذنة او خارج المسجد والاقامة فی داخله**۔ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر فتح

القدیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱۔ قالو الایوذن فی المسجد علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے ایضاً باب الجمعہ صفحہ ۴۱۴۔ ھوذکر اللّٰہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ۔ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۸ ایکرہ ان یوذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم۔ یعنی نظم امام زندہ نیستی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ ہاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں قولہ یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان اوخارجہ والمسنون ھوالثانی۔ یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو مسجد میں خواہ باہر سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو جب تو وہ بتصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ بین یدیہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لئے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں بہرکیف اتنا ان کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے۔ وللہ الحمد۔

جواب سوال چہارم

ظاہر ہے کہ حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہئے۔

جواب سوال پنجم

ظاہر ہے جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو۔ وہی نئی بات ہے اسی سے بچنا چاہئے نہ کہ سنت وحکم حدیث وفقہ سے۔

جواب سوال ششم

مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰ المطاف ھو ماکان فی زمنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسجدا۔ تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد ومحل اذان تھا اور مسجد جب بڑھائی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی ولہٰذا اگر مسجد بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں فتاویٰ قاضی خاں و

فتاویٰ عالمگیریہ صفحہ۴۰ یکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اعدلذلک ولا یصلی فیہ وہیں ہے لا یحضر فی المسجد بئرماء ولو قدیمۃ تترک کبئر زمزم تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہندیہ کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بین یدیہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرام محترم سے جدا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لئے مستثنیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گذرا اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ اس کی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دیئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہ حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز علمانے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ کہ یہ مکبرہ کہ چار جگہ سے گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے۔ بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے اب ہمیں افعال موذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گذارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ باواز بلند دعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے درمختار و ردالمحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹۔ اما مایفعلہ الموذن حال الخطبۃ من الترضی و نحوہ فمکروہ اتفاقا یعنی وہ جو یہ موذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے یہی موذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و درمختار و ردالمحتار صفحہ ۶۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۲۸ آخر میں فرمایا ہے: اما حرکات المکبرین و صنعھم فانا ابرؤا الی اللہ تعالیٰ منہ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف براءت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیر حکم۔

جواب سوال ھفتم

بے شک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اوراس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیا سنتی فقد اجبنی ومن اجنی کان معی فی الجنۃ اللھم ارزقنا رواہ السخبری فی الابانۃ والترمذی بلفظ من احب

جس نے میری سنت زندہ کی بے شک اسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احیا سنۃ من سنتی قدامیتت بعد فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھا من غیران ینقص من اجورھم شیاء (رواہ الترمذی و رواہ ابن ماجۃ عن عمرو بن عوف رضی اللّٰہ تعالی عنہ)

جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اوران کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید رواہ البیھقی فی الزھد

جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔

اورظاہر ہے زندہ وہی سنت کی جائے گی مردہ ہوگئی اورسنت مردہ جبھی ہوگی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے۔

جواب سوال ھشتم

احیائے سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اورجس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لئے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم ازکم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اورسو سو شہیدوں کا ثواب لیں اوراس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے یوں ہوتو کوئی سنت زندہ ہی نہ کرسکے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ وتابعین تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جواب سوال نہم

حوض کا بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگر چہ وسط مسجد میں ہو اوراس کی فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے لانہ موضع اعد للوضوء کما تقدم۔

جواب سوال دھم

لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسے گوشہ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام موذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگائیں۔

مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھو کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہلسنت سے معروض

حضرات احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمایئے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے آپ کے رب کا حکم ہے **تعاونوا علی البر والتقویٰ** اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان حق فرمایئے اور اس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچوں سوالوں کے بھی:

(۱) ارشارت مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے؟

(۲) کیا محتمل وصریح کا مقابلہ ہو سکتا ہے؟

(۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشاء بھی غلط؟

(٤) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا؟

(۵) قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجالاتے ہیں یا سو میں کتنے؟

مسئلہ ۱۰۱ زید کہتا ہے مولانا احمد رضا خان ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں "راقم عبدالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" خدا جل جلالہ کے سوا دوسرے کا عبد کیسے بن سکتا ہے فقیر نے جواب دیا بھائی یہاں عبدالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ غلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہ بندہ۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب اللہ عزوجل فرماتا ہے **وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم** ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا کہ تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں انہیں بیاہ دو اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا نکاح کر دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ** مسلمان پر اس کے بندے اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع صحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ برسر منبر فرمایا **کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کنت عبدہ و خادمہ** میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں حضور کا بندہ تھا اور حضور کا خدمت گار تھا یہ حدیث وہابیہ کے

امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقت میں پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا۔ میں بحوالہ ابوحنیفہ وکتاب الریاض النصرہ لکھی اور اس سے سندلی اور مقبول رکھی۔ مثنوی شریف میں قصہ خریداری بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کی۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو　　　کردمش آزاد ہم بر روئے تو

اللہ عزوجل فرمایا ہے:

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لاتقنطوا من رحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم (الزمر: ۵۳)

اے محبوب تم اپنی تمام امت سے یوں خطاب فرماؤ کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بندئہ خود خواند احمد در رشاد　　　جملہ عالم را بخواں قل یعباد

طرفہ یہ کہ وہابیہ حال کے حکیم الامتہ اشرف علی تھانوی صاحب بھی جب تک مسلمان کہلاتے تھے حاشیہ شمائم امدادیہ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے کہ تمام جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ ہے۔ اب گنگوہی اصطباغ پا کر شاید اسے ہر شرک سے بدتر شرک کہیں گے حالانکہ ہر شرک سے بدتر شرک کے مرتکب خود گنگوہی صاحب ہیں کے براہین قاطعہ میں صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک مانا ہے جس کا بیان علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ مسمی بہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین میں اور اس مسئلہ عبدالمصطفیٰ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ "**بذل الصفا تعبد المصطفی**" میں ہے اے مسکین عبداللہ بمعنیٰ خلق خدا و ملک خدا تو ہر مومن و کافر ہے مومن وہی ہے جو عبدالمصطفیٰ ہے امام الاولیاء و مرجع العلماء حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من لم یر نفسہ فی ملک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یذوق حلاوۃ الایمان

جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مملوک نہ جانے ایمان کا مزہ نہ چکھے گا۔

آخر نہ دیکھا جب اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا اور اسی نور کی تعظیم کے لئے تمام ملائکہ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو سجدہ کا حکم دیا سب نے سجدہ کیا ابلیس لعین نے نہ کیا وہ اس وقت عبداللہ ہونے سے نکل گیا اللہ کا مخلوق کا مملوک رہا حاشا یہ تو ناممکن ہے بلکہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو نہ جھکا عبدالمصطفیٰ نہ بنا لہٰذا مردود ابدی و ملعون

سردی ہوا آدمی کو اختیار ہے چاہے عبدالمصطفیٰ بنے اور ملائکہ مقربین کا ساتھی ہو یا اس سے انکار کرے اور ابلیس لعین کا ساتھ دے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ جمے ہوئے گھی میں حرام جانور مثلاً چوہا بلی کتا مرگیا یا جھوٹا کرگیا وہ گھی یا تیل کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب گھی اگر جما ہوا ہے تو اس جانور یا اس کے منہ لگنے کی جگہ سے کھرچ کر تھوڑا سا پھینک دیں باقی پاک ہے احمد و ابوداؤد ابوہریرہ اور دارمی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اذا وقعت الفارة فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وما حولھا ۔** اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس گھی نکال کر پھینک دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھی گرم تھا اس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مرگیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب گھی ناپاک ہوگیا بے پاک کئے اس کا کھانا حرام ہے پاک کرنے کے تین طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ یہ کہ اتنا ہی پانی اس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر آجاوے اسے اتارلیں اور دوسرا پانی اسی قدر ملا کر یونہی کریں پھر اتار کر تیسرے پانی میں اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے اتارلیں بلکہ جوش دینے کی پہلے ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہوجائے گا۔اور پانی ملا کر جنبش دینا کفالت کرے گا۔

دوسرا طریقہ ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہوگیا ہو آگ پر پگھلالیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر ابل جائے گھی پاک ہوجائے گا۔

تیسرا طریقہ دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اور اس کے بعد یہ ناپاک گھی اس پرنالے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک وناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہوگیا۔

پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں ابل کر تھوڑا گھی ضائع ہو جائے گا تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند ناپاک سے پہلے پہنچے نہ

بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ برتن میں جتنا پہنچایا اب پہنچے گا سب ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آئے کیا حکم ہے زید کہتا ہے ٹرکش لوگ بھی مسلمان ہیں وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں حرام و گناہ وسنت مشرکین و مجوس و یہود و نصاریٰ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں فرماتے ہیں۔

احفوا الشوارب واعفوا اللحی ولاتشبھوا بالیھود رواہ الامام الطحاوی عن انس بن مالک و لفظ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس

مونچھیں کتر کر خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز سلطان المسلمین کے لئے خطبہ میں دعا مانگنا فرض ہے تو مثلاً اتنی دعا مانگی جائے تو درست ہے یا نہیں؟

اللھم اعز الاسلام والمسلمین بالامام العادل ناصر الاسلام و والملۃ والدین زید کہتا ہے نہیں درست سلطان المعظم کا نام لے کر دعا مانگنا چاہئے۔

الجواب سلطان اسلام کے لئے خطبہ میں دعا فرض نہیں ایک مستحب ہے اور وہ اتنی دعا ہے کہ سوال میں لکھی بے شک حاصل ہے زید کا اسے نادرست کہنا محض غلط و باطل ہے بلکہ درمختار میں ہے:

یندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان و جوزہ القھستانی

خاص نام کی ضرورت ان شہروں میں ہے جو سلطان کی سلطنت میں ہیں کہ سکہ و خطبہ شعار سلطنت ہے ردالمحتار میں ہے۔

الدعاء للسلطان علی المنابر قد صار الان من شعار السلطنۃ فمن ترکہ یخشی علیہ الخ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیش امام سر پر شال ڈال کر نماز پڑھائے تو کیا ہے؟

الجواب شال اگر ریشمی یا زری کی مغرق ہے یا اس کا کوئی بوٹا زری یا ریشم کا چار انگل سے زیادہ چوڑا ہے تو مرد کو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ غیر نماز میں اور نماز اس کے باعث خراب و مکروہ خواہ امام ہو یا مقتدی یا تنہا اور اگر ایسی نہیں تو دو صورتیں ہیں اگر سر پر ڈال کر اس کا آنچل شانہ پر ڈال لیا جو اوڑھنے کا طریقہ ہے تو حرج نہیں اور اگر سر پر ڈال کر دونوں پلو لٹکتے چھوڑ دیے تو مکروہ تحریمی و گناہ ہے اور نماز کا پھیرنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے:

(کرہ سدل) تحریما للنھی (ثوبہ) ارسالہ بلا لبس معتاد کشد مندیل یرسلہ من کتفیہ۔

ردالمحتار میں ہے، **وذلک نحو الشال۔** واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن جائز ہے یا نہیں۔ ولد الزنا کی ماں کافرہ ہے اور باپ مسلمان۔ بینوا توجروا۔

الجواب جب وہ مسلمان ہے اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے اور مسلمانوں کے مقابر میں اسے دفن کرنا بے شک جائز ہے اگرچہ اس کی ماں یا باپ یا دونوں کافر ہوں بلکہ یہ اور بھی اولیٰ ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ملفوظات حضور پرنور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ

عرض حضور ۱۳ سال میں میری اہلیہ کے ۴ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے جن میں سے پانچ اولادیں انتقال کر گئیں کسی کی عمر سال کسی کی دو سال کسی کی ایک سال ہوئین اور سب کو ایک بیماری لاحق ہوئی یعنی پسلی اور ام الصبیان فی الحال صرف ایک لڑکی ۳ سالہ حیات ہے حضور دعاء فرمائیں اور ان امراض کے واسطے کوئی عمل جو مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

ارشاد مولیٰ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے اب جو حمل ہوا سے دو مہینے نہ گزرنے پائیں کہ یہاں اطلاع دیجئے اور زوجہ اور ان کی والدہ کا نام بھی معلوم ہونا چاہئے اس وقت سے ان شاء اللہ تعالیٰ بندوبست کیا جائے۔ اپنے گھر میں پابندی نماز کی تاکید شدید رکھیے اور پانچوں نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھا کریں اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے اور سوتے وقت جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ان میں بھی ان تین وقت آیۃ الکرسی نہ چھوٹے مگر ان دنوں میں آیت قرآن مجید کی نیت سے نہ پڑھے بلکہ اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اور جن دنوں میں نماز کا حکم ہے ان میں اس کا بھی التزام رکھیں کہ تینوں قل ۳۔۳ بار صبح و شام اور سوتے وقت پڑیں صبح سے مراد یہ ہے کہ آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک اور شام سے مراد یہ ہے کہ دوپہر ڈھلے غروب آفتاب تک اور سوتے وقت اس طور پر پڑھیں کہ چت لیٹ کر دونوں ہاتھ دعا کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہتھیلیوں پر دم کر کے سارا منہ اور سینے اور پیٹ پاؤں آگے اور پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے سارے بدن پر ہاتھ پھیریں دوبارا ایسے ہی سہ بارہ ایسے ہی اور جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ان میں آپ اسی طرح پڑھ کر تین بار ان کے بدن پر ہاتھ پھیر دیا کیجئے بڑا چراغ یہاں ایک صاحب بناتے ہیں وہ بنوا لیجئے اور ایام حمل میں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جس ترکیب سے بتایا جائے اسے روشن کیجئے اور یہ لڑکی جو موجود ہے اس کو اگر نا سازی لاحق ہو تو اس کے لئے بھی روشن کیجئے اور وہ چراغ باذنہ تعالیٰ سحر اور آسیب و مرض تینوں کے دفع میں مجرب ہے۔ بچہ جو پیدا ہو پیدا ہوتے ہی معاً سب سے پہلے اس کے کانوں میں ۷ بار اذانیں دی جائیں ۴ بار اذان سیدھے کان میں اور تین تکبیر بائیں میں اس میں ہرگز دیر نہ کی جائے۔ دیر کرنے میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ چالیس روز تک بچہ کو کسی اناج سے تول کر خیرات کیا جائے پھر سال بھر تک ہر مہینہ پر پھر دو برس کی عمر تک ہر دو مہینے پر تیسرے سال ہر تین مہینے پر چوتھے سال ہر چار مہینے پر پانچویں سال بھی ہر چار مہینے پر چھٹے سال ہر چھ مہینے پر ساتویں سال سالانہ یہ تول اس لڑکی کے لئے بھی کیجئے۔ چوتھے میں ہے تو ہر چار مہینے پر تولیے۔ مکان میں سات دن تک مغرب کے وقت ۷۔ ۷ بار اذان باواز بلند کہی جائے اور تین شب کسی صحیح خواں سے پوری سورۂ بقرہ ایسی آواز سے تلاوت کرائی جائے کہ مکان کے ہر گوشہ میں پہنچے شب کو مکان کا دروازہ بسم اللہ کہہ کر بند کیا جائے اور صبح کو بسم اللہ کہہ کر

کھولا جائے آپ کے گھر میں جب پاخانہ کو جائیں اس کے دروازہ سے باہر بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث پڑھ کر بایاں پیر پہلے رکھ کر جائیں اور جب نکلیں تو دہنا پاؤں پہلے نکالیں اور الحمد للہ کہیں اور کپڑے بدلنے یا نہانے کے لئے جب کپڑے اتاریں پہلے بسم اللہ کہہ لیں اور قربت کے وقت نہایت اہتمام کے ساتھ یاد رکھئے کہ شروع فعل کے وقت آپ اور وہ دنوں بسم اللہ کہہ لیں اور ان باتوں کا التزام رہے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی خلل نہ ہونے پائے گا۔

عرض حضور بڑا چراغ روشن کرنے کی کیا ترکیب ہے۔

ارشاد

(۱) یہ چراغ روشن کرنے کیا معلق روشن کیا جائے گا کسی چھنکنے یا قندیل میں۔

(۲) روشن کرتے وقت لو کے پاس سونے کا چھلہ یا انگوٹھی یا بالی ڈال دیا کریں چلہ ختم ہونے پر وہ مساکین مسلمین پر تصدق کریں۔

(۳) چراغ باوضو نمازی آدمی روشن کرے اگرچہ عورت ہو اور مرد بہتر ہے۔

(٤) مرض ہلکا ہو تو چراغ روز ڈیڑھ گھنٹہ روشن ہو اور سخت ہو تو دو گھنٹے تین گھنٹے اور بہت سخت ہو تو شب بھر۔

(۵) مریض اس کی روشنی میں بیٹھے خواہ لیٹے مگر منہ اس کی طرف رکھے اور اکثر اوقات اس کی لو کو دیکھے۔

(٦) جتنی دیر تک جلانا منظور ہو اسی حساب سے اعلیٰ درجہ کا پھلیل اس میں ڈالیں اور اسے ڈال کر چراغ کے سب طرف پھرالیں کہ تمام نفوس پر دورہ کر آئے پھر جھکا کر رکھ دیں اور جس طرف بتی کا نشان ہے بسم اللہ کہہ کر اس طرف روشن کریں۔

(۷) اگر مرض نہایت شدید ہو تو چاروں گوشوں میں چار بتیاں جلائیں اور چراغ سیدھا رکھیں اور ہر لو کے پاس سونا رکھیں۔

(۸) جس مکان میں یہ چراغ روشن ہو وہاں نہ کوئی تصویر ہو نہ کتا آنے پائے نہ سوا مریضہ کے کوئی عورت حیض ونفاس والی یا کوئی ناپاک مرد یا عورت۔

(۹) اس جگہ بیٹھ کر سب ذکر الٰہی و درود شریف میں مشغول رہیں جو بات ضرورت کی ہو بقدر ضرورت آہستہ سے کہہ دیں چپقلش نہ کریں نہ کوئی لغو بے ہودہ بات وہاں ہونے پائے۔

(۱۰) جتنی عورتیں وہاں بیٹھیں یا آئیں جائیں سب سنگین کپڑے پہنے ہوں نماز کی طرح سوا منہ کی ٹکلی یا ہتھیلیوں کے سر کا کوئی بال یا گلے یا کلائی یا بازو یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ اصلا نہ کھلنے پائے۔

(۱۱) چراغ پہلے دن جس وقت روشن ہو وہ گھنٹہ منٹ یاد رکھیں کہ کسی دن اس سے زیادہ دیر روشن کرنے میں نہ ہونے پائے اس کے موکلات اپنی حاضری کا وہی وقت مقرر کر لیتے ہیں جس وقت پہلے دن روشن ہوا تھا پھر اگر کسی دن آئے اور چراغ اس وقت روشن نہ پایا تو ان کو تکلیف ہوتی ہے لہٰذا چاہئے کہ پہلے دن کچھ قصداً کر کے روشن کریں کہ اگر کسی دن اتفاقیہ دیر ہو جائے تو اس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے مگر پہلے دن اتنی دیر نہ کریں کہ اور کسی دن چراغ روشن ہو کر اس وقت کے آنے سے پہلے ختم ہو جائے۔

(۱۲) جب چراغ بڑھانے کا وقت آئے کوئی باوضو شخص بڑھائے اور اس وقت یہ کہے السلام علیکم اجعوا ماجورین۔

(۱۳) روز نیا پھلیل ڈالیں کل کا بچا ہوا آج مریض کے سر اور بدن پر مل دیں۔

(۱۴) جس کے لئے چراغ روشن ہوا ہو اس کے سوا اور مریض بھی بہ نیت شفا ان شرائط کی پابندی سے بیٹھ سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

عرض ایک صاحب کی لڑکی بلا ناغہ کچھ عرصہ سے سورۂ مزمل شریف پڑھا کرتی تھیں بلکہ قریب نصف کے حفظ بھی تھی اب ان صاحبزادی کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

ارشاد لاحول شریف ۶۰ بار الحمد شریف اور آیۃ الکرسی شریف ایک ایک بار تینوں قل تین بار پانی پر دم کر کے پلایئے۔

عرض کیا آیات قرآنی بھی یہ اثر رکھتی ہیں۔

ارشاد جو قیود عامل بتاتے ہیں ان کی پابندی نہ کرنے سے ایسا ہوتا ہے۔

عرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کمبل اوڑھنا ثابت ہے یا نہیں۔

ارشاد ہاں حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عرض پیراہن اقدس میں کیا کیا کپڑے ہیں۔

ارشاد ردا۔ تہہ بند۔ عمامہ یہ تو عام طور سے ہوتا تھا اور کبھی قمیص اور ٹوپی پاجامہ ایک بار خریدنا لکھا ہے پہننے کی روایت نہیں عورتیں بھی تہہ بند ہی باندھتی تھیں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لئے جاتے تھے راہ میں ایک بیوی کا پاؤں پھسلا روئے مبارک اس طرف سے پھیر لیا صحابہ نے عرض کیا حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے ارشاد فرمایا **اللھم اغفر للمتسرولات** اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں اور غالباً پاجامہ تنگ تھا اس وقت کہ اگر ڈھیلا ہوتا تو اس میں بھی تہہ بند کی طرح کھل جانے کا احتمال ہو سکتا تھا۔

عرض موم بتی جس میں چربی پڑتی ہے مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہو تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی جلانا نہ چاہئے۔

عرض یہ جو جرمن وغیرہ ولایتوں سے آتی ہے اس کا کیا حکم ہے۔

ارشاد ان کا بھی وہی حکم ہے اس واسطے کہ چربی اور گوشت کا ایک حکم ہے اگرچہ گائے ہو یا بکری کسی مسلمان سے کوئی ہندو یا نصرانی چربی لے گیا اور تھوڑی دیر میں واپس لائے اور کہے کہ یہ وہی چربی ہے جو ابھی تم سے لے گیا ہوں اس کا لینا حرام النصرانیة لاذبیح لہ بخلاف یہودیوں کے کہ ان کے یہاں اب تک ذبح کرنے کا اہتمام ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہے الیھودیة یذبح اویاکل ذبیحة المسلم نصرانی و یہودی کافر دونوں ہیں کہ ایک محبوبان خدا کی محبت میں دوسرے عداوت میں قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیھم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہٖ یہی مثال روافض و وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں چنانچہ روافض کی حکومت ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی کہیں ایک پڑیہ بھی نہیں۔

عرض امام مسافر کے پیچھے مقتدی مقیم کو ایک رکعت ملی تو بقیہ نماز میں قراءت کس طرح کرے۔

ارشاد پہلے دو رکعت مثل لاحق کے بغیر قراءت بقدر سورۂ فاتحہ قیام کر کے قعدہ کرے اور پچھلی رکعت میں قراءت کرے۔

عرض جماع ثانیہ جس وقت شروع ہو سنت ظہر اس وقت پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا فجر کی سنت جماعت ثانیہ کے قعدہ نہ ملنے کی وجہ سے چھوڑ دی جائیں یا کیا۔

ارشاد جماعت ثانیہ فقط جائز ہے اس کے لئے سنتیں نہ چھوڑے اصل نماز جماعت اولیٰ ہے جس کے لئے حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر مکانوں میں بچے اور عورتیں نہ ہوتیں تو جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں ان کے مکانوں کو جلوا دیتا ایک مرتبہ مولوی عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ مارہرہ مطہرہ میں اتفاقاً مجھے نماز میں دیر ہوگئی جب میں مسجد کی سڑھیوں پر پہنچا حضرت میاں صاحب قبلہ نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے ارشاد فرمایا عبدالقادر نماز تو ہوگئی تو اصل نماز جماعت اولیٰ ہی ہے۔

عرض نماز جنازہ میں تو تین صف کرنے کی فضیلت ہے۔اس کی ترکیب درمختار وکبیری میں یہ لکھی ہے کہ پہلی صف میں تین دوسری میں دو اور تیسری میں ایک آدمی کھڑا ہو اس کی کیا وجہ ہے کہ ہر صف میں دو دو کھڑے ہو سکتے تھے۔

ارشاد اقل درجہ صف کامل کا تین آدمی ہیں اس واسطے صف اول کی تکمیل کر دی گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام کے برابر دو آدمیوں کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور تین کا مکروہ تحریمی کیونکہ صف کامل ہوگئی اور اس صورت امام کا صف میں کھڑا ہونا ہوگیا اور پنج وقتہ نماز میں بھی۔بعض صورتوں میں تنہا صف میں کھڑا ہونا جائز نہیں مثلاً دو مرد اور ایک عورت ہے تو عورت پچھلی صف میں تنہا کھڑی ہوگی۔

عرض ایام وبا میں بعض جگہ دستور ہے کہ بکرے کے داہنے کان میں سورہ یسٰین شریف اور بائیں میں سورہ مزمل شریف پڑھ کر دم کرتے ہیں اور شہر کے اردگرد پھرا کر چوراہے پر ذبح کرتے ہیں اور اس کی کھال وسری زمین میں دفن کر دیتے ہیں یہ کیسا ہے۔

ارشاد کھال دفن کرنا حرام ہے کہ اضاعت مال ہے اور چوراہے پر لے جا کر ذبح کرنا جہالت اور بیکار بات ہے اللہ کے نام پر ذبح کر کے مساکین کو تقسیم کر دے۔

عرض کیا خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر قبلہ رو پڑھنا چاہیے؟

ارشاد ہاں کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور قبلہ رو ہونا کچھ ضرور نہیں سامعین کی طرف منہ ہونا چاہیے خطبہ جمعہ بھی تو قبلہ کی جانب پشت کر کے پڑھا جانا مشروع ہے۔

عرض معلم کی اگر تنخواہ مقرر نہ ہو تو بچوں سے کام لے سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد اگر والدین کو ناگوار نہ ہو اور بچہ کو تکلیف نہ ہو تو حرج نہیں تنخواہ مقرر ہو یا نہ ہو۔

عرض: میلاد خواں کے ساتھ اگر امرد شامل ہوں یہ کیسا ہے؟

ارشاد نہیں چاہیے۔

عرض نوشہ کے اوبٹن ملنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد خوشبو ہے۔جائز ہے۔

عرض اگر بیسلپور سے بدایوں جانا ہے اور راستہ میں بریلی اترا تو قصر کرے گا یا نہیں؟

ارشاد اس صورت میں قصر نہیں کہ سفر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

عرض ایک شخص بریلی کا ساکن مراد آباد میں دکان کھولے اور وہاں تجارت کا ارادہ ہو اور کبھی کبھی اپنے اہل عیال کو بھی لے جایا کرے اس صورت میں مراد آباد وطن اصلی ہوگا یا وطن اقامت۔

ارشاد وطن اصلی نہ ہوگا ہاں اگر وہاں نکاح کر لے تو ہو جائے گا۔

عرض اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں؟

ارشاد نکاح تو ہو ہی جائے گا اس واسطے کہ نکاح نام باہمی ایجاب وقبول کا ہے اگرچہ بامن پڑھائے چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہٰذا احتراز لازم ہے۔

عرض ولیمہ نکاح کی سنت ہے یا زفاف کی اور نابالغ کا نکاح ہو تو ولیمہ کب اور کس دن کرے۔

ارشاد ولیمہ زفاف کی سنت ہے اور نابالغ بھی بعد زفاف کے ولیمہ کرے اور ولیمہ شب زفاف کی صبح کو کرے۔

عرض نکاح کے بعد چھوارے لٹانے کا جو رواج ہے یہ کہیں ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد حدیث شریف میں لوٹنے کا حکم ہے اور لٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں اور یہ حدیث دار قطنی وبیہقی وطحاوی سے مروی ہے۔

عرض خصاب سیاہ اگر وسمہ سے ہو۔

ارشاد وسمہ سے ہو یا تسمہ سے سیاہ خضاب حرام ہے۔

عرض کوئی صورت بھی اس کے جواز کی ہے؟

ارشاد ہاں جہاد کی حالت میں جائز ہے۔

عرض اگر جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔

عرض بعض کتب میں ہے کہ وقت شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسمہ کا خصاب تھا۔

ارشاد حضرت امام حسن وحسین وعبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وسمہ کا کیا کرتے تھے کہ یہ سب حضرات مجاہدین تھے۔

عرض نماز قصر نہ تھی اور قصر پڑھی تو اعادہ ہوگا یا نہیں۔

ارشاد ضرور اعادہ ہوگا کہ سرے سے نماز ہی نہ ہوئی۔

عرض ایک گاؤں میں مسجد بالکل ویرانہ میں ہے اس کے متصل ایک کمہار کا مکان ہے مسجد مذکور میں نماز بھی نہیں ہوتی

ہے بلکہ اس کے ارد گرد لوگ کوڑہ وغیرہ ڈالتے ہیں وہ کمہار زمین مسجد کو خریدنا چاہتا ہے آیا اس کی بیع ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ارشاد: حرام ہے اگر چہ زمین کے برابر سونا دے مسجد کے لئے جو لوگ ایسا کریں ان کی نسبت قرآن عظیم فرماتا ہے: **لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم** دنیا میں ان کے لئے رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

عرض نماز جنازہ کی تعجیل سے کیا مراد ہے۔

ارشاد غسل وکفن بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں ہاں اس کے بعد تاخیر نہ کرے بعض لوگ شب جمعہ میں جس کا انتقال ہوا میت کو تا نماز جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نماز میں کثرت ہو جائے یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عذر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں۔

عرض مردہ کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چیونٹیوں کے ڈالنے کے لئے لے جانا کیسا ہے۔

ارشاد ساتھ لے جانا روٹی کا جس طرح علمائے کرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے اور چیونٹیوں کو اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہنچائیں یہ محض جہالت ہے اور یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے (پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل مچاتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑے پھرتے ہیں۔

عرض معمول چھینٹ جس کے پاجامے عورتوں کے ہوتے ہیں خوش دامن کا پاجامہ ایسی چھینٹ کا ہو اس پر اس کے جسم کو ہاتھ بشہوت لگائے تو کیا حکم ہے۔

ارشاد اگر ایسا کپڑا ہے کہ حرارت جسم کی نہ معلوم ہو تو خیر ورنہ حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

عرض یہ جو مولود شریف کی بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس رات آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاملہ ہوئیں دو سو عورتیں رشک حسد سے مرگئیں یہ صحیح یا نہیں۔

ارشاد اس کی صحت معلوم نہیں البتہ چند عورتوں کا بہ تمنائے نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرجانا ثابت ہے۔

عرض اسقاط کی حالت میں چند سیر گندم اور قرآن عظیم دیا جاتا ہے اس میں کل کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں۔

ارشاد جتنی قیمت قرآن عظیم کی بازار میں ہے اتنے کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

عرض ثمن کے اندر عاقدین مختار ہیں جتنا چاہیں طے کرلیں۔

ارشاد یہاں یہ کہ صدقہ دیا جارہا ہے وہی بازار کے بھاؤ کا اعتبار ہو گا۔

عرض خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا کیا؟

ارشاد اختلاف ہے علماء کا بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض مکروہ بتاتے ہیں۔

عرض سنت و مکروہ میں تعارض ہو تو کیا کرنا چاہئے۔

ارشاد ترک اولیٰ ہے جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے کہ سنت ہے اور محیط ہی میں ہے کہ مکروہ ہے اسی کو ہندیہ میں نقل کیا ہے۔

عرض دیہات میں جمعہ نہ پڑھنے کے مسائل ورسائل علماء نے لکھے ہیں اس سے اہل دیہات بہت پریشان ہیں۔

ارشاد مذہب حنفی میں جمعہ وعیدین جائز نہیں لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائے گا ایسی صورت میں جہلا جمعہ تو جمعہ ظہر بھی چھوڑ دیں گے۔ ارایت الذی ینھی o عبد اذا صلی o سے خوف کرنا چاہئے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ ایک شخص کو طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا جب وہ پڑھ چکا تو مسئلہ تعلیم فرمادیا۔

عرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

ارشاد نہیں۔

عرض قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانا جائز ہے۔

ارشاد نہیں۔

عرض کیا بے ادبی ہے۔

ارشاد ہاں۔

عرض خلال تانبے پیتل کا گلے میں لٹکانا کیسا ہے۔

ارشاد ناجائز ہے کیونکہ یہ تعلیق کے حکم میں ہے ویسے جائز ہے اور سونے چاندی کا حرام ہے بلکہ عورتوں کو بھی ایسے ہی سونے چاندی کے ظروف میں کھانا ناجائز ہے اور گھڑی کی چین بھی عام ازیں کہ چاندی کی ہو یا پیتل کی ہاں ڈورا باندھ سکتا ہے۔

عرض جوان غیر محرم عورتوں کے سلام کا جواب دینا چاہئے یا نہیں؟

ارشاد دل میں جواب دے۔

عرض اگر غائبانہ نامحرم کو سلام کہلائے۔

ارشاد یہ بھی ٹھیک نہیں۔ بسا کین آفت از گفتار خیزو

عرض سنت الفجر اول وقت پڑھے یا متصل فرضوں کے۔

ارشاد اول وقت پڑھنا اولیٰ ہے حدیث شریف میں ہے جب انسان سوتا ہے شیطان تین گرہ لگا دیتا ہے جب صبح اٹھتے ہی وہ رب عزوجل کا نام لیتا ہے ایک گرہ کھل جاتی ہے اور وضو کے بعد دوسری اور جب سنتوں کی نیت باندھی تیسری بھی کھل جاتی ہے لہٰذا اول وقت سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔

عرض ظہر کے وقت بغیر سنت پڑھے امامت کر سکتا ہے۔

ارشاد بلا عذر ٹھیک نہیں۔

عرض سنت جمعہ اگر جمعہ شروع ہونے کی وجہ چھوٹ جائیں تو بعد از نماز جمعہ پڑھے یا نہیں؟

ارشاد پڑھے اور ضرور پڑھے۔

عرض بعض جگہ دستور ہے کہ مسلمان ہندو کی آڑت میں مال فروخت کرتا ہے۔ اور اس صورت میں ہندو کو کمیشن دینا پڑتا ہے اور وہ لوگ کمیشن کے ساتھ چار آنے سینکڑہ اس بات کا لیتے ہیں کہ اس رقم کا اناج خرید کر کبوتروں کو ڈالا جائے گا یہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد اگر جانوروں کے لئے لیں کچھ حرج نہیں البتہ بت وغیرہ کے لئے ناجائز ہے۔

عرض دست غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے۔

ارشاد دست غیب کے لئے دعا کرنا محال عادی کے لئے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی و ذاتی کے لئے حرام ہے اور کیمیا تضیع مال ہے اور یہ حرام ہے آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنالی ہو۔ **کباسط کیفہ الی الماء وماھو ببا لغہ۔** (جیسے کوئی دونوں ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہوا اور وہ پانی یوں اسے پہنچنے والا نہیں۔۱۲) دست غیب جو قرآن عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے **ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب** جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (پرہیزگار) اللہ عزوجل اس کے لئے فرما دیتا ہے اور اسے روزی پہنچاتا ہے وہاں سے جس کا اسے گمان بھی نہیں۔ اللہ پر عمل نہیں ورنہ حقیقتاً سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے میرے ایک دوست مدینہ طیبہ کے رہنے والے ان کا مدینہ منورہ سے بھیجا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا جس میں پچاس روپیہ کی طلب تھی بدھ کے روز یہاں ڈاک جاتی تھی جو ہفتہ کے روز

ڈاک کے جہاز میں روانہ ہوجاتی تھی پیر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا منگل کے روز یاد آیا دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے بھی نہیں وہ دن بھی ختم ہوا نماز مغرب پڑھ کر حسب معمول استنجے کو گیا اور یہ فکر کہ کل بدھ ہے اور ابھی تک روپیہ کی کوئی سبیل نہیں ہوئی میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجنا ہیں عطا فرمائے جائیں کہ باہر سے حسین (اعلیٰ حضرت مدظلہ کے بھیجتے) نے آواز دی۔ ''سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں'' میں باہر آیا اور ملاقات کی چلتے وقت اکیاون روپیہ انہوں نے دیئے حالانکہ ضرورت صرف پچاس کی تھی یہ اکیاون یوں تھے کہ ایک فیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا غرض صبح کو فوراً منی آرڈر کر دیا۔

مولف یہ ہے یرزقه من حیث لایحتسب۔

عرض ادنیٰ درجہ علم باطن کیا ہے۔

ارشاد حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص وعوام سب نے قبول کیا۔ دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا عوام نے نہ مانا۔ سہ بارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جو خواص وعوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

یہاں سفر سے سیر اقدام مراد نہیں بلکہ سیر قلب ہے ان کے علوم کی حالت تو یہ ہے کہ ادنیٰ درجہ ان سے اعتقاد ان پر اعتماد تسلیم ارشاد جو سمجھ میں آیا فبھا ورنہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ٥ حضرت شیخ اکبر اور اکابر فن نے فرمایا ہے کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا نیز حدیث میں فرمایا ہے اغد عالما اومتعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامس فتھلک۔ صبح کر اس حالت میں کہ خود عالم ہے یا علم سکھتا ہے یا علم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ علم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہوجائے گا۔

عرض کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے۔

ارشاد غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

عرض عالم کی کیا تعریف ہے؟

ارشاد عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔

عرض کتب بینی ہی سے علم ہوتا ہے؟

ارشاد یہی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

عرض حضور مجاہدہ میں عمر کی قید ہے۔

ارشاد مجاہدے کے لئے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض ایک شخص اسی (۸۰) برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسی (۸۰) برس مجاہدہ کرے۔

ارشاد مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقہ پر اگر چھوڑیں اور جذب وعنایت ربانی بعید کو قریب نہ کردے تو اس راہ کی قطع کو اسی (۸۰) برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی ابدال کردیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ یہ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

احکام شریعت ﴿ حصہ سوم ﴾

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب دونوں ناجائز ہیں اورتاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔

ومسالۃ الشطرنج مبسوطۃ فی الد وغیرھا من الغطر والشھادات والصواب اطلاق المنع کما اوضعہ فی ردالمحتار۔ واللّٰہ تعالی اعلم و علمہ اتم واحکم

مسئلہ ۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اورکھانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہوسکتا بلکہ توبہ کیلئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے واپس دے وہ نہ رہے ہوں توانکے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو اتنا مال صدقہ کردے بے اس کے گناہ سے برأت نہیں، اس کے یہاں نوکری کرنا تنخواہ لینا کھانا کھانا جائز ہے جب کہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم

مسئلہ ۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انگیریزی ٹوپی یعنی ہیٹ استعمال نہیں کرتا ہے مگر پتلون پہنتا ہے اور پتلون پر ترکی ٹوپی پہنتا ہے یہ لباس درست ہے یانہیں؟

الجواب دربارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص وشعاریت کی مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صورت میں کفر تک ہے حدیقہ ندیہ میں فرمایا: لبس ذی الافرنج کفر علی الصحیحۃ۔ ہیٹ اسی قسم میں ہے اور پتلون قسم اول میں اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی نہیں جب کہ اس ملک میں کفار یا فساق کی وضع ھو فان کل بلدۃ وعوائدھا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ ترک نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانہ سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوعاً بلکہ جبراً سلطان محمود خاں کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا اور ینیچری فوج نے اس پر مخالفت کی اور کشت وخون واقع ہوا بالآخر بمجبوری مانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ٤ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب۔

الجواب بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے،

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسال اللہ حسن المال و عندہ العلم بحقیقۃ کل حال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ٥ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریب نکاح وغیرہ میں آتے ہیں اور گھیرتے ہیں اور مانگتے ہیں ان کو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب اگر انہیں ممنوعات شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع شرعی کی اجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مال حلال کو پاکر اکل حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود وحسن باعث اجر ہے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث **اللھم لک الحمد علی زانیۃ. اللھم لک الحمد علی سارق** اس پر شاہد عدل ہے اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال وطیب ہے عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اسے مطعون کرتے پھیریں گے اس کا مضحکہ اڑائیں گے نقل بنائیں گے جیسا کہ ان کی عادات سے معروف ومشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لئے دینا جائز وحلال ہے اگرچہ انہیں لینا حرام ہے۔ اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد ہے کہ ایک شاعر نے بارگاہ رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا **اقطع عنی لسانہ** ۔ (میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے) درمختار وغیرہ میں اس کا جواز مصرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ٦ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جب فصل آم آتی ہے تو باغوں کو جا کر آم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں آیا فعل ان کا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز اور برتقدیر عدم جواز کے حرام ہے یا بدعت ہے یا مکروہ اور برتقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یا سیئہ۔

الجواب گٹھلیاں مارنا ناجائز وممنوع ہے مسند امام احمد وصحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ مغفل مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

قال نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عن الخذف وقال انہ لایقتل الصید ولا ینکا لالعدو وانہ یفقوا العین و یکس السن

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلایا گٹھلی یا کنکری پھینک کر مارنے سے منع کیا اور فرمایا اس سے نہ دشمن پر وار ہو سکے نہ جانور کا شکار۔ اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑ دے یا دانت توڑ دے۔"

فی التیسیر انخذف مجمتین وقاء الرمی بحصاۃ انواۃ لانہ یفقوا العین ولا یقتل الصید

اور صرف چھلکوں سے ہم مرتبہ لوگ نادر امحض تطیب قلب کے طور پر باہم مزاج دوستانہ کریں جس میں اصلا کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرور حالاً یا مالاً نہ ہو تو مباح ہے۔ عالمگیری میں ہے:

قال القاضی الامام مالک الملوک اللحب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبطیع بان یضرب بعضھم بعصا مباح غیر مستنکر. کذا فی جواھر الفتاوے فی الباب السادس

عوارف المعارف شریف میں ہے۔ راوی بکر بن عبداللہ: (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

قال کان اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم یتبادحون بالبطیخ فاذا کانت الحقائق کانوا ھم الرجال یقال بدح یبدح اذارمی ای یترا مون بالبطیخ اہ. ذکر قدس سرہ فی الباب الثلثین۔واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب بالاتفاق جائز ہے کہ اس میں منفعت ہے۔ خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے اور خصی بیل محنت زیادہ برداشت کرتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر جانور کے خصی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو تو مطلقاً حلال اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو مثلاً بلی وغیرہ ورنہ حرام ہے اسی اصل کی بنا پر ہمارے علماء گھوڑے کو خصی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جبکہ مقصود دفع شرارت ہو اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں۔

لما فیہ من تقلیل الۃ الجھاد اقول الموجود لا یعدم و الموھوم لا یتعبر الاتری ان العزل یجوز عن الامۃ

مطلقا و عن الحرة باذنها بخلاف الاکل فان فیه اعدام موجود

ہاں آدمی کا خصی بالاجماع مطلقاً حرام ہے درمختار میں ہے۔

و جائز خصا البهائم حتی الهرة واما خصاء الادمی فحرام. قیل والفرس و قیدوه بائمنفعة الافحرام

ردالمحتار میں ہے:

قوله قیل والفرس ذکر شمس الامة الحلوانی انه لاباس به عندا صحابنا و ذکر شیخ الاسلام انه حرام۔ والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جوان کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھنے کے لئے بھیجے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حرام۔ حرام۔ حرام۔ اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال ومبتلائے اثام۔ قال اللہ تعالیٰ: یایها الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نرا. والله تعالیٰ اعلم (التحریم : ٦)

مسئلہ ۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزوں کی نوکری سلائی کے کام کی کرنا یا ان کا کپڑا مکان پر لاکر سینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب انگریز کسی محذور شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

اجر نفسه من نصرانی ان استاجره لعمل غیر الخدمة جازلخ و تمامه فی غمز العیون. والله سبحنه وتعالیٰ اعلم علمه جل مجده اتم واحکم

مسئلہ ۱۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جوتا مردوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب یہ جزیہ کتب متداولہ فقہ میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہ نظر سے گزرا مگر ظاہر یہ ہے والعلم عنداللہ کہ جھوٹے کام کا جوتہ مرد و زن سب کے لئے مکروہ ہونا چاہئے۔

فان المنسوج کغیره ولا شک ان النعال من انواع الملبوسات و النساء والرجال سواء فی کراهة لبس النحاس

ہاں سچے کام کا جوتا عورتوں کیلئے مطلقاً جائز اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ مغرق نہ ہو۔ نہ اس کی کوئی بوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو یعنی اگر متفرق کام کا ہے اور ہر بوٹی چار انگل یا کم کی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگرچہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہئے۔

وفی الفتاوی الهندهة یلبس الذکور قلنسوة من الحریر او الذهب او الفضة او الکرباس الذی خبط علیه ابریشم کثیرا وشی من الذهب او الفضة اکثر من قدر لاربع اصابع انتهی. قال العلامة الشامی وبه یعلم حکم العراقیة المساته بالطاقیة فاذا کانت منقشة بالحریر و کان احد نقوشها اکثر من اربع اصابع لا تعل وان کان اقل تعل وان زاد مجموع نقوشها علی اربع اصابع بناء علی مامر من ان ظاهر المذهب عدم جمیع المتفرق انتهی وقد قال العلامة الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذهب والفضة والحریر فی الحرمة فترخیص الحریر ترخیص غیره بدلالة المساواة ویوئید عدم الفرق مامر من اباحة الثواب المنسوج من ذهب اربعة اصابع اه ملخصا فافهم و تبثت اذبه تحرر ما کان العلامة الطحاوی متوقفا فیه والله تعالیٰ اعلم وعلم جل مجده اتم واحکم

مسئلہ ۱۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی اور بی بی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں اور اس چھونا کیسا ہے یعنی مرد اپنی عورت کو اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب زن وشوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتی کہ فرج وذکر کو بہ نیت صالحہ موجب ثواب و اجر ہے۔

کمانص علیہ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

البتہ بحالت حیض ونفاس زیر ناف زن سے زیر زانو تک چھونا منع ہوتا ہے علی قول الشیخین رضی اللہ عنہما وبہ یفتی اسی طرح اور عوارض خاصہ مثل صوم واعتکاف واحرام وغیرہا کے باعث ان عوارض تک ممانعت ہو جاتی ہے اور شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے مگر اس کے بدن کو چھونے کی اجازت نہیں لانقطا النکاح بالموت اور عورت جب تک عدت میں ہے اپنے شوہر مردہ کا بدن چھو سکتی ہے اسے غسل دے سکتی ہے جب کہ اس سے پہلے بائن نہ ہو چکی ہو۔ لبقاء النکاح فی حقها بالعدة نص علی ذلک فی تنویر الابصار و الدرالمختار وغیرهما من معتمدات الاسفار والله سبحنه و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جا کر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہے یا ان کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض والزام ہوتے ہیں اور خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ منہا [۱]---اور علمائے متقدمین ومتاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں جس کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام۔تہذیب الاسلام آریہ مسافر جالندھر۔آریہ مسافر میگزین۔مسافر بہرائچ آریہ پتر بریلی۔ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔نمونہ کے طور سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں:

۱---------------------ستیارتھ پرکاش---------------------

۲---------------------مسافر بہرائچ---------------------

آیا ان مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنان خدا ورسول کی اعانت کرنے والے ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں۔مفصل بیان فرمایئے اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔الحمدللہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلماتے بعینہٖ ملعونہ منقول ہوں گے ان پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تہہ کرلیا ہے

---

۱ (اس جگہ الفاظ کفریہ ملعونہ تھے لہذا بیاض چھوڑ دی گئی ۱۲) یہاں سطور ملعونہ تھیں ۱۲

۲ (اس مقام پر بھی کلمات خبیثہ تھے لہذا نقل نہ کئے گئے اقول تعجب اور نہایت عجب ان مسلمانوں سے جو کاپی نویسی وتصحیح ایسی ناشائستہ کتابوں کی کرتے ہیں اور ایسے سچے پکے قائم بالحق مسلمان بھی ہیں جو ان کتابوں کی جلدیں نہیں باندھتے چنانچہ بعد ارسال اسی سوال کے سائل صاحب راقم کے پاس آئے اور دو کتابیں آریہ کی ان کے ہاتھ میں تھیں اس میں سے انہوں نے ایک ایک مقام سے کچھ پڑھ کر سنایا ایک میں یہی قصہ منقول تھا کہ ایک کتاب آریہ نے اپنے مذہب کی کتابیں ایک مسلمان کو مجلد کرنے کو دیں مگر اس نے اسی بناء پر کہ یہ کفر کی کتابیں ہیں جلد باندھنے سے انکار کردیا جس پر اس آریہ کو بڑا غصہ آیا مختصراً (مولوی نواب سلطان احمد سلطان (صاحب) ناقابل فتویٰ

کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل وقرآن عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ ورسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہرالٰہی کی آگ ان کے لئے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں ہر کلمہ پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکہ اللہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا۔ قرآن فرماتا ہے:

ان الذین یوذن اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (احزاب: ۵۷)

بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا وآخرت میں۔ اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

ان ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ دینے والے ہیں سخت ملعون ومردود گمان ہے زید کسی دنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو مگر ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے مگر اللہ واحد قہار کے قہر عذاب ولعنت وعتاب کی کیا پرواہ ہے یقیناً یقیناً کاپی لکھنا والا پتھر بنانے والا چھاپنے والا کل چلانے والا غرض جان کر کہ اس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدہ: ۲۸) "گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام

"جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے چلا وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا۔"

یہ اس ظالم کے لئے ہے جو ہر گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبا لے یا زید عمرو کسی کو ناحق سخت سست کہے اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں ان باتوں میں ان کا مددگار کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر و الضیاء فی صحیح المختارہ عن اوس ابن شرجیل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہیں:

من افات الید کتابۃ ما یحرم تلفظہ من شعر المجون والفواش والقذف والقصص التی فیھا نحو ذلک والاھاجی نثرا و نظما والمصنفات والمشتلمۃ علی مذاھب الفرق الضالۃ فان القلم احدی اللسانین فکانت الکتابۃ فی معنی الکلام بل ابلغ منہ لبقائھا علی صفحات اللیالی والایام و الکلمۃ مذھب فی الھواء ولا تبقی اھ مختصرا

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وامایںسینک الشیطن ولا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (الانعام: ۶۸)

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے اس کے جنازہ کی نماز حرام اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا کفن دینا دفن کرنا اس کے دفن میں شریک ہونا اس کی قبر پر جانا سب حرام ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولاتصل علی احد منھم مات ابدا ولاتقم علی قبرہ. واللہ تعالٰی اعلم (التوبہ: ۸۴)

فقیر کے یہاں فتاوے مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں سنا گیا کہ سائل کا قصد اس فتوٰی کے چھاپنے کا ہے درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں ان کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی باپا کیوں کے دیکھنے سے باذنہ تعالٰی محفوظ رہیں۔

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

مسئلہ ۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں اور مقتضی احتیاط کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب اندھے سے پردہ ویسا ہے جیسا آنکھ والے سے اور اس کا گھر میں جانا عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افعمیا وان انتما۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کبوتر اڑانا اور پان اور مرغ بازی۔ بٹیر بازی۔ کن کیا بازی اور فروخت کرنا کنکیا اور ڈورا اور مانجھا جائز ہے یا ناجائز اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے اور کبوتر اڑانا حرام کہ گھنٹوں ان کو اترنے نہیں دیتے حرام ہے اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے ان لوگوں سے ابتداء سلام نہ کی جائے جواب دے سکتے ہیں واجب نہیں کنکیا اڑانے میں وقت و مال کا ضائع کرنا ہوتا ہے یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے آلات کن کیا ڈور بیچنا بھی منع ہے اصرار کریں تو ان سے بھی ابتدا بہ سلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارھویں میں رباعی شریف پڑھنا چاہئے یا نہیں رباعی یہ ہے

(جس وقت حضرت صاحب نے یہ فتویٰ مرتب فرما کر بھیجا سائل میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس تحریر حضرت کو دیکھ کر اسی وقت انہوں نے اپنے سوال میں ان ناپاک کلمات پر قلم پھیر دیا اور کہا میں نے صرف دکھانے کے واسطے یہ کلمات سوال میں نقل کر دیئے تھے ۱۲اس)

سید وسلطان فقیر وخواجہ مخدوم وغریب — بادشاہ وشیخ ودرویش وولی مولانہ

اور اگر یہ رباعی پڑھنا جائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارھویں شریف کا براہ مہربانی تحریر فرما دیجئے۔

الجواب یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلاف شان اقدس ہیں۔ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید ودرود شریف سے ہو سکے پڑھ کر ثواب نذر کرے اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوثیہ پھر ایک بار الحمد شریف وآیۃ الکرسی پھر سات بار سورۂ اخلاص پھر تین بار درود غوثیہ درودِ غوثیہ یہ ہے:

اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکرم و علی الہ وبارک وسلم

اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے۔

وعلی الہ الکرام و ابنہ الکریم وامتہ الکریم و بارک وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر۔ بینوا توجروا

الجواب جب آب مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمّم ہرگز صحیح نہیں اور اس تیمّم سے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب سوتی یا اونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ہیں ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور ان پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتا بے ان تینوں وصف مجلد منعل تخین سے خالی ہوں ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے ہاں اگر ان پر چمڑا منڈھا لیں یا چمڑے کا تلہ لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ فی المنیۃ والغنیۃ:

والمسح على الجوارب لا يجوز عند ابى حنيفه (الا ان يكونا مجلدين) اى استوعب المجلد مايستر القدم الى الكعب(اومنعلين) اى حمل الجلد على مايلى الارض منها خاصة كالنعل للرجل (وقالا يجوز اذا كان ثخين لايشفان) فان الجوارب اذا كان بحيث لا يجاوز الماء منه الى القدم فهو بمنزلة الاديم والصرم فى عدم جذب الماء الى نفسه الا بعد لبث و ذلك بخلاف الرقيق فانه يجذب الماء وينفده الى الرجل فى الحال (وعليه) اى على قول ابى يوسف و محمد (الفتوى و الثخين ان يستمسك على الساق من غير ان يشد بشئى) هكذا فسرده كلهم و ينبغى ان يقيد بما اذا لم يكن ضيقا فانه نشاهد ما يكون فيه ضيق يستمسك على الساق من غير شد والحد بعدم جذب الماء اقرب و بما يمكن فيه متابعة المشى اصوب و قدذكر نجم الدين زاهدى عن شمس الائمة الحلوانى ان الجوارب من الغزل اولشعر ما كان رقيقا منها لايعجوز المسع عليه اتفاقا الا ان يكون مجلدا اومنعلا وماكان ثخينا منها فان لم يكن مجلدا او منعلا فمختلف فيه وماكان فلا خلاف فيه اه ملتقطا قلت و ههنا وهم عرض للمولى الفاضل اخى يوسف جلبى فى حاشية شرح الوقاية فلا عليك منه بعد ما سمعت نص امام الشان شمس الائمة و كذلك نص فى الخلاصة بما يكفى لا زاحة كما حققه فى الغنية و ذكر طرفا منه فى ردالمحتار فراجعهما ان شئت والله سبحنه و تعالى اعلم

مسئلہ ۱۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اس کو جواب دے یا نہیں اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب دل میں بایں معنی کہ نرے تصور میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور قرآن مجید بحالت جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہئے اور جواب سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو۔ کما فعله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

تنویر میں ہے:

لایکره النظر اليه (ای القران) الجنب و حائض و نفساء كاوعية

ردالمحتار میں ہے:

نص فى الهداية على استحباب الوضوء لذكر الله تعالیٰ

اسی میں بحر سے ہے:

وترک المستحب لا یوجب الكراهة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیات قرآن بھی شامل ہوں تو ان کو بلا وضو چھونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب کتاب یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں۔ باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یانہیں؟

(۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہوگئی یااس کو پھر قضا پڑھے درصورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہوگیا کہ نماز دوسرے وقت میں جاکر ختم ہوگی تو نماز پڑھ کر پھراس کی قضا پڑھے یانہیں جب تک وقت دوسرا نہ ہوجائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔ بینوا توجروا۔

الجواب (۱) کہ خروج وقت ناقص وضوئے معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض ونفل پڑھ سکتا ہے کہ دخول وقت ناقص وضونہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز بالاجماع باطل ہوگئی کہ خروج وقت ودخول دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہا تو صاحبین کے نزدیک نماز ہوجائے گی اور امام کے نزدیک نہیں کما فی المسائل الاثناعشریۃ اگر وقت قلیل رہ گیا اور درمیان نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثناوتعوذ ودرود و دعاترک کرے۔ رکوع وسجود میں صرف ایک بار تسبیح رکوع وسجود کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ کے صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہوجائے توشک سے نہ وقت خارج ماناجائے گا نہ وضوساقط لان الیقین لایزول بالشک ۔ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہوجائے گا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہوسکے گی اس کے اتباع سے پڑھ لے۔فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترک۔ کما فی الدر ۔پھر قضا پڑھے اس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۲۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہوجائیں تو نجس ہوجائیں گے یانہیں؟ بینوا توجروا

الجواب نہیں کہ جب کاپسینہ مثل اس کے لعاب دہن کے پاک ہے۔ فی الدرالمختار رسور الادمی مطلاقا ولو جنبا او کافرا طاھر و حکم العرق کسور اھ ملحضا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب بادامی رنگ کی پڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پڑیا سے ورع کے لئے بچنا اولی ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتویٰ دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے پھر بھی:

والحرج مدفوع بالنص و عموم البلوی من موجبات التخفیف لاسیمافی مسائل الطهارة و النجاسة

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم وامام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے۔ وقد ذکرنا علی هذه المسئلة کلاما اکثر من هذا فی فتاوانا و تحقق الامر بما لامزید علیه ان ساعد التوفیق من الله سبحنه و تعالی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدا روئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدا خوب تر ہو گیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدے سے ملحق تھی اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے والیقین لایزول بالشک ہاں ظن غالب کہ بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بربنائے توہمات عامہ پس اگر گدے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی اور گدے میں خاص اس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدے کے محل نجاست کو تر کر دے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کر سکے اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسۃ اس سے متصل ہو کر اس میں آ جائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزاء نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے اجزاء دوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اور اگرچہ ایک درہم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرط میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے مثلاً گدے کی کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے مثلاً گدے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب

یا پاک تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابل تجاوز نہ تھی۔ یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کی ہیں:

هذا هو التحقيق الذى عولنا حليه لظهور وجه ولكونه احوط وان كان الكلام فى المسئلة طويل الذيل ذكر بعضه فى ردالمحتار اخر الانجاس واخر الكتب و فيه عن البرهان ولا يخفى منه انه لا يتيقن بانه مجدد نداوة الا اذا كان النجس الرطب هو الذى لا يتقاطر بعصره اذا يمكن ان يصيب الثوب الجاف قدر كثير من النجاسة ولا ينبع منه شئى بعصره كما هو شاهد عند البداية بغسله الخ و فيه عن الامام الزيلعى لا نه اذلم يتقاطر منه بالعصر لا ينفصل منه شئى و انما يتبل مايجاوره بالنداوة وبذلك لا ينجس الخ و عن الخانية اذا غسل رجله فمشى على ارض مكعب فاتبل الارض من بلل رجله و اسود وجه لكن لم يظهر اثر بلل الارض فى رجله فصلى جازت صلاته وان كان بلل الماء فى رجله كثيرا حتى ابتل وجه الارض وصارطينا ثم اصاب الطين. رجله لا يجوز صلاته الخ والله سبحانه و تعالى اعلم وعمله جل مجده اتم واحكم

مسئله ۲۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام مذبوح ہو یا مردار جب کہ اس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سور کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے۔ مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں ہاں اس کا ترک بہتر ہے لمحل خلاف محمد فانه قائل بنجاسة عنسينة كالخنزير كما فى فتح القدير و ردالمحتار وغيرهما و رعاية الخلاف مسحبة بالاجماع۔

درمختار میں ہے:

شعر الميتة غير الخنزير و عظمها طاهر اه لمخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئله ۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو والمسئلة واردة متونا و شروحا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہوجائیں تو وہ مع روئی کے دھل کر پاک ہوسکتے ہیں یا روڑ علیحدہ ہوکر کپڑا الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روڑ کا سوت کات لیا جائے تو وہ سوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یوہیں دھونے سے پاک ہوجائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا ان پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

فی الدرالمختار یطھر محل غیر مریة بغلبة ظن غاسل طھارة محلھا بلا عدد به یفتی وقد ذلک لموسوس بغسل عصر ثلثا فیما ینعصرو تثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما ینشرب النجاسة و ھذا کلہ اذا غسل فی غدیراو صب علیہ ماء کثیرا وجری علیہ الماء طھر مطلقا بلاشرط عصر و تخفیف و تکرار غمس ھوالمختار . اھ

ناپاک روڑ کا سوت دھونے سے بخوبی پاک ہوسکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے۔ **کما لا یخفی۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم**

مسئلہ ۲۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلوائیوں کی کڑھائیوں کو کتے چاٹتے ہیں انہی کڑھائیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دودھ گرم کرتے ہیں ان کے یہاں شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب طہارت ونجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس وحرام ہے۔ وبس امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینہ**۔ مسئلہ کی تمام تر تحقیق وتفصیل ہمارے رسالے "**الاحلی من السکر**" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگلی پر نجاست لگ جائے اور اسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہو جائے اور منہ بھی پاک رہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا واتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہوجائے گا اگرچہ بار بار وبجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا منہ سے دھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہوجائے گا۔ مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہو۔ **الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت. الطیبت للطیبین والطیبون للطیبت. اولئک مبرءون مما یقولون۔ واللہ تعالیٰ اعلم** (النور:۲۶)

مسئلہ ۲۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دودھ۔ دہی۔ گھی۔ ترکاری۔ شیرینی وغیرہ تریا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام اور آیہ انما المشرکون نجس سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتویٰ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب آیہ کریمہ انما المشرکون نجس (التوبہ : ۲۸) ان کے بجائے ونجاست قلب ونجاست دین کے بارے میں ہے اجسام اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں۔ تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاویٰ اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام مگر اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اسے دیکھتا رہا تو اس وقت تک حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق وثابت ہو نجس وحرام ہیں ورنہ طاہر وحلال اصلی اشیاء میں طہارت وحلت ہے۔ قال تعالی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ (البقرہ: ۲۹) جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینہ۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بنجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں ان کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں ایک دشواری نہ ہو ان سے بچنا اولیٰ ہے۔ غرض فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوح محفوظ کیا چیز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب زیر عرش ایک لوح ہے جس کا طول پانچ سو برس کی راہ ہے اس میں ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ ثبت ہے۔

مسئلہ ۳۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اس کو تبدل وتغیر بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب صحیح یہ ہے کہ لوح تغیر سے محفوظ ہے تغیر وتختین وصحف ملائکہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے بعد آفرینش دنیا کے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ایک ہی مرتبہ اس کا انتظام کر دیا ہے یا بتدریج اس کی ترمیم وتنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب نسخ صحف میں ہے نہ لوح میں۔

کل صغیر و کبیر مستطر. جف القلم بماھو کائن. واللہ تعالی اعلم (القمر: ۵۳)

مسئلہ ۳۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث جف القلم اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہونا تھا ہولیا تدبیر انسانی کچھ فائدہ نہیں دیتی؟

الجواب دنیا عالم اسباب ہے اور سبب ومسبب سب مقدر مطلقاً ترک تدبیر جہل شدید ہے اور اس پر اعتماد تام ضلالی بعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شقی سعید ازلی کوشش انسانی سے سعید بن سکتا ہے یا نہیں اور سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب نہ شقی ازلی سعید ہوسکے نہ سعید ازلی شقی سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ممکن ہے یوہیں شقی ازلی پر صحبت نیک کا مگر انجام اسی پر ہوگا جس لئے بنائے گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہورہا ہے اور ہوگا بوساطت فرشتگان اور سیارگان و عقول عشرہ ہی ہورہا ہے یا ہر آن میں بلاتوسل ان سب کے خود حاکم حقیقی نظم ونسخ فرماتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب اللہ اکبر۔ حاکم حقیقی عز جلالہ پاک ہے اس سے کہ کسی سے ترسیل کرے۔ وہی اکیلا حاکم، اکیلا خالق، اکیلا مدبر ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے قال تعالیٰ والمدبرات امرا۔ علماء نے کہا کہ پہلے بعض کام ارواح کواکب سے بھی متعلق تھے زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کام ان سے نکال لیا گیا اب ملائکہ مدبر ہیں اور عقول عشرہ جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں ان کا ہذیان بین البطلان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ میں زید اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ کاہن جو غیب کا حال بتاتا ہے اس پر یقین کرنا کفر ہے وہ کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غیب کا حال نہیں معلوم تھا۔ آیا یہ دونوں عقیدے زید کے موافق عقائد سلف اہلسنت وجماعت کے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب اللھم لک الحمد علم ذاتی کہ بے عطائے غیر ہو اور علم مطلق تفصیلی کہ جملہ معلومات الٰہیہ کو محیط ہو اللہ عزوجل سے خاص ہیں مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت ہے انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ، العالی فرماتے ہیں النبی ھو المطلع علی الغیب۔ یعنی نبی کہتے ہیں اسے جو غیب پر مطلع ہو ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں:

انہ قال فی قولہ تعالی ولئن سئالتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وما یدریہ بالغیب.

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد غیب کیا جانیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ تو جونفی مطلق کرے بلاشبہ کافر ہے اور اگر علم ذاتی یا علم محیط جملہ معلومات الٰہی سے تاویل کرے تو کفر سے بچ جائے گا مگر شان اقدس میں ایسا موہوم کلام بولنے کا اس پر الزام قائم ہے کہ اس کا ظاہر کلام بعینہ وہی ہے جو اس منافق نے کہا اور اللہ عزوجل نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا کیوں نہ کہا کہ بے اللہ کے بتائے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے بارے میں تحقیق حق کیا ہے۔

الجواب حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علماء وعظمائے حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع و ناجائز کہنا یا احوال حقہ سے بے خبری پر مبنی۔ کما عرض لکثیر من المتکلمین علیہ فی بدو ظھورہ قبل اختیارہ و وضوح امرہ فقیل مسکروہ قیل مفترو قیل مضرای مطلقاً کالسموم و قیل و قیل یا بعض احوال عارضہ بعض فساق متناولین کی نظر پر مبتنی۔ کقول من قال انہ مما مجتمع علیہ الفاق کاجتما عھم علی المرحرمات و قول اخر انہ بصدعن ذکر اللہ و عن الصلوۃ یا بعض عوارض مخصوصہ بعض بلاد و بعض اوقات کے لحاظ سے ناشی جن کا حکم ان کے غیر اعصار وامصار کو ہرگز شامل نہیں۔ کمن احتج بالنھی السلطانی علی کلام فیہ للعلامۃ النابلسی یا محض مفتر ات کاذبہ مختصرعات ذاہبہ پر متفرع کتھور من تفوہ ان کل دخان حرام. و جعلہ حدیثا عن سید الانام علیہ افضل الصلوۃ و اکمل السلام و کجراۃ من قال اجمعوا علی حرمۃ والاجماع

فقیر نے اس باب میں زیادہ بیبا کی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق وفاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعوے باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گڑھتے بناتے ہیں میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ:

من شرب الدخان فکانما شرب دم الانبیاء "جس نے حقہ پیا گویا اس نے پیغمبروں کا خون پیا۔"

دوسری حدیث یوں تراشی:

من شرب الذخان فکانمازنی بامه فی الکعبه "جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔"

انا للّٰہ انا الیہ راجعون۔ جہل بھی کیا بدلا ہے خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ دانستہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان اٹھایا اور حدیث متواتر:

من کذب علی متعمد افلیتبوء مقعده من النار

کو اصلا دھیان نہ لایا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اللّٰھم تب علینا و علیه ان کان حیا و اغفرلنا وله ان کان میتا

یا قواعد شرع میں بے غوری اور نظر وفکر کی بیطوری سے پیدا

کزاعم من زعم ان بدعة وکل بدعة ضلالة و منه زعم الزاعم ان فیه استعمال الة العذاب یعنی النارو ذاک حرام و هذا من البطلان بابین مکان نقضه المحدث الدهلوی فیما نسب الیه باستعمال الماء المعذب به قوم نوح علیه الصلوٰة والسلام قلت و فی الترویح بالمرواح استعمال الة عذاب عاد. واما اصلاح الفاضل الکهنوی بزیادة قید علی هیئاة اهل العذاب. فاقول لایجدی نفعا والالم یجز الاغتسال بماء حار قال تعالی یصب من فوق روسهم الحمیم وماذا یزعم الزعم فی دخول الحمام فیکون علی هذا حراما منهیا عنه لذاته بل من الکبائر اما مطلقا علی ما اختار هذا الفاضل من کون تعاطی المکروه تحریما من الکبائر او بعد الاغتیاد علی ما علیه الاعتماد من کونه فی نفسه من الصغائر و ذلک لان الحمام کما افاد العلامة المناوی فی التیسیر اشبه شئی بجهنم النار من تحت والظلام من فوق و فیه الغم والحبس و الضیق و لذالماد خله سیدنا سلیمن نبی اللّٰه علیه الصلوة والسلام تذکر به النار و عذاب الجبار اخرج العقیلی و الطبرانی و ابن عدی والبیهقی فی السنن عن ابی موسی الاشعری رضی اللّٰه تعالی عنه یرفعه الی النبی صلی اللّٰه تعالی علیه واله وسلم قال ادل من دخل الحمامات و ضعت له النورة سلیمان بن داود وفلما دخله وجد حره و غمه فقال اده من عذاب اللّٰه اده قبل ان لا تکون اده قلت و بهذا یرد حدیث التشبیه باهل النار و حدیث الملاسبة بالنار کما لا یخفی علی اولی الابصار

ولہذا علمائے محققین واجلہ معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد تنقیح کار وامکان افکار اس کی اباحت کا حکم فرمایا۔

وھو الحق الحقیق بالقبول

علامہ سیدی احمد حموی غمز العیون والبصائر میں فرماتے ہیں۔ **یعلم منه حل شرب الدخان**

اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی حلت معلوم ہوئی۔ علامہ عبدالغنی بن علامہ اسماعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

من البدع العادية استعمال التتن والقهوة الشائع ذكرهما في هذا الزمان بين الاسافل والاعيان والصواب له لا وجه لحرمتها ولا لكراهتها في الاستعمال الخ

بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام خواص میں شائع ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔ علامہ محقق علاؤالدین دمشقی درمختار میں عبارت اشباہ نقل کرکے فرماتے ہیں: **فيفهم منه حكم التتن**

شامی میں ہے: **وهوا الاباحة على المختار**

یعنی اس سے تمباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں۔ پھر فرمایا:

وقد كرهه شيخنا العمادي في هديه الحاقاله بالثوم والبصل باولی

ہمارے استاد عبدالرحمٰن بن محمد عمادالدین دمشقی نے اپنی کتاب ہدیہ میں اسے سیر و پیاز سے ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا۔

علامہ سیدی ابوالسعود علامہ سیدی طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں فرمایا:

لايخفى ان الكراهة تنزيهية بدليل الالحاق بالثوم والمصل و المكروه تنزيها يجامع الجواز

پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے لہسن پیاز کی اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔

علامہ حامد آفندی عمادی ابن علی آفندی مفتی دمشق الشام اپنے فتاوے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں علامہ محی الدین بن احمد بن محی الدین حید کردی جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں:

في الافتا بحله دفع الحرج عن المسلمين فان اكثرهم مبتلون بتناوله فاان اكثراهم مبتلون بتناوله مع ان تحليله ايسر من تحريمه وما خير رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بين امرين الاختار ايسرهما واما كونه بدعة فلا ضرر فانه بدعة في التناول لا في الدين فاثبات حرمته امر عسير لا يكاد يوجدله نصير

حلت قلیان پر فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے کہ اکثر اہل اسلام اس کے پینے میں مبتلا ہیں مع ہذا اس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب دو کاموں میں اختیار دیئے جاتے جو ان میں زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین و یاور ملتا نظر نہیں آتا۔

علامہ خاتم محققین سیدی امین الملۃ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

للعلامة الشیخ علی اجھوری المالکی رسالة فی حله نقل فیها انه افتی بعد من یعتمد علیه من ائمة المذاھب الاربعة

علامہ شیخ علی جھوری مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا کہ چاروں مذاہب کے ائمہ معتمدین نے ان کی حلت پر فتویٰ دیا۔

پھر فرماتے ہیں:

قلت و الف فی حله ایضا سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی رسالة سماھا الصلح بین بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان و تعرض له فی کثیر من تالیف الحسان و اقامة الطامة الکبری علی القائل بالحرمة او بالکراھة فانھما حکمان شرعیان لابد لھما من دلیل و لا دلیل علی ذالک فانه لم یثبت اسکاره و لا تفتیره و لا اضراره بل ثبته له منافع فھو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة و ان العسل یضر باصحاب الصفراء الغالبة و ربما امرضھم مع انه شفاء بالنص القطعی ولیس الحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمة او الکراھة الذین لا بدلھما من دلیل بل فی القول بالا باحة التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی الذین لا بدلھما من دلیل بل فی القول بالا باحة التی ھی الاصل و قد توقف النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم مع انه ھو المشرع فی تحریم الخمرام الخبائث حتی نزل علیه النص القطعی فالذی ینبغی للانسان اذا سئل عنه سواء کان ممن یتعاطاه اولا کھذا العبد الضعیف و جمیع من فی بیته ان یقول ھو مباح لکن راحئته تستکرھھا الطباع فھو مکروه طبعا لا شرعا الی اخرما اطال به رحمه اللہ تعالیٰ

حلت قلیان میں ہمارے سردار عارف باللہ حضرت عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا جن کا نام الصلح بین الخوان فی اباحة شرب الدخان رکھا اور اپنی بہت تالیفات نفیسہ میں اس سے تعرض کیا اور حقہ کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر قیامت کبریٰ قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں جس کے لئے دلیل درکار اور یہاں دلیل معدوم کہ نہ اس کا نشہ لانا ثابت ہوا نہ عقل میں فتور ڈالنا نہ مضرت کرنا بلکہ اس کے منافع ثابت ہوئے ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور اگر فرض کیجئے کہ بعض کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت نہیں ثابت ہوتی جن مزاجوں پر صفرا غالب ہوتا ہے شہد نہیں نقصان کرتا بلکہ بارہا بیمار کر دیتا ہے باآنکہ وہ بنص قرآنی شفا ہے اور یہ کوئی احتیاط کی بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر افترا کر دیجئے کہ ان کے لئے دلیل کی حاجت ہے بلکہ احتیاط مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہ نفس نفیس صاحب شرع ہیں شراب جیسی ام الخبائث کی تحریم میں توقف فرمایا جب تک نص قطعی نہ اتری تو آدمی کو چاہئے کہ جب اس سے حقہ کے بارہ میں سوال کیا جائے تو اسے مباح ہی بتائے خواہ آپ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ

ہیں کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا مگر فتوئی اباحت ہی پر دیتا ہوں) ہاں اس کی بو طبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ طبعی ہے نہ شرعی اور ہنوز علامہ مذکور کا کلام طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے۔

بالجملہ عندالتحقیق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں خصوصاً ایسی حالت میں عجماً وعرباً وشرقاً عام مومنین بلاد و بقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلاء ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامہ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملت حنفیہ سمحہ سہلہ غرا بیضا ہر گز گوارا نہیں فرماتی اسی طرف علامہ جزری نے اپنے اس قول میں ارشاد فرمایا کہ: **فی الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمین** اور اسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا۔ اقول:

ولسنا نعنی بهذان عامة المسلمین اذا ابتلوا بحرام حل بل الامران عموم البلوی من موجبات التخفیف شرعا و ما ضاق امر الا اتسع فاذ اوقع ذلک فی مسئلة مختلف فیها ترجع جانب الیسر هونا للمسلمین عن العسر ولا یخفی علی خادم الفقه ان هذا کما هو اجار فی باب الطهارة والنجاسة کذلک فی باب الاباحة والحرمة والذاتراه من مسوغات الافتاء بقول غیر الامام الاعظم رحمته الله علیه کما فی مسئلة المخابرة وغیرها مع تنصیصهم بانه لا یعدل عن قوله الی قول غیره الابضرورة بل هومن مجوزات المیل الی روایة النوادر علی خلاف ظاهر الروایة کما نصوا علیه مع تصریحهم بان ماخرج عن ظاهرا الروایة فهو قول مرجوع عنه ما جع عنه المجتهد بما یق قولا له وقد تثبث العلماء بهذا فی کثیر من مسائل الحلال و الحرام ففی الطریقة و شرحها الحدیقة فی زماننا هذا لا یمکن الاخذ بالقول الاحوط فی الفتوی الذی افتی به الائمة هو ما اختاره الفقیه ابو اللیث انه ان کان فی غالب الظن ان اکثر مال الرجل حلال جاز قبول هدیة و معاملة والا لا اه ملخصا. وفی ردالمحتار مسئله بیع الثمار لا یخفی تحقیق الضرورة وفی زماننا ولا سیما فی مثل دمشق الشام و فی نزعهم عن عادتهم حرج و ما ضاق الامرا لا اتسع ولا یخفی ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الروایة اه ملخصا. وفیه مسئله العلم فی الثوب هو ارفق باهل هذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اه. و فیه من کتاب الحدود مقتضی هذا کله ان من زفت الیه زوجة لیلة عرسه ولم یکن یعرفها لا یحل له وطوء ها مالم یقل واحدة اواکثرانها زوجتک و فیه حرج عظیم لانه یلزم منه تاثیم الامة اه ملخصا انی غیر ذلک من مسائل یکثر عدها و یطول سردها ناندفع ما عسی متوهم ان یتوهم من القول الفاضل اللکهنوی ان عموم البلوی انمایوثر فی باب الطهارة والنجاسة لافی باب الحرمة والا باحة صرح به الجماعة اه

ہاں بنظر بعض وجوہ اسے مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی وعلامہ ابوالسعود وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی نے الحاقاً بالثوم و البصل افادۃ فرمایا:

علی ما فیہ لبعض الفضلاء مع کلام المنا فی ذلک المراء۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: الحاقہ بما ذکر ھو اانصاف

اقول۔یہیں ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا۔

کما جزم بہ الفاضل اللکھنوی فی فتاواہ تردد فی رسالۃ و اضطراب فیہ کلام المحدث الدھلوی فیمانسب الیہ فاوھم اولا انہ یوجب کراھۃ التحریم و عاًدا خرافقال التنزیہ سراسر خلاف تحقیق ہے۔

ثم اقول پھر کراہت تنزیہہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت مجامع جواز واباحت ہے جانب ترک میں اس کاوہ مرتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا کہ مستحب بات کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں مکروہ تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر کیجئے تو گناہ نہیں پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اوراعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صدر عن الفاضل الکھوی وتبعہ السید المشہدی ثم الکردی سخت لغزش وخطا فاحش ہے یارب مکروہ گناہ کونسا جو شرعاً مباح ہو اور مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس ذلت کے رد میں ایک مستقل تحریر مسمی بہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ تحریر کی وباللہ التوفیق۔

ثم اقول یوہیں مانحن فیہ میں تین وجہ کراہت تنزیہہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرتقی کردینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدھلوی محض نامعقول قطع نظر اس سے کہ ان وجوہ سے اکثر محل نظر شرع سے اصلاً اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے۔ومن ادعی فعلیہ البیان۔خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خان دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں علمائے محققین حنفیہ میں کراہت تنزیہی مانتے ہیں۔

حیث قال اما الماحققون القائلون بکراھۃ تنزیھا فھم ایضا تشبثوا بالروایات الفقھیۃ مثل ما قال صاحب الدر المختار

اوراس میں تصریح ہے کہ مالت مشائخنا الیھا اسی کراہت تنزیہہ کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا۔اس رسالہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ رفیع الدین صاحب کی تقریظین ہیں شاہ صاحب ن اسے تحریر۔انیق وتقریر وسبق وصحیح والمبانی ومستحکم المعانی وموافق روایات ومطابق درایات بتایا اور شاہ رفیع الدین صاحب نے استحسنت غایۃ الا ستحسان مانثر بانیہ من جواھر لالیہ فی مبانیہ و معانیہ فرمایا تو ظاہر اور دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اس میں تحریفیں واقع ہوئیں اوراس پر دلیل یہ بھی ہے کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش ومضمل اور خلاف تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہمہ جہت صحیح ہی مانئے تو رسالہ تلمیذ کی مدح وتقریظ معارض ومناقض ہوگی وہ تحریر پایہ اعتبار سے یوں بھی گر گئی اوراس سے بھی قطع نظر کیجئے تو مقصود اتباع حق ہے نہ

تقلید اہل عصر واتباع زید وعمر واللہ الہادی وولی الایادی۔

الحاصل معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق وتحقیق یہی ہے کہ وہ جائز ومباح وصرف مکروہ تنزیہی ہے یعنی جو نہیں پیتے بہت اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں کچھ برا نہیں کرتے۔ **فان الاساده فوق کراهة التنزیه کما حققه العلامة الشامی**

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد ہندہ ماہ رمضان مبارک شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس ودماغ میں فتور لاتے اور دیدہ ودل کی عجب حالت بناتے ہیں بے شک ممنوع وناجائز وگناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں اللہ عزوجل ہدایت بخشے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ احمد وابوداؤد بسند صحیح **عن ام سلمة رضی اللّٰہ تعالی عنها قالت نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم عن کل مسکرو مفتر۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ ۳۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین در باب قلیان کشیدن کہ بعضے مکروہ تنزیہی می فرمایند وبعضے مکروہ تحریمی میگویند وبعض حرام مطلق میدانند وبعضے میفر مانید کہ کسے کہ قلیان میکشد از مشاہد جمال جہاں آرائی حضرت خواجہ عالم و عالمیان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واز احضار مجلس حضور پر نور اقدس واعلی محروم می ماند پس قائل میگویم کہ آیات مذہب مختار حنفی چیست گو دریں باب استفتا با علما دستخط فرمودند مگر مفصل ارقام نرفت وتیکینم نشد لہٰذا امیدوارم کہ تشریحش مفصل ارقام رود۔ **بینوا توجروا**

الجواب باید دانست کہ در مسئلہ کشیدن قلیان کہ اختلاف بظہور آمدہ اند بر دو قسم اند یکے اختلاف علمائے کاملین و دیگر اختلاف متعصبین۔ اما اختلافات علماء کاملین کہ بظہور رسیدہ بنظر غور وتعمق راجع طرف اختلاف حال تمباکو یا اختلاف حال شاربین ست۔ اما اختلاف متعصبین پس مبتنی بر اختیار اقوال شاذہ مردودہ مخالف جمہور یا حکایات بے سروپا مشتملہ بر کذب وزور است تفصیل ایں اجمال آنکہ از روئے احادیث وآثار واقوال جمہور فقہاء کبار اصل در اشیاء اباحت است پس چیزیکہ در آں دلیلے کہ منصوص الحرمۃ است یافتہ شود مثل سمیت یا اسکار البتہ حرام وممنوع است وچیزیکہ دراں دلیل منصوص حرمت یافتہ نشود وحکمش مسکوت عنہ بود باعتبار ذات حلال ومباح است اگر کراہت وحرمت در کدامی صورت خاصہ یافتہ خواہد شد مکروہ وحرام گفتہ خواہد شد ورنہ بر اصل خود باقی خواہد ماند وچوں در تمباکو کہ در بعض بلاد یافتہ میشود اسکار وتفتیر موجود است مثل بلاد بخارا وغیرہ علما آنجا حکم ممانعت فرمودہ اند ودر تمباکوئے بعض بلاد ہرگز اثرے تفتیر واسکار نیست مثل تمباکوئے مصر وغیرہ علمائے محققین آنجا حکم بحلت وجواز فرمودہ اندو قول منکر را مردود نمودہ اند وعلی ہذا القیاس اختلاف حال شاربین راہم دخلی است معتد بہ در حکم آں پس کسے کہ بطور لہو ولعب انہماک عبث در آں می نماید حکمش جدا است وکسے کہ برائے منافع کہ انکار ازاں نتواں نمود بقدر ضرورت استعمال می سازد حکمش جدا است پس ایں اختلاف کہ در اقوال محققین یافتہ میشود فی الحقیقۃ اختلافے نیست وانچہ متعصبین حرام مطلق میگویند قطع نظر از انکہ برائے

منفعت باشد یا بطور لہو ولعب وعبث تمبا کو ہم خواہ مسکر ومفتر باشد وبغیر نقل از شارع ومجتہدین شریعت اصل دراشیاء حرمت قرار دادہ اند پس تعصے ست باطل واز حلیہ صدق وانصاف عاطل وقول وحکم قائل کہ از کشیدن قلیان حرمان از مشاہد لمعان جمال حضرت سید انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم حاصل می گردد بے دلیل کامل درہمیں تعصب لاحاصل داخل است ہر چند علمائے دین دریں مسئلہ رسائل مستقلہ المختار بعد ازاں کہ فرمودہ: قد اضطربت اراء العلماء فيه فبعضهم قال بكراهة و بعضهم قال بحرمته بعضهم با باحة الخ

ویک دو قول ممانعت ذکر نمودہ ودر آخر فرمودہ:

وللعلامة الشيخ على الاجهورى المالكى رسالة فى حله نقل فيها انى افتى بحله من يعتمد عليه من ائمة المذاهب الاربعة قلت و الف فى حله ايضا سيدنا العارف عبدالغنى النابلسى رسالة سماها بالصلح بين الاخوان فى اباحة شرب الدخان و تعرض له فى كثير من تاليف الحسان و اقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة او بالكراهة فانهما حكمان شرعيان لا بدلهما من دليل ولا دليل على ذلك فانه لم يثبت اسكاره ولا تفتيره ولا ضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فى الاشياء الاباحة وان فرض اضراره للبعض لا يلزم منه تحريمه على كل احد فان العسل يضر باصحاب اصفراء و ربما امر ضهم مع انه شفاء بالنص القطعى و ليس الاحتياط فى الافتراء على الله تعالى باثبات الحرمة او الكرهة الذين لا يدلهما من دليل بل فى القول بالا باحة التى هى الاصل وقد توقف النبى صلى الله تعالى عليه واله وسلم مع انه هو المشرع فى تحريم الخمر ام الخبائث حتى نزل عليه النص القطعى فالذى ينبغى للانسان اذا سئل عنه سواء كان ممن يتعا طاه اولا كهذا العبد الضعيف و جميع من فى بيته يقول هو مباح لكن رائحة تستكر مها الطباع فهو مكروه طبعا لا شرعا الى اخرما قال الى اخره

حررۃ الفقیر الحقیر عبدالقادر محب الرسول القادری البدایوانی عفی عنہ۔

مسئلہ ۳۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع دین ایسے شخص کی نسبت اوراس کے معاونین کی بابت کہ جو طرح طرح کی درخواست ممبران آریہ سماج سے کرتا ہو اور ادھر وعظ اور امامت بھی مسلمانوں کی کرتا ہے اور جو اپنے وعظ میں بھی آریوں کو اپنا ولی اور دوست اور جگر کا ٹکڑا بتلائے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے مرتبہ کو حضور سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے برابر سمجھے اور جس کا کذب اور وعدہ خلافی بھی اکثر مرتبہ ظاہر ہوئی ہو آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اوراس کا وعظ کرانا اور سننا جائز ہے یا نہیں اوراس کے معاونان کس حکم شرعی کے مصداق ہیں عند اللہ وعند الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بروئے قرآن وحدیث و فقہ بہت جلد جواب تحریر فرما کر داخل حسنات ہوں اس کے بعد سائل نے چھ ورق میں وہ خطوط لکھے تھے جو اس شخص نے آریوں کے

پاس بھیجے تھے۔ بینوا توجروا۔

الجواب یہ کلمات اگراس شخص نے دل سے کہے جب تو اس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہوسکتا اسلام کی حقانیت میں اس کو شبہ ہے کفر کی طرف مائل بلکہ اس کا مشتاق اور اس کے لئے اپنے آپ کو بے چین بناتا ہے کفر کی عزت وفخر اور سرفرازی کہتا ہے تو اس کے شکوک رفع ہوں یا نہ ہوں وہ آریہ بنے یا نہ بنے اسلام سے تو اس وقت نکل گیا والعیاذ باللہ تعالٰی اور اگر دل میں ان باتوں کو جھوٹ جانتا ہے آریہ کو دھوکہ دینے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں تو اول تو یہ دھوکہ کا عذر محض جھوٹ باطل ہے اور بفرض غلط اگر ہو بھی تو دھوکہ دینا کیا ضرور ہے اور بغرض غلط ضرور بھی ہو تو وہ اکراہ تک نہیں پہنچ سکتا واحد قہار عز جلالہ نے صرف اکراہ کا استثناء فرمایا۔ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان بہر حال اس کو واعظ بنانا حرام اس کا وعظ سننا ناجائز اس کو امام بنانا حرام اس کے پیچھے نماز باطل رہا امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے مرتبہ کو شان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کہنا اس کے کفر صریح وارتداد خالص ہونے میں کسی رافضی کو کلام نہیں ہوسکتا نہ کہ اہل سنت جن کا ایمان یہ ہے کہ کسی غیر نبی کو کسی نبی کا ہمسر کہنے والا کافر ہے ایسے شخص کے جتنے معاون ہیں وہ سب بھی اسی کے حکم میں ہیں مارہرہ شریف کے صاحبزادوں میں ایسے تاریک ناپاک گندے خیالوں کا کوئی شخص معلوم نہیں خصوصاً عالم ظاہر اسنے یہ انتساب محض جھوٹ طور پر کیا اور اگر بالفرض صحیح بھی تھا تو اب جھوٹ ہوگیا۔ قال اللہ تعالٰی انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ واللہ تعالٰی اعلم (ھود: ۴۶)

مسئلہ ۴۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب اپنا حق مردہ زندہ کرنے کے لئے پہلو دار بات کہنا جس کا ظاہر دروغ ہو اور واقع میں اس کے سچے۔ معنے مراد ہوں اگرچہ سننے والا کچھ سمجھے بلا شبہ باتفاق علماء دین میں جائز اور احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے جبکہ وہ حق بے اس طریقہ کے ملنا میسر نہ ہو ورنہ یہ بھی جائز نہیں پہلو دار بات یوں مثلاً ظالم نے ظلماً اس کی کسی چیز پر قبضہ مخالفانہ اس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہو کر حق ناحق ہو جاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں اس کے بیان پر رکھا گیا اگر یہ اقرار کئے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں گو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے لہٰذا یوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گذشتہ اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو یوں کہہ سکتا ہے کہ آج تک میرا قبضہ چلا آیا اور نیت میں لفظ آیا کو کلمہ استفہام لے جیسے کہتے ہیں آیا یہ بات حق ہے یعنی کیا نہ بات حق ہے تو استفہام انکاری کے طور پر اس کلمہ کا یہ مطلب ہوا کہ کیا آج تک میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہوگیا۔ یا یوں کہے کل تک برابر میرا قبضہ رہا آج کا حال نہیں معلوم کہ کچہری کیا حکم دے اور لفظ کل سے زمانہ قریب مراد لے جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں کل کا بچہ ہے حالانکہ اس کی عمر بیس بائیس سال کی ہو اسی معنی

پر قیامت کو روز فردا کہتے ہیں کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے یا مخالف کے قبضہ کی نسبت سوال ہو تو کہے اس کا قبضہ کبھی نہ ہوا اور مراد یہ لے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اس کا قبضہ نہ تھا زیادہ تصریح درکار ہو تو کہے اس کا قبضہ اصلا کسی وقت ایک آن کو بھی نہ ہوا نہ ہے اور معنی یہ لے کہ حقیقی قبضہ ہر شے پر اللہ عزوجل کا ہے دوسرے کا قبضہ ہو ہی نہیں سکتا غرض جو شخص تصرفات الفاظ و معانی سے آگاہ ہے سو پہلو نکال سکتا ہے مگر ان کو جواز بھی صرف اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے اور بغیر ایسی پہلودار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی ورنہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں۔

اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلودار بات سے کام نہ چلے ہاں صریح کذب بھی دفع ظلم و احیاء حق کے لئے جائز ہے یا نہیں اس بارہ کلمات علماء مختلف ہیں بہت روایات سے اجازت نکلتی اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے حتی الوسع احتیاط اس سے اجتناب میں ہے اور شاید قول فیصل یہ ہو کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقل سلیم و دین قویم کی میزان میں تولے جدھر کا پلہ غالب پائے اس سے احتراز کرے مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام و کمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل عیال سب فاقے مریں اور وہ بے کذب صریح مل نہیں سکتا تو اس نا قابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو امید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی ہو اجازت ہو اور اگر کسی مالدار شخص کے سو دو سو روپے کسی نے دبا لئے صریح جھوٹ کی اجازت اسے نہ ہونی چاہئے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں حدیث سے ثابت اور فقہ کا قاعدہ مقررہ بلکہ عقل و نقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ:

من ابتلی ببلین اختارا ھونھما جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو ان میں جو آسان ہے اسے اختیار کرے۔

هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی

درمختار میں ہے: الکذب مباح لاحیاء حقه و دفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وهو الحق قال تعالی قتل الخراصون. الکل من المجتبی و فی الوهبانیة قال

وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم و اهل لترضی و القتال لیظفروا

ردالمحتار میں ہے:

الکذب مباح لا حیاء حقه کالشفیع یعلم بالبیع باللیل فاذا اصبح یشهدو یقول علمت الان و کذا الصغیرة تبلغ فی اللیل وتختار نفسها من الروح و تقول رایت الدم الان واعلم ان لکذب قد یباح وقد یجب و الضابطة فیه کما فی تبیین المحارم وغیره عن الاحیاء ان کل مقصود محمود یمکن التوسل الیه بالصدق والکذب جمیعا فا الکذب فیه حرام وان امکن التوسل الیه بالکذب وحده فمباح ان ابیح تحصیل ذلک المقصود و واجب ان وجب کما لورائی معصوما اختفے من ظالم یرید قتله و ایذاء ه فالکذب هنا واجب و کذالوساله من و دیعة یرید اخذها یجب انکارها و مهما کان لا یتم مقصود حرب او صلاح ذات البین او استمالة قلب المحبی علیه الا

بالکذب فیباح ولو سالہ سلطان عن فاحشة وقعت منه سرا کزنا اوشرب فله ان یقول ما فعلته لان اظهارها فاحشة اخری وله ایضا یکره سراخیه و ینبغی ان یقاتل مفسدةالکذب بالمفسدة المرتبه علی الصدق فان کانت مفسدة الصدق اشد فله الکذب وان بالعکس اوشک حرم وان تعلق بنفسه استحب ان لا یکذب وان تعلق لغیره لم تجر المسامحة لحق غیره والحزم ترکه حیث ابیح۔

نیز اس میں اور حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

قوله جاز الکذب قال الشارح ابن الشیخة نقل فی البزازیة ان اراد المعاریض لا الکذب الخالص

ی میں ہے: حیث یباح اتعریض لحاجته لا یباح بغیرها لانه یوهم الکذب وان لم یکن اللفظ کذبا الخ

حدیقہ ندیہ میں ہے: بکره التعریض کراهة تحریم بدون الحاجة الیه اه باختصار

طحطاوی میں ہے:

قالت عند القاضی ادرکت الان و فسخت فالقول لها لانها قادرة علی نشاء الردو لا یشترط ان یکون حالة البلوغ حقیقة بل لو کان باخبارها کذبا انه بلغت الان و قیل لمحمد کیف یصح وهو کذب لانها انما ادرکت قبل هذا الوقت فقال لا تصدق بالاسناد مجازلها ان تکذب کیلا یبطل حقها اه وانما یسوغ لها ذلک اذا کانت اختلاف عندالبلوغ بالفعل و اخذ من ذلک جواز الکذب لا حیاء الحق وهی منصوصة

خلاصہ وہندیہ میں ہے:

ان رات الدم فی اللیل تقول فسخت النکاح و تشهد اذا اصحبت و تقول انما رایت الدم الان لانها تصدق ان تقول رایت الدم فی اللیل و نسخت ذکره فی مجموع النوازل قال رضی اللّٰه تعالی عنه وان کان هذا کذبا لکن الکذب فی بعض المواضع مباح

بزازیہ ونہر میں ہے:

لیس هذا بکذب محض بل من قبیل المعاریض المسوغة لاحیاء الحق کانه الفعل الممتد لدوامه حکم الابتداء والضرورة داعیة الی هذا الاالی غیره اه

طحطاویہ میں ہے: قلت لایظهر بعد التقیید بالان انه من الماریض بل من محض الکذب الخ

ردالمحتار میں ہے:

حاصله انها بقولها بلغت الان انی الان بالغة لئلا یکون کذبا صریحا الخ اقول و وجه اخروهو ارادة القرب بقوله الان کما قدمت فی صدر الجواب۔

اشباہ میں ہے: الکذب مفسدة محرمة وهی مئی تضمن جلب مصلحة تربو علیه جاز الخ

غمز العیون میں ہے:

فی البزازیة یجواز الکذب فی ثلثة مواضع فی الاصلاح بین الناس و فی الحرب د مع امراته قال فی ذخیرة اراد بها المعاریض لا الکذب الخالص او مثله فی اواخر الجیل عن المبسوط۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

یحوزالکذب فی ثلث وما فی معناهات عن اسماء بنت یزید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم لا یحل الکذب الافی ثلث رجل کذب امراته لیرضیها و رجل کذب فی الحرب مان الحرب خدعة و رجل کذب بین مسلمین لیصلح بینهما وزاد فی روایة عن ام کلثوم رضی الله تعالیٰ عنها المراة تحدث زوجها والحق بهذا الثلث دفع ظلم الظالم و احیاء الحق و قیل المباح فی هذا المواضع التعریض اما الکذب فحرام لایحل بحال اھ

مرقاۃ میں زیر حدیث صحیحین:

عن ام کلثوم رضی اللّٰہ تعالی عنها قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم لیس الکذب الذی یصلح بین الناس و یقول خیرا واینمی خیرا

فرمایا:

بان یقول الاصلاح مثلا بین زید و عمرو یا عمرو یسلم علیک زید و یمدحک و یقول انا رجه و کذلک یحی الی زید و یبلغه من عمرو مثل ماسبق۔

عمدۃ الباری شرح بخاری میں ہے:

فیه ای فی الحدیث الجبل فی التخلیص من الظلمة بل اذا اعلم انه لا تخلیص الا بالکذب جازله الکذب الصریح و قد یجب فی بعض الصور بالاتفاق ککونه ینجی نبیا او ولیا ممن یرید قتله اولنجا ة المسلمین من عدوهم. وقال الفقهاء لو طلب ظالم و دیعة لانسان لیا خذها غضبا وجب علیه الانکار و الکذب فی انه لا یعلم موضعها۔

غمز العیون میں اسے نقل کر کے فرمایا: فلیحفظ۔

شیخ محقق ترجمہ مشکوۃ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں: ''یکے از مواضع کہ دروغ گفتن دراں رواست اصلاح ذات البین ست صلح دادن ودور کردن نزاع وعداوت کہ میان دو کس ست و یکے دیگر ازاں مواضع کہ دروغ گفتن دراں جائز است نگاہ داشت برخوں و مال کسے ست کہ بناحق میر ودودروغ گفتن بازن بقصد اصلاح ورضائے وے نیز جائز داشتہ چنانکہ گوید ترا دوست میدارم ہر چند

ندارد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے حق کے وصول کے لئے چھینا جھپٹی زبردستی دبالینا و امثالہا امور جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب عین حق یا جنس حق کے لئے اجازت ہے جب کہ فتنہ نہ ہو اور اس پر کذب کا قیاس مع الفاروق ہے کہ یہاں غصب ونہب کی صورت ہے حقیقت نہیں کہ حقیقتاً اپنا حق لیتا ہے اور کذب ہوگا تو حقیقتاً ہوگا **کما لا یخفی**۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایوانی کی خدمت میں میں نے اپنے جواب کو اس لئے پیش کیا تھا کہ اگر صحیح ہو تو یہی رہے اس وقت تک میں نے جو جواب لکھا تھا وہ صرف بحوالہ وسند احیاء العلوم تھا حضرت مولانا نے فرمایا کہ احیاء العلوم سے جواب کافی نہیں فقہ سے لکھو اور کچھ نہ فرمایا۔ فقہ میں جو دیکھا تو اس میں بھی احیاء العلوم کی سند موجود ہے۔ آیا احیاء العلوم وغیرہ امثالہا سے سند لانا اور غیر مذہب کے علماء سے سند لانا صحیح ہے یا نہیں اگر ہے تو کس قسم کے مسائل میں اکثر یہ لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ حنفی کو اپنی فقہ سے ہی سند ضرور ہے۔ علماء احناف اہل سنت جو اپنی کتب مناظرہ وغیرہ میں دوسرے علماء اور ان کی کتب یا تصوف وغیرہ علوم کی کتب سے سند دے دیتے ہیں وہ معاذ اللہ خاطی ہیں۔ **بینوا توجروا**۔

الجواب مسائل اختلافیہ حنفیہ وغیر حنفیہ میں غیر حنفیہ سے استناد صحیح نہیں اور ان کے ماورا میں قدیماً وحدیثاً ہر مذہب والے چاروں مذہب کے اکابر سے سند لاتے ہیں یونہی مسائل غیر متشابہات میں ائمہ تصوف قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم سے استناد اور ایسوں کو خاطی جاننے والا خود سخت خاطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۳ حضرت مولانا المعظم والمکرم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از تسلیم مع التکریم معروض کہ

(۱) جس نے فرض عشاء باجماعت نہیں پڑھے اور وتر کی جماعت میں شریک ہوگیا اس کے یہ وتر سرے سے ہوئے ہی نہیں یا ہوئے مگر مکروہ تو تحریمی یا تنزیہی۔

(۲) اگر جماعت سے فرض عشاء پڑھ لئے تھے تو اب جس امام کے پیچھے چاہے وتر جماعت سے پڑھ لے اگرچہ وہ امام فرض و تراویح دونوں سے غیر ہو یا صرف ایک سے یا اس امام نے فرض وتراویح باجماعت نہ پڑھے ہوں بہرحال بلاکراہت صحیح ہوں گے یا کیا؟

(۳) جماعت وتر میں استحقاق شرکت کے لئے تراویح باجماعت پڑھنا کتنا دخل رکھتا ہے یا کچھ نہیں۔

(۴) آج کل علی العموم سفر پہلے سے اس کے بیسیوں حصہ زائد تیز رو سواریوں پر ہوتا ہے۔ اس کے لئے بحساب مسافت اندازہ کی ضرورت ہے یہ فرمائیں کہ کس قدر کوس مروج کے سفر میں قصر وغیرہ احکام سفر ہوں گے اور کوس مروج سے اپنی مراد کی تشریح فرما دیں کہ وہ کوس مثلاً اس قدر قدموں کا ہے بہرحال ایسا کوئی اندازہ بتانا چاہئے جس سے سب عام وخاص سہولت کے ساتھ یہ سمجھ سکیں

کہ ہمارا سفر قصر ہوا یا نہیں اور تیز رو سواریوں میں بری ہوں یا بحری جو سفر کیا ہے اس کا اس سفر بحساب ایام سے موازنہ کر سکیں۔

بینوا توجروا

الجواب حضرت والا دامت برکاتہم۔

(۱) وتر ہو جانے میں شبہ نہیں ہاں مکروہ ہے بقول الشامی: **امالو صلاھا جماعۃ مع غیر ثم صلے الوتر معہ لاکراھۃ** اور کراہت تحریم کی کوئی وجہ نہیں ظاہراً اگر کراہت تنزیہ ہے۔

(۲) اگر فرض جماعت سے پڑھے تو خود امام ہو کر بھی اور مطلقاً ہر ایسے امام کے پیچھے بھی وتر پڑھ سکتا ہے خواہ وہ امام فرض ہو یا تراویح یا محض جدید ہاں جس امام نے فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں جماعت وتر اسے مکروہ ہوگی اور اس کی کراہت سے میں سرایت کرے گی کہ جماعت وتر ہر واحد کے حق میں تفصیلاً تابع جماعت فرض ہے:

فما لمنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر کما بینا فی فتاوننا

(۳) کچھ نہیں سواء اس کے اگر ابھی مسجد میں جماعت تراویح ہوئی ہی نہیں تو جماعت وتر مکروہ ہے کہ جماعت وتر اجماعاً تابع جماعت تراویح ہے۔

(۴) قصر تین منزل پر ہے فقیر نے مدتوں کے تجربہ سے ثابت کیا کہ یہاں منزل ۱۹۔۵ میل ہے تو مدت قصر ۵۷۔۵ میل ہے جسے تقریباً ساڑھے ستاون میل کہئے میل سے یہی رائج میل ۱۷۶۰ گز کا مراد ہے سفر بحری میں بادی کشتی کی اوسط چال بحال اعتدال ہوا مراد ہے دخانی جہازوں کا اعتبار نہیں جیسے ریل کا مجھے ہر بار دخانی ہی جہاز میں اتفاق سیر ہوا البتہ اس دفعہ جدہ سے رابغہ تک ساعیہ میں گیا تھا کہ تین دن میں پہنچی براہ خشکی چھ منزل ہے اس ایک بار کے مشاہدہ پر میں بحری سفر کے لئے میلوں کی تعین نہیں کر سکتا۔ خصوصاً جب کہ لوگوں کا بیان تھا کہ ہوا کم ہے ورنہ ایک دن میں پہنچتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب عقائد وغیرہ میں جو اثبات نبوت حضرت ابوالبشر آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے ادلہ میں حدیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں وہ حدیث کس نے کن الفاظ سے تخریج کی ہے۔**بینوا توجروا**۔

الجواب حضرت بابرکت دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔حدیث سیدنا ابوذر علیہ الرضوان سے مسند امام احمد میں یوں ہے **قال قلت یا (ر۔ہ) ای انبیاء کان اول قال ادم قلت یا (ر۔ہ) نبی کان قال نعم نبی مکلم**

اور نوادر الاصول تصنیف امام حکیم الامۃ ترمذی کبیر میں ان سے مرفوعاً یوں ہے:

اول الرسل ادم و اخرھم (م۔ہ) علیہ و علیھم افضل الصلوۃ و السلام

مسئلہ ۴۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسائل ذیل میں،

(۱) عورت کو اس مکان میں جہاں محارم وغیر محارم مرد عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد عورات ہیں وہاں عورتوں کو کسی تقریب شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم تو جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں اس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین وغیرہ پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم وغیر محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کئے ان عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیات شرعیہ ہو رہے ہیں اس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آرہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے

اسے کچھ خط بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اس گھر کے لوگ ان عورات کے نامحرم ہیں تو اس کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں ان میں کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں؟

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس ومحافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع وعدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے؟

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم وغیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں اور ایسے اپنے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اس ذکر یا وعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہئے یا نہیں؟ فقط **بینوا توجروا۔ عنداللہ الوھاب** مقصود سائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ **بینوا توجروا**

الجواب صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول وفوائد ملحوظ خاطر عاطر رہیں کہ بعونہٖ عزمجدہٗ شقوق مذکورہ وغیرہ مذکورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے موید ومعین ہوں وباللہ التوفیق۔

اول اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جب کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو مجمع فساق نہ ہو تقریب ممنوع شرعی نہ ہو ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو زنا فواحش وبیباک کی صحبت نہ ہو چوبے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا نہ ہو نامحرم دولہا کو دیکھنا نہ ہو۔ رت جگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

دوم اجانب کے یہاں کے مرد زن سب اس کے نامحرم ہوں شادی غمی زیارت عیادت ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں اگر چہ شوہر کے اذان سے اگر اذان دے گا خود بھی گنہگار ہوگا سوا چند صور مفصلہ ذیل کے اور ان میں بھی حتی الوسع تستر وتحرز اور فتنہ ومظان فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم کسی کے مکان سے مراد اس کا مکان سکونت ہے نہ مکان مالک مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا جائز۔

چھارم محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ کسی صورت سے حلت نہیں ہوسکتی نہ بہنوئی یا پھوپا یا خالو کہ بہن پھوپی خالہ کے بعد ان سے نکاح ممکن علاقہ جزئیت رضاع ومصاہرت کو بھی عام مگر زبان جوان خصوصاً حسینوں کو بلاضرورت ان سے احتراز ہی چاہئے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کی آریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد لیس الخبر کالمعائنة ۔ تو ان میں موانع ہلکے اور مقتضی بھاری اور اصلاح وتقویٰ پر اعتماد سخت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرسکتا اور کرے تو جھوٹا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔۔۔۔ نہ کہ عورت جو عقل ودین میں اس سے آدھی اور رغبت نفسانی میں سوگنی ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ تقبل شیطان و تدبر شیطان. والعیاذ باللہ العزیز الرحمن. اللھم انی اسالک العفو والعافیة فی الدین والدنیا والاخرة لی وللمومنین وللمومنات جمیعا امین۔

پنجم محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم محرم ہی ہیں کہ ان میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے۔ سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمت ابدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانیگی کہ اب اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم رہے وہ مواضع جو محارم واجانب کسی کے مکان میں نہیں اگر وہاں تنہائی وخلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر ومحارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید وحفاظت ہے کہ ستر وتحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہائے فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں، اس قید کے بعد استثناء ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشہ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع محل جلوت ہے تو حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات وبطالات وخطبات وجہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر۔ تماشے، باجے، تاشے ندیوں کے پن گھٹ ناؤ چڑھانے کے جھمگٹ بے نظیر کے میلے پھول والوں کے جھمیلے نوچندی کی بلائیں مصنوعی کربلائیں علم تعزیوں کے کاوے۔ تخت جریدوں کے دھاوے۔ حسین آباد کے جلوے۔ عباسی درگاہ کے بلوے ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا ویدک الخشبة رفقا بالقواریر اور محل حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر وتحفظ وتحرز فتنہ اجازت یکروزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

هفتم یہ اور وہ یعنی مکان غیر وغیر مکان میں جانا بشرائط مذکور جائز ہونے کی نو صورتیں ہیں۔ قابلہ، غاسلہ، نازلہ، مریضہ، مضطرہ، حاجہ، مجاہدہ، مسافرہ، کاسبہ۔

قابلہ یہ کہ کسی عورت کو دردزہ ہوا یہ دائی ہے۔

غاسلہ جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے ان دونوں صورتوں میں اگر شوہردار ہے تو اذن شوہر ضرور جب کہ مہر معجل نہ ہو یا تھا تو پا چکی۔

نازلہ جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زچہ و مریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جب کہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

مضطرہ کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن وامان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو نفس اور مال اس کا شقیق ہے۔

حاجہ ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمتہ حج بلکہ متمہ حج ہے۔

مجاہدہ جب عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذن مولیٰ ہر پسر بے اذن والدین ہر پردہ نشین بے اذن شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعت جہاد و صلاح و زاد ہو۔

مسافرہ جو عورت سفر جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دور نوکر ہے اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں اترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جوہر کہ خبر گیری نہیں کرتا نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت نہ بیت المال منتظم نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت نہ بحال بے شوہر کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آ کر کرے جیسے سینا پرونا ورنہ اس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ورنہ جہاں کا مرد متقی پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کا پیر زال بدشکل کریہہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں شاہدہ، طالبہ، مطلوبہ۔

شاهدہ وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رویت ہلال رمضان وسماع طلاق وعتق وغیرہ میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی و حاضری دارالقضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتق غلام ونکاح ومعاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول معمول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

طالبہ جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہوسکتا۔

مطلوبہ جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جوابدہی میں جانا ضرور یہ صورتیں بھی علماء نے شمار فرمائیں۔ مگر بحمداللہ تعالیٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آکر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول یہ بیان کافی وصافی بحمداللہ تعالیٰ تمام صور کو حاوی ووافی بعونہ تعالیٰ اب جواب جزئیات ملاحظہ ہوں۔

جواب ۱ وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں سب صور کا مفصل بیان مع شرائط ومستثنیات گزرا۔

جواب ۲ اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصورت استثناء۔

جواب ۳ زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت وتعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائط مذکورۂ اصل اول جائز مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل وخلاصہ وفتح القدیر وبحرالرائق واشباہ وغمز العیون وطریقہ محمدیہ ودرمختار وابوالسعود وشرنبلالیہ وہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے اگرچہ محارم کے یہاں۔ علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفیٰ رحمتی وعلامہ محمد شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبداللہ بن عمرو حدیث خولہ بنت النعمان وحدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فلتنظر نفس ماذا تری اور اگر شادیاں ان فواحش ومنکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جب کہ مہر معجّل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب ٤ نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب ٥ وہ مکان اگر اس زن محرم کا مسکن ہے تو اس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع وممنوع مل کر نا ممنوع ہوں گے۔

جواب ٦ اگر وہ مکان ان زناں محارم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گذرا ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

جواب ۷ اللّٰھم انی اعوذبک من الفتن والافات و عوارلعورات ۔ یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے علماء کرام نے مواضع استثناء ذکر کر کے فرمایا الافیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین ۔ نہ کہ ان کے ماورا میں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار اس نفی کا عموم سب کو شامل پھر ان مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی اور اس کی مثال خانیہ وغیرہا میں خالہ وعمہ وخواہر سے دی۔ نیز علما نے قابلہ وغاسلہ کا استثناء کیا اور پھر ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنان اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہوتا استثناء میں مادر وخالہ وخواہر وعمہ وقابلہ وغاسلہ کے ذکر کے کوئی معنی نہ تھے۔ احادیث ثلثہ مشار الیہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں حدیثین اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکھٹی ہوتی ہیں بیہودہ باتیں کرتی ہیں حدیث ثالث میں فرمایا ان کے جمع نہ ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گر نے لوہا تپایا جب آگ ہوگیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلا دی۔ رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر ۔عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل ودین سنگ دل اور امرحق سے کم منفعل ہیں ولذالم یکمل منھن الاقلیل ۔لوہے سے تشبیہ دی گئی اور نار شہوات وخلاعات کہ ان میں رجال سے حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اوران کا محلے بالطبع ہوکر اجتماع لوہے اور ہتوڑے کی صحبت ۔اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین ناموس حیا غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھوک دیں گی سلحے پارسا ہے ہاں پارسا ہے وبارک اللہ مگر جان پرادر کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں کیا صحبت بد میں اثر نہیں جب قیموں سے جدا خود سرو آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل ۔فانما خلقت من ضلع اعوج ۔کج سے نبی کج ہی چلےگی آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جسے تشقیف زنان کی پرواہ نہیں یا حالات زمان سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے۔

معذوردار مت کہ تو اورا ندیدہ

مجمع زنان کی شناعات وہ ہیں کہ لاینبغی ان تذکر فضلا ان تسطر جسے ان نازک شیشیوں کی صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرمادیں غرض احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نساء میں خیر وصلاح نہیں آئندہ اختیار بدست مختار۔

جواب ۸، ۹ ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم وجوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاط اعتبار ملک ولحاظ سکونت یہ ان سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب ۱۰ ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گذرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جب کہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشہ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع و باطل ہو اور شوہر جس مکان میں ہے اگر چہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اس کے پاس رہنے کی بھی بشرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجّل کا تقاضا نہ مکان مغصوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورۂ فقہ بجالایا ہو تو واجب انہیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنص قطعی قرآن عظیم حرام ہے اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو وہیں سوت کی شرکت بھی ضرور رساں اور جہاں ساس نند دیورانی جٹھانی سے ہو تو ان سے بھی جدا رکھنا حق زناں والتفصیل فی ردالمحتار۔

جواب ۱۱ یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جواب سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے اور انہیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اٹھو مگر علماء نے اولاً کچھ تخصیص کیں جب زمانہ زیادہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرمادیا۔

جواب ۱۲ اگر جانے کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہی منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کرسکیں گے تو جانا واجب جب کہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو اور نہ یہ نہ وہ تو محل عار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم خصوصاً مقتدا کو ورنہ بشرائط معلومہ جب کہ حالت حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ اگر چہ تحریم نہیں مگر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہنائی کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا اس سے احتراز کی طرف داعی خصوصاً نازک دل عورتوں کے لئے حدیث الخشبۃ ابھی گذری اور اصلاح پر اعتماد نری غلطی بسا کین آفت از آواز خیزد حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

جواب ۱۳ جواب پنجم ملاحظہ ہو عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیارت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جایئے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک توڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب ۱٤ گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لئے ہے جیسے مہر معجّل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یہ اجازت شوہر سے جائز ہو جائے گا والا لا۔

جواب ۱۵ الرجال قوامون علی النساء ۔ (النساء: ۳۴) مرد کو لازم ہے کہ اپنی اہل کو حتی المقدور مناہی سے روکے یایھاالذین امنو اقوا انفسکم و اھلیکم نارا (التحریم: ۶) عورت بحال نافرمانی دوہری گنہگار ہوگی ایک گناہ شرع دوسرے گناہ نافرمانی شوہر اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل مگر جب کہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو مرد مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہوسکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجلس منکرہ میں بھی جانا ممکن

جب کہ مشیر فتنہ نہ ہو۔ والفتنة اکبر من القتل۔ مگر تجسس واتباع عورات ودخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب ۱۶ عورتوں کے لئے محرم عورت کے معنی اصل پنجم میں گذرے اور نہ بھیجنے میں اصلا محذور شرعی نہیں اگرچہ مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر وعظ اکثر واعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل ناعاقل وبیباک ونا قابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سروپا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدث موضوع نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احفاظ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ غایت مقصود پسند عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہاں مغرور کے اشعار گائیں تو شعرائے بے شعور کے انبیاء کی توہین خدا پر اتہام اور نعت ومنقبت کا نام بدنام جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام آج کل اکثر مواعظ ومجالس عوام کا یہی حال پرملال فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ ذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچریاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنان زماں تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر ہے مگر مروجہ غیر ہے ذکر وتذکیر کے وقت لغو ولفظ شرعا ممنوع وغلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل ونادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ وذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زناں کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر ونا منکر مل کر منکر اور بلحاظ تقریر جواب سوم وہفتم یہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ وذاکر عالم سنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس سابق ولاحق وذہاب وایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات وشنائع مالوفہ وغیرہ مالوفہ معروفہ وغیرہ معروفہ سب سے تحفظ تام تحرز تمام اطمینان کافی ووافی ہو اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلا حرج نہیں ہے اجانب فہذا مما استخیر اللہ تعالیٰ فیہ وجیز کروری میں فرمایا عورت کا وعظ سننے کو جانا لاباس بہ ہے۔ جس کا حاصل کراہت تنزیہی امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی اور انصاف کیجئے تو عورت کا ستر کامل وحفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحا میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں توسیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب واحاطہ مقبوضہ اباعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخلے بالطبع ہونا پھر اسے علما نے بلحاظ زماں مطلقاً منع فرما دیا باآنکہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کرلیں مصلے سے الگ بیٹھی خیر ودعا مسلمین کی برکت لیں تو یہ صورت اولی بالمنع ہے شرع مطہر فقط ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیتا اس کا سدباب کرتی اور حیلہ وسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں تو اپنے

مکانوں کی نسبت آیا لا تسکنوھن الغرف۔ عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترنے میں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیٰ و سلمیٰ پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنہ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زنان کو مجمع نا بایستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الخرم سوء الظن۔

نگہ دارد آں شوخ در کیسہ در　　　کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بر

صالح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامہ خاص خصوصاً نساء میں بڑا ہنران ہوئی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبا کھائے لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دریا چلا دیا جائے　　وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو سامان کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر رؤف و رحیم اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مابہ بائن کے اندیشہ سے مالا باس بہ کو منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرما دی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے زید کہے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا جان برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہئے۔

ما کل مرۃ تسلم الجرۃ　　ہر بار سبوز چاہ سالم نرسد

اکل و شرب وغیرہما کی صدہا صورتوں میں اطبا لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا۔ خدا پناہ دے بری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں سے علما کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لئے ہے پھر چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں، خالہ، پھوپی کے بیٹوں کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو و شکم و ساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا تو ڈوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا گھاس ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ ان رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بایں ہمہ رؤف رحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضا کا ستر کیا بعینہ واجب تھا حاشا بلکہ وہی منع دواعی و سد باب پھر اگر ہزار بار دواعی نہ ہوئے تو کیا حکم حکمت باطل ہو جائیں گے شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلا مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا فقیر کے پاس تو یہ ہے۔ اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے بہرحال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز و بے خلل لہٰذا اغفر اللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ و ذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جا سکتا ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالی اعلم و عملہ جل مجدہ اتم و احکم

مسئلہ ٤٦ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم وزر کے چراغ میں بغرض اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لینا کہ مقصود متعارف چراغ ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ قوت عمل وسرعت اثر موکلات مقصود ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب دونوں ممنوع ہیں علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

قال العلامة الوانی المنهی عنه استعمال الذهب و الفضة اذا الاصل فی هذا الباب قوله علیه الصلوة والسلام هذان حرامان علی امتی حل لاناثهم ولما بین ان المراد عن قوله حل لاناثهم مایکون حلیالهن بقی ماعداه علی حرمة سواء استعمل بالذات اوبالواسطة اه اقره العلامة نوع وایده باطلاق الاحادیث الواردة فی هذا الباب اه ابو السعود و منه تعلم حرمة استعمال ظروف فناجین القهوة والساعات من الذهب و الفضة اه ملخصا

علامہ شامی ردالمحتار میں ان تصریحات علامہ طحطاوی کو ذکر کرکے فرماتے ہیں وھو ظاھر۔

اسی میں ہے:

الذی کله فضة یحرمه استعماله بای وجه کان کما قدمناه بلامس بالجد ولذاحرم ایقاد العود فی مجمرة الفضة و مثله بالا ولی ظروف فنجان القهوة والساعة و قدرة التنباک التی یوضع فیها الماء وان لا یمسها بیده ولا یضمه لانه استعمال فیما صنعت له الخ

اور یہ عذر کہ چراغ استصباح یعنی روشنی لینے کے لئے ہوتا ہے اور یہاں اس نیت سے مستعمل نہیں تو جواز چاہئے۔

لما فی درالمختار ان هذ اذا استعملت ابتداء فیما صنعت له بحسب متعارف الناس والا کراهته

مقبول ہے کہ اولاً عندالتحقیق مطلق استعمال ممنوع ہے اگرچہ خلاف متعارف ہو لاطلاق الاحادیث والادلة کمامر کٹورا پانی پینے کے لئے بنتا ہے اور رکابی کھانا کھانے کو پھر کوئی نہ کہے گا کہ چاندی سونے کے کٹورے میں پانی پینا یا اس کی رکابی میں کھانا کھانا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

ماذکره فی الدار من اناطة الحرمة بالاستعمال فیما صنعت له عرفا فیه نظر فانه یقتضی انه لو شرب اواغتسل بانیته الدین اوالطعام انه لا یحرم مع ان ذلک استعمال بلا شبهة داخل تحت اطلاق المتون والادلة الواردة فی ذلک الخ

ثانیا استصباح چراغ خانہ سے مقصود ہوتا ہے۔ یہ چراغ اس غرض کے لئے بنتا ہی نہیں اور جس غرض کے لئے بنتا ہے اس میں استعمال قطعاً متحقق تو استعمال فیما صنع له موجود ہے اور حکم تحریم سے مفر مقصود ہاں اگر سونے کا ملمع یا چاندی کی قلعی کرلیں تو کچھ

حرج نہیں علامہ عینی فرماتے ہیں:

اما التمویہ الذی لا یخلص فلا باس بہ بالاجماع لانہ ستھلک فلا عبرۃ ببقائہ لونا انتھی. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب

مسئلہ ۴۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں، اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے پان چھالیاں کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیربار ہوتے ہیں اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون وبدنام ہوتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟ **بینوا توجروا**

الجواب سبحان اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اولاً یہ عوت خود ناجائز وبدعت شنیعہ وقبیحہ ہے امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصعھم الطعام من النیاحۃ

ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔اسی طرح علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور الافی الشرور وھی بدعتۃ مسقبحتۃ

فتاویٰ خلاصہ فتاویٰ سراجیہ وفتاویٰ ظہیریہ تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیہ اور تاتارخانیہ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے:

وللفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ اھ زاد فی الخلاصۃ لان الضیافۃ یتخذ عندالسرور

غمی میں تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

یکرہ اخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تاسف فلا یلیق بھا ما یکون للسرور

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے کہ لائق نہیں تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لاباس الجلوس المصیبۃ الی ثلث من غیر ارتکاب مخظور من فرش البسط والا طعمۃ من اھل المیت

مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف کھانے۔ امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں: **یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع** یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔ **اطال ذلک فی المعراج وقال ھذہ الافعال کلھا السمعۃ والریاء فیحترز عنھا**

یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔ جامع الرموز آخر الکراہۃ میں ہے: **یکرہ الجلوس لمصیبۃ ثلثۃ ایام اواقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذا لایام و کذا اکلھا کما فی خیر ۃ الفتاوی**

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاوٰی میں تصریح کی فتاوٰی القروی اور واقعات المفتیین میں ہے: **یکرہ اتخاذا الضیافۃ ثلثہ ایام و اکلھا لانھا مشروعۃ اللسرور** تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوتی ہے۔

کشف الغطا میں ہے: ''ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت را وپختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات چہ ایشاں رابسبب اشتغال بمعصیت استعداد وتہیہ آں دشوار است۔

اسی میں ہے ''پس انچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را ور سوم وقسمت نمودن آں میاں اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں درخزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور ست نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور۔

ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نار اوسیصلون سعیرا (النساء : ۱۰)

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہے بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے قال اللہ تعالیٰ **لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل** (النساء ۲۹) خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے نہ اس کے باپ نہ اس کے وصی کو **لان الولایۃ للنظر للضرور** ۔علی الخصوص اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے اولعیاذ باللہ رب العالمین ۔ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرلے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود بالغ ونابالغ راضی ہوں۔

خانیہ وبزازیہ وتتارخانیہ ہندیہ میں ہے: **واللفظ لھاتین ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ**

نیز فتاویٰ قاضی خان میں ہے: **ان اتخذولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا تیخذ من الترکۃ**

ثالثا یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی قال اللہ تعالیٰ **ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** ۔نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لئے ناجائز تر ہوگا۔

کشف الغطا میں ہے: "ساختین طعام در روز ثانی وثالث برئے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایشاں را بر گناہ۔

رابعاً اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنا پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بے چارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلہ کے لئے کھانا پان چھالیاں کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لئے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن ان کے دین ودنیا کا ضرور ہے ترک کردیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں واللہ الہادی۔

تنبیہ اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کیلئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھاسکیں اور باصرار انہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لئے بھیجنے کا ہر گز حکم نہیں اور ان کے لئے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطا میں ہے: ''مستحب ست خویشاں و ہمسایہ ہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز الحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ ست اھ ملخصا۔

عالمگیری میں ہے: حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معھم فی الیوم الاول جائز لتوغلم بالجھاز و بعدہ یکرہ. کذافی التتار خانیہ

تنبیہ قداریناک قطافر النقول وانما الواجب اتباع المنقول وان لم یظھر وجھہ للعقول کما صرح بہ العلماء الفحول فکیف اذا کان ھوالمعقول ولا عبرۃ بالبحث مع نص ثبت فکیف مع النصوص وقد توافرت لا نظر فیہ العلامۃ الفاضل ابراھیم الحلبی حیث اورد المسالۃ فی اواخر الغنیۃ عن فتح القدیر وعن البزازیۃ ثم قال ولا یخلو عن نظر لانہ لادلیل علی الکراھۃ الا حدیث جریر بن عبداللہ المتقدم وانما یدل علی کراھۃ ذلک عندالموت فقط علی انہ قدعا رضہ مارواہ الامام احمد بسند صحیح و ابوداؤد (ای والبیھقی فی دلائل النبوۃ کلھم) عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی جنازۃ تذکر الحدیث قال فلما رجع استقبلہ داعی امراتہ فجاء وجئی بالطعام فوضع یدہ و ضع لقوم فاکلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ الحدیث. قال فھذا یدل علی اباحۃ صنع اھل المیت الطعام والدعوۃ الیہ اہ مختصرا وقد تکفل بالجواب عنہ العلامۃ الشامی فی ردالمحتار فقال فیہ نظر فانہ واقعۃ حال لاعموم لھا مع احتمال سبب خاص بخلاف مافی حدیث جریر علی انہ بحث فی لمنقول فی مذھبنا و مذھب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلال بحدیث المذکور علی الکراھۃ الخ۔

اقول ولم یتعرض لاعتراضہ الاول لکونہ اظھر سقوطا فاولا نحن مقلدون لا منتقدون فمابالنا بالدلیل وعدم وجداننا لا یدل علی العدم و ثانیا ماذکروا جمیعا من انہ انما شرع فی السرور لا فی الشرور کاف فی الدلیل و ثالثا لا ادری من این اخذ رحمہ اللہ تعالی تخصیص افادۃ الکراھۃ فی الحدیث بساعۃ الموت الیس منعھم الطعام فی الیوم الثانی و الثالث و مثل صنعا من اھل المیت لاجل المجتمعین فی الماتم ام انما تحرم النیاحۃ عندالموت فقط لا بعدہ فان ارادا ان المعروف فی عھدھم کان ھوا اجتماع والصنع عندہ لا بعدہ طولب بثبوتہ و علی تسلیمہ حققنا المناط کما افادوا فتذھب خصوصیۃ الوقت ملغاۃ ھذا ورایتنی کتبت علی ھامشرد المحتار علی قولہ واقعۃ حال مانصہ لان وقائع العین مظان الاحتمالات مثلا یمکن ھھنا ان الدعوت کانت موعوثۃ بھذا لیوم من قبل واتفق فیہ الموت فانقلت ھل من دلیل علیہ قلت من دلیل علی نفیہ وانما الدلیل علیکم لاعلینا فھذا ھو النظر الرابع فی کلامہ علا ان ضیافۃ الموت ضیافۃ تتخذ لاجل الموت و ضیافۃ

الصحابة رضی اللہ تعالی عنهم للنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لم تکن موقوفه علی موت احد ولا حیاته فلو ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما وقع عنهم مرارا فلم یکن فیه احداث شئی من اجل الموت بحیث لولم یقع الموت لم یکن بخلاف مانحن فیه فانه انما یکون لاجله بحیث لولم. یکن لم یکن فهذا الخامس علاان الخاطر والمبیح اذا نقول بالماوضة بل یقدم الخاطر هذا السادس هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی و بالجمعلة فلیس لنا البحث فی المنقول فی المذهب وهو النظر السابع المذکورا اخرفی کلام الشامی واللّٰه تعالی الموافق اه

ماکتبت علیه مزید اواما المولی الفاضل علی القاری علیه الرحمة الباری فحاول تاویل نصوص المذهب ظنامنه انها تخالف الحدیث فقال فی المرقا ة شرح المشکو ة باب المعجزات قبیل الکرامات تحت قول الحدیث فاکلوا هذا الحدیث بظاهره یرد علی ماقرره اصحاب مذهبنا من انه یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول او لثالث اوبعد الاسبوع کمافی البزازیه ثم اورد نصوص الخلاصه والزیلعی والفتح قال والکل عللوه بانه شرع فی السرور لا فی الشرور و ذکر قول المحقق حیث اطلق انها بدعة مستقبحة واستدلال له بحدیث جریر رضی الله تعالی عنه قال ان یقید کلامهم بنوع خاص من اجتما ع یوجب استحیاء اهل بیت المیت فیطعمونهم کرها اویحمل علی کون بعض الورثه صغیرا او غائبا اولم یعرف رضاه اولم یکن الطعام من عند احد معین من مال نفسه لان من مال المیت قبل قسمة و نحو ذلک و علیه یحمل قول قاضی خان یکره اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام تاسف فلا یلیق بها ما یکون للسرور اه اقولاولا قدنبا ناک ان الحدیث لا ورودله علیهم بوجوه۔

وثانیا لا مسا غ للتقید فی کلماتهم بعد مانقل هو عنهم انهم جمعا عللوه بانه انما شرع فی السرور لافی الشرور وان الامام فقیه النفس قال انها ایام تاسف فلا یلیق بها عوائد التسرور فان الالجاء الی الطعام کرها اوالتصرف فی مال بغیر اذن مالکه واحدما لکه لا سیما الصغیر مما لاتجویز قط فی السرور ولا فی الشرور فی هذا یرتفع الفرق وهم مصرحون به عن اخرهم فیکون تحویلا لاتاویلا

وثالثا ماذکر ثانیا من التقیید بمال صغیرا و غائب الخ العد وا بعد وکیف یحل علیه کلام الخانیة من انه قال متصلا بما مروان اتخذ طعاما للفقراء کان اذا کانوا بالغیر فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکة اه مثله کلام البزازیة والتتار خانیه والهندیة وغیرها فانه ظاهر فی انهم یضرقون بین الضیافة واتخاذ طعام للفقراء فیحکمون علی الاول بالکراهة و علی الثانی بالحسن و یقید ونه بما اذا کانوا بالغین و قد صراحوا بمفهوم القید بمنعه من الترکه اذا کانوا قاصرین فلو کانت الکراهة فی الاول ایضا مقصورة علی ذلک لا رتفع الفرق۔

ورابعا لوارد واهذا لكان من امستعبدتظافرهم على التعبيرلا بالكراهة فان الاتخاذو الحال هذا من اشنع المحرمات القطعية كما لا يخفى

وخامسالئن سلمنا ما افاده فى التاويل اول لكان الحكم فى مسالتنا هذا هوا لمنع مطلقا فانهن يجتمعن عند اهل الميت ويكن فى بيته يومين اواكثر والانسان يستحيى ان يقيم احد ابيبته جائعافيضطر الى اطعامه رضى او سخط وقد علم كما ذكر فى السئوال انهم الم يفعلوا يصيروا عرضة لمطاعن الناس فليس الاطعام المعهودا لا على الوجه المردود و هذا ما قال فى معراج الدراية انها كلها للسمعة والرياء كما قدمنا فهذا التخصيص يودى الى التعميم و لوراء ى الفضلان الحلبى والقارى ما عليه بلاد نا لا طلقا القول جازمين بالتحريم لا شكان فى ترحيصه فتح باب لشيطان رجيم وايقاع المسلمين لاسيما اخفاء ذات فى حرج عظيم وضيق اليم فنسال اللّٰہ الثبات على الصراط المستقيم والحمد للّٰہ رب العالمين و صلى اللّٰہ تعالى على سيدنا محمد واله اجمعين۔

مسئلہ ۴۸ معروض۔ بعض کلمات کے احکام معلوم کرنا چاہتا ہوں امید کہ جواب سے جلد معزز ہوں۔

(۱) ایک سنی شخص کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ معتزلہ دار جنت میں رویت باری عزوجل کے منکر ہیں ان صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہوگی شاید لفظ مومنین کے لئے بھی ذکر میں تھا اگر چہ یہ ایک شبہ ہی شبہ سا یاد پڑتا ہے یہ کہنا کیسا ہے ایک صاحب نے خود اپنا نام ابوالبرکات رکھا اس پر اب آزاد کا اور اضافہ کیا جس کی ایک واہی تباہی روایت چھپوا کر تقسیم کی اس کی بابت ایک صاحب نے کہا کہ یہ نام انہوں نے کہاں سے رکھا کچھ اللہ میاں کے یہاں تو ان کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں جس پر کہا گیا کہ لوح محفوظ میں تو سب لکھا ہوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے اس پر ان صاحب نے کہا میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو نام ماں باپ رکھتے ہیں وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے ظاہراً ان قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کر کے وہ نام ہی لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے اور جو خود گھڑتے ہیں وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا نام یہ رکھے گا نام کر کے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے غرض ان کا یہ مقولہ کیسا ہے اور اس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہو نہ خود رکھا ہوا۔ ایک سنی صاحب کے سامنے میں نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت خصائص ہیں بعض وہ احکام شرعیہ جو عام ہیں ان سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس پر ان صاحب نے کہا جبھی تو بعض جہلا کہنے لگے تھے کہ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے اس پر میں نے کہا کہ بعض جہلا کی کیا تخصیص ہے۔ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے ہی انہوں نے بھی اس کا اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزوجل کے مرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے جو اللہ عزوجل کا حکم تھا تو اصل میں حضور متبع حکم الٰہی اور رضا جوئے الٰہی ہوئے ان کی اس وقت کی طرز تقریر اور حالت سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزوجل کو رضا جوئے محمدی کہنے لگے تھے کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزوجل بھی ویسا ہی وحی نازل فرمادیتا

ہے یعنی اللہ عزوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے حالانکہ اصل میں حکم الٰہی وہی ہوتا ہے اور اسی کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں غرض ان کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جہلا بھی الخ کا کیا حکم ہے اور اس کا کل مقولہ جو اس کے بعد کہا گیا۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انہوں نے کہا اچھا ہوا چوری ہوئی پھر بعض دفعہ تو ظاہر کلام سے وہی مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اس کا انہیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہوا کہ چوری ہوئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دفع ہوگیا۔ دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے ایک شخص سے کوئی کلمہ خلاف نکلا بعد کو اس نے اس سے صراحتاً انکار اور اس کا قبیح تسلیم کر لیا یا اس کو چھوڑ کر اس کے مخالف کلمہ کا اقرار کیا۔ آیا توبہ ہوگئی یا ضرور ہے کہ لفظ توبہ کہے۔ ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا کہ نہ معلوم تمہیں فلاں مکان (نام لے کر) سے کیا عشق ہے شوہر نے کہا خدا جانے اس پر اس عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے اور اس کے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمہارے حیلے حوالے بیکاریاں بے پرواہیاں ہیں۔ یہ جملہ کیسا ہے اس کا کیا حکم ہے نقل اسولہ میرے پاس موجود ہے جواب سے جلد معزز ہوں۔

میرے لئے دعائے عافیت دارین ضرور فرمائیں اس زمانہ فتن میں مولیٰ تعالیٰ ہم اہل سنت کے ایمان کی خیر رکھے آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ سلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

الجواب مولیٰ عزوجل فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی۔ روافض معتزلہ کہ رؤیت الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے وہابیہ کہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہراً قائل کی یہی مراد تھی کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وہ ضرور گمراہ اور خارج از اہل سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلاشبہ لوح محفوظ میں ہر صغیر و کبیر مستطر ہے جو اسم بحیثیت علم دنیا میں کسی کے لئے ہے لوح محفوظ میں وہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا ہے یا اپنا یا اور کا۔ اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہوگئے اور وہ انہیں دوسرے ناموں سے روز قیامت پکارے جائیں گے اور جو شخص اپنا نام بدل کر اور کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ علم ہو کر نہ لکھا گیا ہاں یہ واقع ضرور مکتوب ہے ظاہراً یہی مراد۔ قائل نے یہ نہ کہا اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ ان کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو یہ سلب کتابت نہیں بلکہ کتابت علمیت ہے اور یہ صحیح ہے جب کہ اس وضع کئے ہوئے نام نے حیثیت علمیت پیدا نہ کی۔ ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہئے جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے زبان اردو میں میاں کے تین معنی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہٰذا اس کا

اطلاق محمود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) قائل کا کہنا کہ جبھی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلا شبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلا شبہ کوئی بات اس کے خلاف حکم نہیں فرماتے اور بلا شبہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی (الاضحی ۵) قدنری تقلب وجهک فی السماء فلنولینک قبلة ترضها فول وجهک شطر المسجد الحرام (البقرہ)

حکم الٰہی بیت القدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلب اقدس استقبال کعبہ چاہتا تھا مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرمادیا اور جو حضور چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہی قبلہ مقرر فرمادیا یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں اری ربک یسارع فی ھولک ۔میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ (رواہ البخاری)

یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہا ایسے خصائل دیکھ کر بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے کہ الخ یہ بتا رہا ہے کہ شاید ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر رکھی حدیث روز محشر میں ہے رب عزوجل اولین وآخرین کو جمع کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے گا: کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب میں تمہاری رضا چاہتا ہوں

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم — خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بالجملہ کلمہ بہت سخت اور شنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا۔ توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استحلال بلکہ استحسان ہو کر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس سے مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے پھر کبھی یہ براہ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے کبھی براہ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اس عداوت کا تابع رہے گا مذمومہ ہے یہ بھی قبیح و مذموم ہے اگر عداوت محمودہ ہے جیسے کہ اعداء اللہ سے دشمنی تو اس میں بھی حرج نہیں۔

ربنا اشدد علی قلوبھم واطمس علی اموالھم

جب دعا سے ان کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اس پر خوش ہونا کیا بیجا ہے کبھی وہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور وہ اگر بہ نیت صحیحہ ہو غیر محظور کہ یہ اس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی جو قول بیجا صادر ہوا تھا اس ندامت اور اس سے بد تری درکار ہے۔

السر بالسرو العلانیة بالعلانیة۔ واللّٰہ تعالی اعلم

(۶) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے نہ زنہار اس کے کلام سے سامع کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے بلکہ شوہر نے کہا تھا۔ خدا جانے یعنی کوئی سبب خفی ہے جو مجھے نہیں معلوم یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں یعنی کچھ بھی سبب خفی نہیں محض تمہاری بے پرواہیاں ہیں اسے اس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بغرض غلط اگر نفی علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہرگز بو بھی نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا۔ اور علم الٰہی سے کسی شے کی نفی اس کے وقوع کی نفی ہے کہ واقع ہوتا ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔

فکان من باب قوله تعالی وجعلو اللّٰہ شرکاء قل سموهم ام تنبئونه بمالا یعلم فی الارض

ہاں ارسال لسان ہے جس سے احتیاط درکار اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفرن العشیر میں داخل کرنے کو بس ہے توبہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ علمجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۴۹ امی سنت قامع بدعت ماحی فتن لازالت شمس افادتہم طالعۃ۔ پس از ہراز مراسم سلام وتحیۃ مدعا نگار کہ اس مسئلہ کا جواب روانہ فرمایا جائے کہ بکر کا استاد خالد اب بدمذہب ہوگیا تو آیا بکر کو اس کی تعظیم بحیثیت استادی کرنا چاہئے یا نہیں اگرچہ بکر بحیثیت بدعقیدگی اس اپنے استاد سے قطعاً محبت نہیں رکھتا ہے بلکہ برا سمجھتا ہے صرف ظاہری مدارات اور تعظیم کرتا ہے تو کچھ خرابی ہے یا نہیں۔ مدلل ارشاد ہو بکر کہتا ہے کہ مرادل بہ سبب بدمذہبی استاد کی ظاہری تعظیم کو بھی نہیں گوارا کرتا تو زید جو کہ بکر کا ہم مذہب ہے کہتا ہے کہ نہیں ظاہری تعظیم کرلیا کرو۔ بحیثیت استادی ہاں اس سے من حیث الاعتقاد نفرت رکھو۔ یہ قول زید کا کیسا ہے۔ زیادہ ادب فقط

سید اولاد رسول محمد میاں عفی عنہ قادری برکاتی مارہری

۲۴/ رجب المرجب روز جمعہ ۱۳۲۹ھ از بدایوں مدرسہ قادریہ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ حضرت والا برکت صاحبزادہ رفیع القدر جلیل الشان حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم بعد آداب گزارش۔ کرامت نامہ تشریف لایا بعد اس کے روندۂ مخزولہ میں بریلی بدایوں سے پچاس سے زائد رسائل شائع ہوئے تعظیم بدمذہبان کی شناعت آفتاب سے زیادہ روشن کردی گئی یہاں تک کہ فتاوے الحرمین شائع ہوا اب کوئی حاجت اس مسئلہ میں کسی تفصیل کا باقی نہ رہ گئی ہے جس کو شک ہے وہ ان رسائل اور فتاوے الحرمین کی طرف رجوع لائے وہ بھی عام بدمذہبوں کے لئے تھا نہ کہ خاص مرتدین ان کے لئے اسی قدر بس ہے کہ درمختار میں ہے۔ تبجیل الکافر کفر. واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰ کیا فرماتے ہیں حضرت علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) جملہ انبیا کرام علیہم الصلوۃ والتسلیم قبل بعثت بہر حال عمداً وسہواً کفر وضلالت سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں۔

(۲) اسی طرح منفرت ذنوب ومحتصرات امور سے باجماع۔

(۳) اسی طرح بعد بعثت تمام صغائر وکبائر سے عمداً باجماع۔

(۴) بعد بعثت تمام صغائر وکبائر کے بارے میں سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۵) قبل بعثت تمام صغائر وکبائر کے عمداً یا سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۶) امور تبلیغہ میں کیا اجتماعی ہے اور کیا اخلاقی۔ **بینوا توجروا**

الجواب

(۱) بے شک۔

(۲) ہاں نہ صرف ذنوب بلکہ ہر اس امر سے جو باعث نفرت خلق وننگ عار وبدنامی ہو اگرچہ اپنا گناہ نہ ہو جیسے جنون وجذام و برص ودناءت نسب وزنائے امہات وازواج۔

(۳) بعد بعثت تعمد کبائر سے باکماع اہل سنت معصوم ہیں اور مذہب صحیح وحق ومعتمد میں صغائر سے بھی۔ اور خلاف ضعیف ایسے درجہ سقوط میں ہے کہ قابل اعتداد نہیں بلکہ انصافاً سیرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے خلاف پر اجماع صحابہ بتا رہی ہے مجوز نے اس نکتہ سے غفلت کی لہٰذا اس کا قول نادانستہ مصارم اجماع واقع ہوا **کما یظھر بمطالعة الشفاء الشریف وباللّٰہ التوفیق**

(۴) حق یہ ہے کہ بعد بعثت صدور کبیرا سہواً سے بھی معصوم ہیں اور سہواً صغیرہ غیر منفرہ میں اکثر اہل ظاہر جانب تجویز ہیں اور جماعت اہل قلب جانب منع واختارہ الامام ابن حجر المکی وغیرہ اور حق یہ کہ نزاع صورت صغیرہ میں ہے ورنہ بحال سہو معنی وحقیقتاً نافرمانی خود ہی مرتفع ہے۔

(۵) کفر وضلال ومنفرات سے قبل بعثت بھی معصوم ہیں باقی میں اختلاف ہے اور اس قدر میں شک نہیں کہ وہ ہر عیب وریب سے ہمیشہ منزہ ہیں یہ عصمت مصطلحہ اس وقت ثابت ہو یا نہ ہو۔

(۶) تبلیغ قولاً ہو یا فعلاً اس میں تعمد مخالفت سے بالا رادہ معصوم ہیں اور اقوال تبلیغہ میں سہو وخطا سے بھی۔ افعال تبلیغہ میں اختلاف ہے ظاہر اولہ جواز ہے مگر اس پر تقریر ممکن نہیں۔

بلکہ انتباہ واجب ہے۔ اور ایک جماعت صوفیہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر مطلقاً سہو نا جائز مانتے ہیں اس قول کی تفصیل وتاویل فقیر کے الفیوض المکیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا تلفظ یا طریقہ ذکر بطور مشائخ کرام سکھانے میں پہلے نفی مع منفی ادا کرنا اور پھر اس کی مفصل ضروری ترکیب ہر حرف ادا کرنے کی بتا کر پھر الا اللہ ادا کرنا اور کسی ضرورت یا عذر کی وجہ سے مستثنیٰ منہ میں وقف اور فصل سے ادا کرنے میں کوئی محذور شرعی تو نہیں۔

(۲) اگر ضرورت حرف مستثنیٰ منہ کے متعلق کچھ دریافت یا بتانے کی ہو تو اس میں حرف تلفظ نفی ومنفی پر ہی اقتصار میں کوئی محذور شرعی ہے یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب حالت ضرورت مستثنیٰ ہے اگر صرف مستثنیٰ منہ تک پہنچا تھا کہ چھینک یا کھانسی آنے یا سانس ٹوٹ جانے سے مجبوراً رکنا پڑا تو حرج نہیں معادل میں الا اللہ کہے پھر بعد رفع عذر زبان سے الا اللہ کہے اور بلا عذر مجبوری صرف مستثنیٰ منہ پر اقتصار ممنوع ہے تعلیم طریقہ ذکر میں ایک ایک کلمہ جدا کرنے میں حرج نہیں مثلاً چار ضربی یوں بتائے کہ پیشانی محاذات زانوے چپ میں لا کر لا کا لام شروع کرے اور اس کے الف کو زانوئے راست تک کھینچ کر لے جائے اور الہ منہ پھیر کر کہے الا اللہ کی ضرب قلب پر کرے اور اس میں کہیں نفی محض نہ آسکی بچوں کو تعلیم کرنی ہو تو اس میں بھی یونہی سکھائے کہ پہلے لا کہے جب وہ اسے کہہ لیں الہ کہے پھر "الا اللہ" کہلوائے اگر کسی مسئلہ کا بیان صرف نفی سے متعلق ہو تو وہ پورا کہہ کر بھی بیان ہوسکتا ہے مثلاً **لا الہ الا اللہ** میں لا نفی جنس کا ہے الہ اسم ہے خبر مقدر ہے لا الہ اللہ میں لا کا مد زیادہ نہ بڑھاؤ الا اللہ میں الہ پر نہ رکو یا لا الہ الا اللہ میں الہ کی ہ کو اشباع نہ کرو غرض مجبوری وضرورت کوئی صورت ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ خواہی نخواہی نفی پر اقتصار کرنا پڑے اور اگر ایسا معلوم ہو بھی مثلاً بچے کو دو دو لفظ تعلیم کرنے میں پہلے دو لفظ کہہ کر اتنا انتظار کرنا ہوگا کہ وہ ان کو ادا کرلے پھر الا اللہ کہا جائے (بشرطیکہ حاجت اس کی طرف داعی ہو ورنہ بچے سے بھی اس پر اقتصار کرانا نہ چاہئے) تو یوں کرے کہ تعلیم کی آواز سے دو لفظ کہہ کر معاً اس سے کم آواز سے الا اللہ کہہ لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہوگیا اس پر پانی ڈالا اور اسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھ ڈالے اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اس کے دھوئے بغیر قطرے پونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہو جائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاک نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے۔

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہو جائے گا یا نہیں اگر نہیں تو کیا کرے خاص کر اس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضروری ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا تو اس کا بھی دور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات وتقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہوجائے اور غیر مرئیہ ہو تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو جیسے مٹی کا گھڑا یا متعسر ہو جیسے بھاری قالین دری توشک لحاف وہاں انقطاع تقاطر ذہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے۔ بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہہ جانا چاہئے اگرچہ پہلی دھار بھی حصہ زیریں پر باقی ہو مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ بھی ایڑی سے بہہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اتر گیا تطہیر ہوگئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا تو طہارت نہ ہوگی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے در پے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لئے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہوگیا۔

درمختار میں ہے:

یطھر محل نجاسة مرئیة بقلعھا ای زوال عینھا واثرھا ولو بمرة اوبما فوق ثلث فی الاصح ولا بضر بقاء اثر لازم و محل غیر مرئیه بغلبة ظن غاسل طھارة محلھا بلا عدوبه یفتی و قدر بغسل و عصر ثلث فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطرو بنشرب النجاسة والافبقلعھا

ردالمحتار میں ہے:

تثلیث جفاف ای جفاف کل غسلة من الغسلات الثلاث وھذا شرط فی غیر البدن و نحوہ امافیہ فیقوم مقامہ توالی الغسل ثلثا قال فی الحیلة الاظہران کلا من التوالی والجفاف لیس بشرط فیہ وقد صرح بہ فی النوازل وفی الذخیر ة ما یوافقہ اہ واقرہ فی البحر

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلاوجہ ہاتھ ناپاک کرلینا مگر جب کہ اس نے ایسا کیا مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اس پر ایک بار پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لئے تو یہ ہاتھ ناپاک ہوگیا مگر ایسی نجاست سے کہ دوبارہ دھونے سے پاک ہوجائے گی اس لئے کہ ایک بار دھل چکی اب پاؤں پر دوبارہ پانی ڈالنا تھا دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا رہتا لیکن اس نے دوبارہ دھوکر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دوبارہ دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگئی اور ہاتھ بدستور اسی نجاست سے نجس رہا اس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اس پر سیلان آب نہ ہوا ب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگئی و ہکذا لہٰذا اسے لازم کہ پاؤں پر دوبارہ پانی نہ بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور ہو ہاتھ جدا دوبارہ دھولے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثة متفاوة فی النجاسة فالا لاولی یطہر مااصابتہ بالغسل ثلثا والثانیة بالثنتین والثالثة بواحدة و کذا الاوانی الثلثة التی غسل فیہا واحدة بعد واحدة و قیل یطہر الاناء الثالث بمجرد الا راقة والثانی بواحدة والاول بثنتین اہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھ لیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہوچکی اور قہستانی میں ہے۔ اوصلی الامام صلاتہ مع بعض القوم لایقضی من فاتت تلک الصلاة عنہ لافی الیوم الاول ولا من الغدا انتہی۔ بینوا توجروا

الجواب اللھم ھدایة الحق والصواب۔ صورت مستفرہ میں جماعت باقی ماندہ بے شک دوسرے دن ادا کریں کہ نماز عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش کا عذر شرعاً مسموع فی الدر المختار:

توخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط اہ

اور صلاة العید میں جواز تعداد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے اور راجح جواز فی الدالمختار:

تو دی بمصر واحد بمواضع کثیر ۃ اتفاقا اہ

تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے کلام قہستانی وغیرہ اس صورت میں ہے جب عامہ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل: حیث قال من فاتتہ صلاۃ العید مع الامام لم یقضھا لان الصلوۃ بھذا الصفۃ لم تعرف قربۃ الابشرائط الاتمم بالمنفرد۔ اہ

اس عبارت تنویر البصار مورث تنویر الابصار امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی نے ابتدا اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم واہم راہ نہ پائے۔ حیث یقول ولا یصلبھا وحدہ ان فانت مع الامام اہ

یوہیں امام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی کا اپنے متن وشرح وافی وکافی میں ارشاد ازالہ اوہام وایقاظ افہام کے لئے کافی ووافی۔

قال رحمۃ اللہ تعالٰی:

لم تقض ان فاتت مع الامام العید وفاتت من شخص فانھالا تقضی لانھا ماعرفت قربتہ الابفعلہ علیہ الصلاۃ والسلام وما فعلھا الا بالجماعۃ فلا تودی الابتلک الصفۃ. اہ. ملخصلا

علامہ بدرالدین محمود عینی رمزالحقائق میں فرماتے ہیں: صلاھا الامام مع الجماعۃ ولم یصلھا ھو لا یقضیہ الافی الوقت ولا بعدہ لانھا شرعت بشرائط لاتتم بالمنفرد. اہ

مستخلص میں زیر قول کنز لم تقض ان فاتت مع الامام لکھتے ہیں: معناہ لولم یصل رجل مع الامام لایقضیھا منفرد الان صلاۃ العید لم تشرع علی سبیل الانفراد۔ اہ

یا یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کر چکا ہو اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں تو اقامت کون کرے فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اسی طرف ناظر: اذ قال من فاتتہ الصلاۃ فلم یدرکھا مع الامام لا یقضیھا لانھا لم تعرف قربتہ الا بشرائط لا تتم بدون الامام ای السلطان اوما مورہ اہ

اسی لئے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: ای وقد صلھا الامام اوما مورہ فان کان ماموراً باقمتھا لہ ان یقیمھا اہ. قلت وقد یشیر الیہ تعریف الامام فی عبارۃ النقایۃ المذکورۃ وغیرھا کمالا یخفی علی العارف باسالیب الکلام

بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہوچکی باقی ماندہ لوگوں کے لئے ممانعت تصور کرنا محض خطا اقول بلکہ اگر نظر

سلیم ہوتو وہی عبارت بعینہا مانحن فیہ بین جواز پر دال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کرچکے تو اس روز بھی نہ پانے والوں کو منع کرتے ہیں: حیث قال لافی الیوم ولا من الغد

اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت نماز عید میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تقدم وتاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت شرح مختصر الوقایہ کے یہی معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہو جاتا ہے یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہوگئی باقی سب کی ناجائز کمافی درالمختار: علی المرجوح فالجمعة لمن سبق تحریمة اھ

تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے اور قاطع شعب یہ ہے کہ درمختار میں درصورت فوات مع الامام تصریح کی۔

لوامکنه الذهاب الی امام اخر فعل لانها تودی بمصر واحد الخ

حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے:

لوقدر بعد الفوات مع الامام علی ادراکها مع غیره فعل للاتفاق علی جواز تعددها۔ اھ

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو دوسرے کے پیچھے پڑھے اور حالت عذر میں روز اول ودوم یکساں آج نہ پڑھ سکا تو کل کون مانع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵٤ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکراہۃ جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلاً صحیح نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کراہت کے لئے نہیں بلکہ اصل صحت کے لئے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھی ہو تو روز دوم اصلاً صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکراہۃ جائز ہو یا عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے مصنف خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابل اعتماد نہیں اسے نماز عید الاضحیٰ سے اشتباہ گزرا کہ و

للجواز حتی اخروھا الی الغد من غیر عذر لا یجوزا ہ وفی رمز الحقائق للعلامة العینی مثله وفی شرح النقایه للشمس القهستانی لو ترکت بغیر عذر سقطت کما فی الخزانة اه وفی شرح المنیة الکبیر للعلامة الحلبی صلاة عیدالاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدونه اما صلاة الفطر فلا تجوزا لا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول اه وفی الفتاوی الخانیة ان فاتت صلاة الفطر فی الیوم الاول بعذر بعذر تصلی فی الیوم الثانی وان فاتت بغیر بعذر فلا تصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذراو بغیر عذر لا تصلی بعد ذلک واما عید الاضحی ان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر تصلی فی الیوم الثالث فان فاتت فی الیوم الثالث بعذرا و بغیر عذرلا تصلی بعد ذلک۔ اه

بالجملہ اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا۔

اللھم الا مارایت فی جواھر الاخلاطی من قوله اذا فاتت صلو ۃ عید الفطر فی الیوم الاول بعذر او بغیرہ صلی فی الیوم الثانی ولم یصل بعدہ اہ فیظن ان یکون خطاء من الناسخ و تحمل ان یکون خلطا من الاخلاطی فانی رایت له غیرما مسئله خالف فیها الکتب المعتمد ۃ والاسفار المعتبر ۃ. واللّٰہ سبحانه وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد مصارف درگاہ بعض اولیاء اللہ کے لئے وقف ہے ہمیشہ اس کا تمام بندوبست وانتظام بدست متولیان والا مقام رہا اپنی جگہ دوسرے کو متولی کرنا بھی اکثر انہیں کی رائے پر رہا بعض متولیوں نے اپنے بعد تولیت وصیت کی کہ موصی لہ بربنائے وصیت ان کے بعد متولی ہوا اور بعض نے اپنی حیات وحالت صحت ہی میں تولیت اہل خاندان سے کسی دوسرے کو عطا کردی کہ وہ ان کی صحت میں بجائے ان کی متولی ہوگیا غرض ہمیشہ اختیار ان امور کا بدست متولیان رہا اور عہد قدیم سے اب تک یونہیں اختیارات عامہ انہیں حاصل رہے کہ کسی نے ان کے افعال سے تعرض یا ان کے تصرفات میں دست اندازی نہ کی اب اگر متولی حال اپنی حیات حالت صحت میں اپنی تولیت کلا یا بعضا کسی امین رشید کو منتقل کرے تو یہ انتقال جائز اور متولی ممدوح کو اس کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب جب کہ صورت مسئلہ وہ ہے کہ سوال مذکور ہوئی تو بلا ریب متولی حال کو اپنی حیات وتندرستی میں نقل تولیت کا اختیار حاصل اور جس امین رشید کو وہ متولی کرے بے شک مثل اس کے متولی ہوجائے گا تنویر الابصار:

اراد المتولی اقامة غیرہ امقامه فی حیاته ان کان التفویض له عاما صح والا لا وفی الهندیة عن المحیط اذا اراد المتولی ان یقیم غیرہ مقام نفسه فی حیاته و صحته لا یجوزا لا اذا کان التفویض الیه علی سبیل التعمیم انتهی قلت وتقریر السوال صریح فی عموم الختیار النا شئی عن تعمیم التویض وفی المقام عند تدقیق النظر تنکشف غوامض لا تکاد تخفی علی الفقیه واللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم و علمه جل مجدہ اتم

كتبه

عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه

بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

صورت مسئولہ بلکہ تمام صور اوقات میں از روئے قواعد فقہیہ کے اولاً لحاظ شرائط واقف کا تولیت وغیرہ میں اور نیز مصالح قضاۃ وا حکام اسلام کا ضرور تھا اور درصورت نہ ہونے امر سابق کے تعامل قدیم از قدیم کا اعتبار بغیر عرف حادث کے پس اگر قدیم سے تفویض تولیت کی رائے متصرفین اوقات پر بصورت تعیم ثابت ہو پس بے شک وہ جائز ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے۔ حررہ الفقیر عبدالقادر عفی عنہ۔ (حاشیہ متعلق مسئلہ نمبر ۵۵) فتویٰ بدایوں

سوال درصورت کہ جائدادی وقف برائے خانقاہ وزیارت ومسجد ودرگاہ متعلق آستانہ بزرگے از بزرگان دین از قدیم جاری است وعمل معمول متولیاں سابق برہمین است کہ از اولاد آں بزرگ دو شخص یا زیادہ ازاں متولی می شوند بناء علیہ یکے از متولیاں کہ وفات یافتہ درحالت حیات خود برائے تولیت وقف مقبوضہ خود پسر و پسر دیگر متوفی خود بالمناصفہ بطور وصیت در تولیت شریک فرمودہ پس ایں وصیت صحیح است یا باطل۔

الجواب درصورت مسئولہ موافق معمول سابق وصیت مذکورہ برائے شرکت در تولیت بالمناصفہ جائے پسر و پسر پسر متوفی سابق صحیح است کہ مسئلہ **ینظر فی الوقف الی العهود السابق بین المسلمین**۔ در کتب فقہ ردالمحتار وغیرہ مصرح است و وصیت کہ برائے وارث مطلقاً باطل است و برائے غیر وارث وزیادہ از ثلث باطل است مراد ازاں وصیت در متروکہ مملوکہ موصی است وانہم از رضامندی ورثہ صحیح میگردد کہ حق جملہ وارثان متوفی است وپس کما ہو مصرح فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ الفقیر الحقیر عبدالقادر عفی عنہ۔

ماذکرہ جناب المجیب فلا شک اذ فیہ مصیب واللہ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

(فتویٰ فرنگی محل) ہرچند کہ پسر پسر بوقت وجود پسر از ترکہ میت محروم الارث است مگر شرکتش در وصیت تولیت درست است ہرگاہ متولی تولیت پسر دو شخص کردہ و پسر پسر راہم شریک کردہ وصیت او نافذ خواہد بود موافق وصیت نامہ مرقوہ متوفی تعمیل کردہ خواہد شد

الشئی المفوض لاثنین لا یملکہ احدھما کالوا کیلین و الوصیین والناظرین کذا فی الاشباہ. واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الراجی حضور ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مسئلہ ۵۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین سے ایک بزرگ نے کہ اپنے آبائے کرام کے سجادہ نشین اور جائداد وقفیہ درگاہ خانقاہ کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور نبیرہ احمد بن محمد کے وصیت فرمائی کہ بعد میرے متوفی تمام جائداد و مصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی میں شریک مساوی رہیں اور احمد بن نبیرہ میرا باتفاق اپنے عم مکرم کے تصرفات تولیت عمل لائے۔ بعد انتقال بزرگ موصوف احمد و حامد دونوں نے اس وصیت کو قبول و معتبر رکھا لیکن بعد چندروز کے حامد نے تنہا اپنی تولیت چاہی اور احمد کے ساتھ اتفاق پسند نہ کیا ازانجا کہ احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ اظہار منازعت منظور نہیں لہذا بنظر حفظ حقوق ورعایت مصالح احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ کہ اپنی حیات مس تولیت اپنی کلا یا بعضاً بنام ایسے شخص راشد امین کے منتقل کرے کہ حامد کو استقلال بالتصرف سے مانع آئے اور استخراج حقوق شرعیہ کر سکے آیا یہ انتقال احمد کو جائز اور شرط اتفاق کہ وصیت میں مذکور اس کو مانع اور اس فعل میں غرض موصی و حکم وصیت سے عدول ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

الجواب متولی اوقاف کا اپنی حیات و عالم صحت میں نقل تولیت کرنا اور دوسرے کو بجائے اپنے نہ بطریق توکیل بلکہ علی وجہ الاستقلال قائم کردینا صرف اس صورت میں روا کہ اس کے لئے تفویض عام واختیار تم ثابت ہو ورنہ نہیں۔

تنویر الابصار میں ہے: **اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ ان کان التفویض لہ عاما صح والا لا**

پس اگر احمد بن محمد کے لئے تفویض عام حاصل ہے تو بے شک اسے نقل تولیت پہنچتا ہے اور جسے وہ اپنی جگہ متولی کردے گا تمام تصرفات قوامت میں مثل اس کے نفس کے ہو جائے گا اور اس پر بھی یہی واجب ہوگا کہ باتفاق حامد تصرفات کرے کہ جب وقف واحد پر دو متولی ہوں ان میں کسی کو تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہوتا اور بیع واجارہ وامثال ذلک جو تصرف ایک تنہا کرے گا دوسرے کی اجازت پر موقوف رہیں گے اگر اجازت نہ دے گا باطل ہو جائیں گے اور یہ حکم ایک کے ساتھ مختص نہیں دو ہوں تو دو تین ہوں تو تین جس قدر ہوں ہر واحد استقلال بالتصرف سے شرعاً ممنوع اور اتفاق باہمی سب پر لازم حتمی۔ **والمسئلۃ مصرح بھا فی عامۃ المتون والشروح والفتاوی. والفاضل خیر الدین الرملی اکثر ایراد لھا فی فتاواہ. وقال العلامۃ زین بن نجم المصری فی وکالۃ الاشباہ الشیئ مفوض الی اثنین لایملکہ احدھما کالو کیلین والوصیین والناظرین الخ**

پس بزرگ موصوف نے کہ احمد بن محمد پر اپنے وصیت نامہ میں حامد کے ساتھ اتفاق شرط کیا بے شرط جہت شرع سے خود لازم تھا اس شرط نے کسی امر زائد کا ایجاب نہ کیا اور اسی طرح شرع مطہر حامد پر فرض کرتی ہے کہ باتفاق احمد کام کرے اور ان میں کوئی مستقل بتولیت ومنفرد بتصرف نہ رہے کما ذکرنا لیکن اس لزوم شرطی ووجوب شرعی سے وہ اختیار کہ احمد بن محمد کو تفویض عام سے حاصل ہوا تھا زائل نہیں ہو سکتا۔ **فان الشیئ لایتضمن الطال مالا ینافیہ**۔ ہم کہتے ہیں حامد کو تولیت ثابت احمد کو ناروا رکھنا اور اس کے

ساتھ اتفاق کو کہ شرطاً نہ سہی شرعاً فرض تھا پسند نہ کرنا اور اسے تحصیل حقوق شرعیہ سے مانع آنا کسی کی جانب سے تعدی ہے لاجرم کہے گا احمد بلا جرم ہے اب ہم پوچھتے ہیں پھر حامد کے ترک اتفاق سے احمد کی تولیت باطل ہوگئی لاجرم کہے گا نہیں۔

ولقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا لا یجنی جان الا علی نفسه. وقال ربنا تبارک و تعالیٰ ولا تزر وازرة وزر اخری اب ہم دریافت کرتے ہیں تولیت مسلم اگر تفویض عام کہ احمد کے لئے ثابت تھی اس نااتفاقی حامد سے زائل ہوگئی لاجرم کہے گا نہیں اور ہاں کہیے تو دلیل کہاں ومن ادعی شیئا فعلیہ البرہان پس جب کہ احمد بدستور متولی صحیح وماذون عام ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس تصرف سے مجور اور نقل تولیت سے ممنوع رکھا جاتا ہے مگر تعدی غیر بھی اسباب حجر سے شمار کی جائے گی علما متن وشرح فتاویٰ میں جہاں مسئلہ نقل تولیت لکھتے ہیں تفویض عام کے سوا دوسری شرط ذکر نہیں کرتے پھر ہمیں اپنی جانب سے احداث قید کب روا اگر یہ کہیے کہ متولی منقول الیہ حامد سے اتفاق نہ کرے گا اور شرط تولیت اتفاق ہے تو نقل صحیح نہ ہوگی قلنا اب بھی تو حامد واحمد متفق نہیں جب باوجود اس کے یہ دونوں بدستور متولی ہیں تو اگر ان دونوں میں ایک کے عوض شخص ثالث آجائے تو سوا شخص کے اور بھی کچھ بدلا اس کی تولیت کیونکر صحیح نہ ہوگی ظاہر اًمنشاء اعتراض یہ ہے کہ بزرگ موصوف نے جوان دونوں کے نام وصیت تولیت کی اس نے انہیں دو کو پسند فرمایا اور اس کا مقصود یہی تھا کہ ازمہ تصرفات انہیں دو کے ہاتھ رہیں تیسرا مداخلت نہ کرے جب باوجود بقائے صلاحیت ہر دو ایک کے عوض شخص ثالث قائم کیا جاتا ہے تو یہ غرض موصی کے خلاف اور حکم وصیت سے سرتابی ہے قلنا موصی متبع شرع کو رعایت مصالح وقف رعایت وصیین سے بالضرورت اہم اقدم ہوگی اور اس نے دو کے لئے وصیت نہ کی مگر اس لئے کہ اشتراک آراء کو وقف کے لئے اصلح وانفع سمجھا اور ایک کی رائے پر راضی نہ ہو۔

اوفی العقود الدریة مقصوده اجتماع رای شخصین فی تعاطی امور الوقف ولیس رای الواحد کرای الاثنین

اب کہ حامد احمد بن محمد کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا غرض موصی ومقصود وصیت کے خلاف اس کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ احمد کی جانب بلکہ احمد اس نقل تولیت سے تحصیل غرض اہم میں ساعی ہے کہ خود بلحاظ مصالح خاصہ حامد سے منازعت نہیں چاہتا لہٰذا ایسے شخص کو متولی کرتا ہے کہ اس غرض اہم کو متروک وزائل اور حامد کو تصرف میں مستبد ومستقل نہ ہونے دے اور استخراج حقوق شرعیہ کرسکے یہ معنی عین تمشیت مقصود اعلیٰ ومرام اس نے ہے نہ اس کے نافی ومنافی کما لایخفی بالجملہ برتقدیر ثبوت تفویض عام حامد کا اتفاق سے دست کش ہونا اختیارات احمد کا ازالہ نہیں کرسکتا اور صرف اس وجہ بے اصل سے عدم جواز نقل پر نقل وعقل سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر ناطق واللہ عالم بجمیع الحقائق صلی اللہ علی النبی الصدق الصادق سیدنا محمد افضل الخلائق وعلی آلہ وصحبہ الذین ہم جنة السلام وحبة البوائق۔

مسئلہ ۵۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں:

(۱) ایک مسلم جو نماز خلاف معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا ہے اس کو زجراً ایک اور مسلم نے کہا تو نے نماز کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے اس پر ایک دوسرے نے کہا اور کیا بظاہر اس نے بھی زجراً کہا اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) کافر مرتد مبتدع بدمذہب فاسق یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا، بیٹا بھائی وغیرہ خود لینا کہنا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ ان کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسا ہی مانے یہ کیسا ہے یا ایسے لوگوں کو ابتداً اسلام کہنا یا ان سے خندہ پیشانی سے پیش آنا ہنسنا بولنا ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیادار ہنسنے بولنے کے کئے رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے یا تحریراً تقریراً انہیں عنایت فرمایا کرم فرمایا مشفق مہربان یا جناب صاحب لکھنا یا اسی طرح کے اور برتاؤ ان سے برتنا جیسے آج کل کثرت سے شائع ہیں خصوصاً ایسوں میں کے دنیاوی باثر لوگوں سے اگر چہ مذہبی نقطہ نظر سے انہیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں جائز ہیں یا ناجائز تو کس درجہ کے اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دنیاوی جائز غرض کے حصول کے لئے کریں تو کیا حکم ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جانیں اگر چہ فاعل کی نیت اس تعظیم یا خوش کرنے کی ہو یا نہ ہو کہاں تک اس حد تک نہیں پہنچا کہ فاعل پر بھی خود ان کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ کا عائد ہو۔

(۳) بعض لوگ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پورا نہیں پڑھتے بلکہ عبدالحاجتہ جب پڑھتے ہیں صرف لاحول ولاقوۃ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں یہ اگر چہ سخت قبیح وشنیع ہے مگر اس میں کفر کسی طرح کا بھی نہیں یا کیا اس پورے جملہ کا علم صرف جزناول مدخول نفی مقرر کرنا کہنا کیسا ہے۔

(۴) نصاریٰ وغیرہ کی کچہریوں اور ان احکام، آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عادل کہنا اگر چہ سخت حرام ہے اور فقہا نے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ حکم کفر مسئلہ مفتی بہا ہے کہ ایسے استعمال کرنے والے کافر ہو جائیں اور اگر ہے تو کیا قطعی کفران پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا انہیں کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آجائے۔

(۵) کاتب جو اجرت پر کتابت کرتے اور کتابت میں امر خلاف دین ہو اور اجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اس کو شائع کریں یا کوئی شخص بے اجرت محض مروت سے ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے یا کوئی شخص صفائی خط کے لئے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے اور اس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے یا ان سب صور میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

جواب

(۱) اور کیا کچھ کہنے والے پر بھی الزام نہیں جب کہ اسے بھی اس سارق نماز پر زجر مقصود ہو۔

(۲) ان لوگوں کو بے ضرورت ومجبوری ابتداء سلام حرام اور بلاوجہ شرعی ان سے مخالفت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہیں صریح موجود اور حدیث میں ان سے بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں یو ہیں کلمات مدح حدیث میں ہے۔ اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمن
دوسری حدیث میں ہے: لاتقولو اللمنافق یا سید فانه ان یک سید کم فقد اسخطتم ربکم عزوجل
باقی دنیوی مراسم جن میں تعظیم واختلاط نہ ہوان میں فاسق کا حکم آسان ہے مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی اور مرتد ومتبدع سے بالکل ممانعت اور ضرورات شرعیہ ہر جگہ مستثنیٰ: فان الضرورات تبیح المخطورات
رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں جیسے عمر بن الخطاب علی بن ابی طالب. مع ان الخطاب واباطالب لم یسلمها ان کے ساتھ برتاؤ قولاً وفعلاً ممنوع ہے بے ضرورت اس کا مرتکب عاصی ہے ان کا مثل نہیں جب تک ان کے کفر و بدعت وفسق کو اچھا یا جائز نہ جانے۔

(۳) عندالحاجت صرف لاحول ولاقوۃ پر اقتصار قبیح ہے کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ اپنے حول وقوۃ کی نفی کے لئے ہے علم صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا۔

(۴) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہٰذا تکفیر ناممکن البتہ عادل کہنا ضرور ہے۔ کلمہ کفر ہے مگر محض برائے خوشامد ہوتا ہے لہٰذا تجدید اسلام ونکاح کافی ہاں خلاف ما انزل کو اعتقاداً عدل جانیں تو قطعی وہی کفر ہے کہ من شک فی کفره فقد کفر۔

(۵) القلم احد اللسانین جو زبان سے کہنے پر احکام ہیں وہی قلم پر اور ایسی اجرت حرام اس کی اشاعت حرام اور ایسی مروت فی النار ہاں جب اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داستان امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا

الجواب سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں فیضی بے فیض نے جب داستان امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا اس میں جہاں صدہا کار ناشائستہ واطوار ناباستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیروان پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم مکرم حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسد اللہ واسد رسولہ سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کیے یو ہیں ہزار ہا شہد پن اور مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کردیئے اور انہیں معاذ اللہ عیار زور وطرار کے لقب دے کر بحیلہ داستان جاہل بے چارے تبرائی بنائے یہ اس مرد کی

ناپاک بیبا کی اور خدا و رسول پر سخت جراءت تھی مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

تصدیق بدایوں: للہ در المجیب ما احسنہ من ناطق بالحق مصیب والعلم للہ حررہ المفتقر الی اللہ المدعو لعبد المقتدر عفی عنہ۔

مسئلہ ۵۹ مولانا المعظم والمکرّم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از آداب وتسلیمات معروض۔ اخبار محض جو شہادت میں نامقبول ہے۔ اسی کے معنی اردو میں کیا ہیں اور شہادت شرعیہ کسے کہتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب کسی بات کی خبر ان لفظوں سے دینی جو کسی ایسے لفظ سے خالی ہوں جس کا ہونا شریعت مطہرہ نے اس معاملہ کی شہادت میں ضروری رکھا ہے اخبار محض ہے مثلاً یہ کہنا فلاں جگہ چاند ہوا یا آج چاند لوگوں نے دیکھا اخبار محض ہے کہ رمضان مبارک میں بھی معتبر نہیں اور عیدین میں بے لفظ اشہد یہ کہنا بھی کہ میں نے چاند دیکھا اخبار محض ہے ہر امر میں جتنی شرطیں شریعت نے اس پر صحت شہادت کے لئے رکھی ہیں جو شہادت ان کی جامعہ ہو شرعیہ ہے مثلاً زنا میں تین ثقہ عادل مردوں کی شہادت شہادت شرعیہ نہیں ہلال عیدین میں ایک ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ نہیں، رمضان مبارک میں دس بیس ہنود وہابیہ روافض نیچریہ قادیانیہ وامثالہم کا ہزار حلفوں کے ساتھ شہادت دینا کہ آج ہم نے اس مہینہ کا ہلال دیکھا شہادت شرعیہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰ شہادت کی دو صورتیں جن میں بلفظ اشہد شہادت دینا ضرور ہے تو کیا خاص یہی لفظ ہو یا اس کا صرف اردو فارسی وغیرہ کا ترجمہ بھی ہو سکتا ہے جیسے میں شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ بینوا توجروا

الجواب ترجمہ بھی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۱ روزہ دار سے مجبوراً کراہ شرعی کر کے کسی نے جماع کیا یا کرایا تو روزہ صرف قضا کرے یا مع کفارہ یا کیا؟ بینوا وتوجروا

الجواب صرف قضا ہے۔ اقول اور یہاں اکراہ شرعی کے صرف وہ معنی نہیں کہ قادر کی طرف سے مثلاً قتل یا قطع وغیرہ کی وعید وتخویف ہو جس کا ذکر کتاب الاکراہ میں ہے بلکہ مجرد بے اختیاری بھی مسقط کفارہ ہے اسکی صورت عورت میں ظاہر کہ وہ کمزور ہے پکڑ کر زبردستی علاج کر دیا مرد میں اس کی شکل یہ ہے کہ مریض ہے جنبش کی طاقت نہیں قرب زن سے اس کے آلہ کو انتشار ہوا کہ وہ امر طبعی ہے اس کے دفع پر ہر انسان قادر نہیں عورت کو منع کرتا رہا وہ نہ مانی یہ دفع پر قادر نہ تھا اس نے زبردستی داخل کر لیا۔ اس صورت میں بھی مرد پر صرف قضا ہے۔

یدل علیه قول الفتح مستدلا علی وجوب الکفارة ذلک امارة الاختیار فعلم ان لاکفارة لولا اختیار. واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۲ کانوں میں پانی چلا جانا یا خود اس کا ڈال لینا ناقض صوم نہیں ہے کیا یہی حکم ہے اگرچہ دماغ تک پانی پہنچ جائے یا اب کچھ اور۔ **بینوا توجروا**

الجواب پانی اگر خود چلا جائے اگرچہ دماغ تک بالاتفاق روزہ نہ جائے گا اور اگر یہ ڈالے اور کان کے اندر جوف تک پہنچائے تو اختلاف تصحیح ہے اور فقیر کے نزدیک راجح افطار۔

ردالمحتار میں ہدایہ وتبیین ومحیط وداولجیہ سے عدم الفطر اور خانیہ وبزازیہ وفتح وبرہان سے فطر کی ترجیح نقل کی اس پر حاشیہ فقیر میں ہے:

اقول معلوم ان تصحیح قاضی خان مقدم لانہ فقیہ النفس علی ما فی دلیل الفطر من القوۃ الاتری ان من غیب حشفۃ فی دبرہ اوھی فرجھا افطر مع عدم صلاح البدن فی ذلک۔ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم